یُگ سنت رام تیرتھ گرنتھ سمتی کی پانچویں بھینٹ

رام بادشاہ

"مَیں واحد رام بادشاہ ہُوں۔ نہ مَیں نوکر ہُوں نہ میرا کوئی مالِک ہے۔ مَیں خُود اپنی ہستی میں قایم ہُوں۔ شاہ و شہنشاہ میرے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ مَیں جسم نہیں ہُوں۔ مَیں جسم و جاں سے مُبّرا ہُوں۔ مَیں تمہاری رُوح ہُوں۔ تمہارا آتما ہُوں تمام کائنات کا مَیں آتما ہُوں۔ پانچ عناصر میرے نوکر ہیں۔ زمیں اور آسمان میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا ہُوں کہ ایک ذرّہ بھی میری ہستی سے خالی نہیں۔"

سوامی رام تیرتھ

مُصنّف

کیدار ناتھ پربھاکر

اشاعت: بھارتیہ جیوتر وِگیان انُوسندھان سنستھان
سوامی رام تیرتھ نگر۔ سوامی رام تیرتھ مارگ۔ سہارن پور۔ اُتّر پردیش۔ بھارت

پہلا ایڈیشن } ھدیہ:- بیس 20 رُوپیہ { بیساکھی سمت 2040 وِکرمی
تعداد ایک ہزار } —— (جُملہ حقُوق محفُوظ ہیں) —— { 14 اپریل سن 1983 عیسوی

شری گنیش

رام مجھ میں، میں رام میں ہوں

سوامی رام تیرتھ نے یہ نظم ممالک غیر کو تشریف لیجانے سے پیشتر مورخہ 28 اگست ۱۹۰۲ء کو کلکتہ (ایڈن گارڈن) میں بیٹھ کر لکھی تھی

یہ سیر کیا ہے عجب انوکھا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
بغیر صورت عجب ہے جلوہ کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
مرقعہ حسن و عشق ہوں میں، مجھی میں راز و نیاز سب ہیں
ہوں اپنی صورت پہ آپ شیدا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
زمانہ آئینہ رام کا ہے۔ ہر ایک صورت سے ہے وہ پیدا
جو چشم حق بیں کھلی تو دیکھا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
وہ مجھ سے ہر رنگ میں ملا ہے کہ گل سے بو بھی کبھی جدا ہے
حباب و دریا کا ہے تماشا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
سبب بتاؤں میں وجد کا کیا؟ ہے کیا جو در پردہ دیکھتا ہوں
صدا یہ ہر سانس سے ہے پیدا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
بسا ہے دل میں مرے وہ دلبر ہے آئینہ میں خود آئینہ گر
عجب تحیر ہوا یہ کیسا؟ کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
مقام پوچھو تو لامکاں تھا۔ نہ رام ہی تھا نہ میں وہاں تھا
لیا جو کروٹ تو ہوش آیا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
علی التواتر ہے پاک جلوہ کہ دل بنا طور برق سینا
تڑپ کے دل یوں پکار اٹھا کہ رام مجھ میں، میں رام میں ہوں
جہاز دریا میں اور دریا جہاز میں بھی تو دیکھئے آ
یہ جسم کشتی ہے رام دریا ہے رام مجھ میں، میں رام میں ہوں

نیک خواہشات

① جنگِ آزادی کے سپاہ سالار آریہ پیشوا راجہ مہندر پرتاپ (اب مرحوم) :-

شاید اب مَیں ایک واحد شخص ہوں جس نے ماہتیہ سوامی رام تیرتھ کا اُپدیش سُنا۔ اُنھوں نے مجھے متھرا میں کہا تھا "سویرے سُورج کی اور مُکھ کر کے اوم۔اوم جپا کرو۔" مجھے از حد خوشی ہوئی ہے کہ آچاریہ کیدارناتھ پربھاکر سوامی جی کی یاد میں گرنتھ لکھ رہے ہیں جس کے لئے مَیں اُن کو دِلی مُبارکباد دیتا ہوں۔ •

② مہاتما گاندھی کے ہمسفر کاکا صاحب" شری دتاتریہ بالکرشن کالیلکر (اب مرحوم) :-

کتنا اچھا ہے کہ اب پنڈت کیدارناتھ جی پربھاکر سوامی رام تیرتھ پر گرنتھ کا گرنتھ (شائع) کر رہے ہیں جس میں راشٹر سیوا تو ہے ہی لیکن ساتھ ساتھ سمست مانوتا (تمام انسانیت) اور آج کے یُگ کی اُتم (عالی) سیوا بھی ہے مَیں جب عیسوی سن ۱۹۰۷ سے ۱۹۰۷ تک پُونا کے فرگوسن کالج میں پڑھتا تھا تو پرنسپل رینگلر پرانجپے کی سنگتی (صحبت) سے گھورنا ستک (خدا کی ہستی سے منکر) ہو گیا تھا لیکن اُنھیں دِنوں سوامی رام تیرتھ کے انگریزی ساہتیہ کو پڑھنے سے مَیں دوبارہ بڑا ایشور وِشواشی ہو گیا۔ مَیں نے عیسوی سن ۱۹۱۰ میں سوامی رام تیرتھ جیون اور اُپدیش" نام سے پہلی پُستک مراٹھی میں لکھی تھی جو بمبئی سے چھپی تھی اس ناطے سے یعنی ایک پُرانے سوامی رام تیرتھ کے بھگت کے طور پر مَیں کیدارناتھ جی پربھاکر کا ابھینندن (خیر مقدم) کرتا ہوں اور آشیرواد بھی دیتا ہوں۔ •

③ ڈاکٹر ہیرالال چوپڑہ۔ ڈی۔ لٹ (تہران) کلکتہ :-

ہم گوجرانوالہ ضلع کے نواسیوں پر ایک اخلاقی ذمّہ داری ہے کہ ہم سوامی رام تیرتھ

دھن کا جنم ضلع گوجرانوالہ کے ایک چھوٹے سے قصبے مُرالی والہ میں ہُوا تھا اور جو اب پاکستان میں ہے) کے عالمگیر پیغام کو جو کسی ایک قوم۔ وقت۔ مذہب یا مُلک کے لئے محدود نہیں بلکہ ہر مُلک ہر دور اور ہر انسان کے لئے یکساں ہے۔ سَاری دُنیا میں پھیلائیں۔ مَیں نے سنہ 1925ء سے سینکڑوں مضامین سوامی جی پر لکھے جو اُردو۔ ہندی۔ انگریزی۔ فارسی۔ پنجابی زبانوں میں تھے اور مختلف مُلکوں میں شائع ہُوتے لیکن مُلک کے بٹوارے نے اُس تمام خزانہ کو جو میرے وطن حافظ آباد (ضلع گوجرانوالہ) میں محفوظ تھا برباد کر دیا۔ سن 1936 عیسوی میں مَیں نے مُرالی والہ میں سوامی جی کی پہلی یادگار بھی قائم کی تھی جسمیں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ۔ سر چھوٹو رام۔ رائے بہادر رام سرن داس۔ سوامی رام تیرتھ کے بڑے لڑکے گوسوامی مدن موہن۔ سوامی گوبندآنند و گوسوامی گنیش دت وغیرہ بھی تشریف لائے تھے۔ پاکستان کے وجود میں آجانے سے یہ سِلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ اب بڑھاپا آ گیا ہے اور مَیں 77 سَال پُورے کرنے والا ہُوں اور خود کچھ کرنے سے معذور ہوں۔ لیکن اِس بات کی خوشی ہے کہ آخر گوجرانوالہ کے ہی ایک سپتے رام بھگت شری کیدار ناتھ پربھاکر نے اِس کام کو آگے بڑھایا ہے اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے جس کے اُجر سے ایشور اُنھیں نوازیگا۔ میری دُعائیں ہمیشہ اُن کے سَاتھ ہیں اور خود رام ہی اُنھیں اس میں کامیابی عطا فرمائینگے۔

(4) جسٹس جاوید اقبال (پنجاب ہائی کورٹ)۔ لاہور (پاکستان):-

مجھے یہ جانکر از حد خوشی ہُوئی ہے کہ جناب کیدار ناتھ پربھاکر سوامی رام تیرتھ کے حالاتِ زندگی پر ایک کتاب تحریر کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس میرے محترم والد جناب (مرحوم) شیخ ڈاکٹر محمد اقبال (علامہ اقبال) کے کاغذات میں یا ریکارڈ میں ایسی کوئی فوٹو یا تحریر یا خط موجود نہیں جو سوامی جی سے متعلق ہو۔ یا اُن کی زندگی پر روشنی ڈال سکے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ علامہ سوامی رام تیرتھ کے دوست تھے اور اُن کی وفات پر علامہ نے ایک نظم لکھی تھی جو اُن کی

تصنیف بانگِ درا میں موجود ہے۔ میں جناب پربھاکر کا شکر گزار ہوں گا اگر وہ اِس کتاب کے چھپنے پر ایک کاپی مجھے بھی ارسال کریں۔ اِس نیک کام کی کامیابی کے لئے میری خدا سے دُعا ہے۔

(5) رام تیرتھ پرتشٹھان لکھنؤ کے سکریٹری شری ایودھیاناتھ

شری پربھاکر جی اُسی ضلع گجرانوالہ کے رہنے والے ہیں جس ضلع میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے جنم لیکر دُنیا کو راستی اور حقانیت کا وہ راستہ دکھلایا ہے جو اِنسان کو عقل کے مدرسے سے اُٹھا کر اُس کو عشق حقیقی کے میکدے میں شرابِ شوق کی خود فراموشی میں اُسے اِتنا مستغرق کر دیتا ہے کہ اُس کی ادنیٰ خودی کا محدود کوزہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔ اور وہ خدائی کے بحر بے کنار میں کچھ اِس طرح غوطہ زن ہو جاتا ہے جیسے گنگا میں مصری کی ڈلی خود گنگا بن جاتی ہے۔

سوامی رام کی خصوصیت یہ ہے کہ اُنہوں نے ویدانت جیسے دقیق فلسفہ کو سلیس اور عام فہم طریقہ سے کچھ اس طرح سمجھایا کہ عام آدمی اپنی روزانہ کی زندگی میں اُس کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔ سوامی رام نے ویدانت کو بیوہارک بنا دیا۔ جن خوش قسمت لوگوں نے شری رام تیرتھ جی مہاراج کی تعلیمات اور تصنیفات کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ پروانہ کی طرح نورِ مطلق کی کشش سے متاثر ہو کر خود بھی نورِ مجسم ہو گئے۔ اور سرورِ مطلق میں کھو گئے۔ آپ خود رام کے ادب اور ساہتیہ کو بغور مطالعہ کر کے اِس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

گوسائیں تیرتھ رام ایک چھوٹے سے دیہات کے ایک غریب براہمن کے گھر کا ایک معمولی سا لڑکا تھا۔ جس نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور خاموش محنت سے اپنے بچپن میں ہی اپنے گاؤں کے اِسکول کے اُستادوں کو تعجب میں ڈال دیا تھا۔ وہ خاموش اور سیدھا سادہ لڑکا شروع شروع میں تو شرم و حیا کا پُتلا تھا۔ لیکن بعد میں اپنی محنت اور اِستقلال کی بدولت نہایت مفلسی کے

ماحول میں بھی اُس نے اُونچی تعلیم حاصل کر لی۔ اور پھر وہ ویدانت کا ایک بے خوف شیر نر بن کر اپنی خدائی دھاڑ سے اُس نے ساری دُنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ سوامی رام کی زندگی سادگی، ترک، عالمگیر محبت اور علم رُوحانی سے معطّر اور معمُور تھی۔ درگاہِ باری تعالیٰ میں دُعا ہے کہ ہم سب بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلکر اپنی زندگی کو معراج تک پہونچانے میں کامیاب بن سکیں۔

شری پربھاکر جی نے بڑی محنت سے کھوج کر کر کے اِس کتاب کی تکمیل کی ہے۔ مَیں خود اپنی طرف سے و شری رام تیرتھ پرتشٹھان کی طرف سے شری پربھاکر جی کو اُن کی محنت اور جانفشانی کی داد دیتا ہُوں اور اُن کی اِس سوانح عُمری کے تکمیلے پر مُبارکباد بھی۔ ایشور سے پرارتھنا ہے کہ سوامی رام میں اُن کی یہ لگن اور نشٹھا روز بروز افزوں ہوتی رہے۔ ساتھ ہی ساتھ مَیں بھی اپنے پرم پوجیہ گُورو دیو اور اِشٹ دیو شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج جن کی گودی میں بچپن میں ایک مرتبہ بیٹھنے کا مجھے فیض آباد میں شرف حاصل ہُوا تھا کے چرن کملوں میں شردھانجلی کے رُوپ میں اپنے آپ کو عقیدت مندی سے سمرپت کرتا ہُوں۔

"گر قبُول افتد زہے عزّو شرف"

(6) جمّوں و کشمیر کے سابق مکھیہ منتری شیخ محمد عبداللہ (اب مرحُوم):-

یہ بات ریکارڈ میں ہے کہ سوامی رام تیرتھ کو کشمیر سے گہری دلچسپی تھی آج سے لگ بھگ تین چوتھائی صدی پیشتر جب اُنھوں نے وادی میں کچھ عرصے کے لئے قیام فرمایا تو اِسی دوران یہاں کے مُقدّس مُقامات (امرناتھ وغیرہ) کی زیارت کرنے سے ہی اُن کی رُوحانی طاقت میں ایک غضب کا اِضافہ ہُوا تھا۔ مجھے ازحد خوشی ہوئی ہے کہ جناب کیدارناتھ پربھاکر سوامی رام تیرتھ کا ایک یادگاری گرنتھ شائع کر رہے ہیں جس کیلئے اُنھوں نے سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ میموریل والیوم کے نام سے ایک کمیٹی بھی قائم کی ہے۔ مَیں بہت ہی عاجزی کے ساتھ اِس زمین پر خداوند کریم کی بھیجی ہُوئی اعلیٰ شخصیت (سوامی رام تیرتھ) کے حضور میں اپنا سر جھکاتا ہوں۔ اور اس نیک کام کی تکمیل و کامیابی کے لئے دُعا کرتا ہوں۔

(7) شری رام تیرتھ مشن (رجسٹرڈ) نئی دہلی کے سکریٹری شری بھارت بندھو شرما

سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے اِس یُگ کے لئے بہت قیمتی وِچاروں اور شِکشاؤں کے پرچار میں سوامی رام تیرتھ مشن اور بہت سی سنستھاؤں کے ذریعہ جو کام ہو رہا ہے اُسمیں شری کیدار ناتھ پربھاکر جی نے جو کچھ کیا ہے اور جو کر رہے ہیں وہ ممتاز ہستی رکھتا ہے۔ سوامی رام کے ضلع گوجرانوالہ (پاکستان) میں ہی جنم اور نِواس ہونے کی وجہ سے اُن کے پِتا آدرنیہ سورگیہ شری پنڈت گوری ناتھ جی راج جیوتشی نے اُس زمانہ میں علم جیوتش کی وِساطت سے ہماری پراچین سنسکرتی کو اُجاگر کرنے میں جو بیش قیمت سیوا کی اُسے بھُلایا نہیں جا سکتا۔ اُن کے یوگیہ پُتر شری کیدار ناتھ جی پربھاکر نے اُن روایات کو جاری ہی نہیں رکھا بلکہ اپنے اعلیٰ خاندان کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اپنی جیوتش کی سیوا کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے رام تیرتھ کیندر سہارنپور میں قائم کرکے ہمارے ہردے سمراٹ سوامی رام تیرتھ کے خیالات کو بڑی خوش اسلوبی سے قلمبند کرکے اپنی ٹھوس خدمت کا ثبوت دیا ہے۔ سماچار پتروں۔ رسالہ جات کے علاوہ پُستکیں (سنکھشِپت جیونی سوامی رام تیرتھ) ہندی و تیلگو" "جیون ڈائری سوامی رام تیرتھ" (ہندی) "سیر کشمیر" (اردو) لکھ کر بھی اُنہوں نے سبھی لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ حال ہی میں "اپنے ہی آئینہ میں یُگ سنت سوامی رام تیرتھ" (ہندی میں شائع کرکے اُنہوں نے بچّوں کو بھی اپنے دائرہ میں شامل کر لیا ہے جبکہ "راشٹر نرماتا رام تیرتھ" (تین جلدوں میں شائع ہونے والا ہندی کا مہان گرنتھ) زیرِ تکمیل ہے۔ لگاتار کئی سالوں کی محنت اور کھوج کے بعد شری پربھاکر نے جو اردو میں "رام بادشاہ" کے عنوان سے گرنتھ لکھا ہے وہ اپنی کئی ایک خوبیوں کی وجہ سے ناظرین کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہوگا کیونکہ اُس میں سوامی رام تیرتھ کے جیون کے ساتھ ساتھ کئی ایسے واقعات بھی پہلی مرتبہ روشنی میں آئیں گے جو اُن کی اپنی خود کی کھوج کا پھل ہے۔ مَیں شری پربھاکر کو اُن کی اس موجودہ اشاعت (رام بادشاہ) کیلئے بدھائی دیتا ہوں اور اُن کی لمبی عمر اور کیندر کی ہر ممکن ترقی و کامیابی کے لئے ایشور سے پرارتھنا کرتا ہوں۔ ●●●

فہرست مضامین

سمرپن

○ شریمتی شب دیوی کا جنم غالباً 1875ء میں ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) کے موضع ویروکے میں ہوا تھا اُن کے والد پنڈت رامچند جاگیردار تھے جبکہ دادا پنڈت مُصدی مل مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دیوان تھے۔ شری پربھ دیال۔ شری جے گوپال اور شری نند لال محترمہ شب دیوی کے تین بھائی تھے پنڈت رامچند نے اپنی دُختر کی منگنی (سگائی) اُن کے جنم کے کچھ ہی ماہ بعد اور شادی 1883ء میں کردی تھی۔ محترمہ شب دیوی جب پہلی مرتبہ اپنے سُسرال مُرالی والہ (گوجرانوالہ) کی تشریف لائیں تو اُنکے خاوند یعنی گوسائیں تیرتھ رام (بعد ازاں سوامی رام تیرتھ) گوجرانوالہ کے مشن ہائی سکول میں اسپیشل کلاس میں پڑھتے تھے جن کی عُمر بھی مُشکل سے اُسوقت دس سال کی تھی محترمہ شب دیوی نے متواتر تیرہ 13 سال کا عرصہ مُرالی والہ میں اپنے ساس۔ سُسر جیٹھ۔ جیٹھانی کی خدمت کرتے ہُوئے بڑے صبر اور حوصلہ سے گُذارا۔ انھیں ایام میں اُن کے بڑے لڑکے مدن موہن کا جنم ہُوا تھا۔ جنھوں نے بعد میں انگلینڈ جاکر مائننگ انجینئرنگ کا کورس پاس کیا۔

○ سوامی رام تیرتھ نے جب مشن کالج لاہور میں بطور پروفیسر ریاضی اپنا چارج سنبھالا تو مورخہ 30 اپریل 1896ء کو شریمتی شب دیوی مع اپنے بیٹے مدن موہن اور برج لال (سوامی رام تیرتھ کے برادر زادہ) کے لاہور تشریف لائیں اور لگ بھگ ساڑھے چار سال تک لاہور میں رہیں۔ اِس دوران میں بھی اُنھیں دن رات مُرالی والہ اور گوجرانوالہ و دیگر مقاموں سے آنے والے رشتہ داروں اور مہمانوں کی خاطرداری کرنی پڑتی تھی۔ اپنے خاوند کا حکم بجالانے کے علاوہ مدن موہن اور برج لال کی پرورش کرنی ہوتی تھی جو لاہور میں ہی پڑھتے تھے۔ اِس عرصہ میں سوامی رام تیرتھ۔ مختصراً کٹاس راج۔ ہردوار۔ اور امرناتھ (کشمیر) کی یاتراؤں پر بھی تشریف لے گئے۔ مگر

محترمہ شب دیئی گھر پر ہی تشریف فرما رہیں تاکہ سوامی رام تیرتھ کی آزادگی میں اُن کی وجہ سے کسی بھی قسم کی کوئی رُوکاوٹ پیش نہ آنے پائے۔ علاوہ اِس کے اُنہوں نے انھیں ایام میں سوامی رام تیرتھ کی کرشن بھگتی کی دیوانگی ویدانت کی مستی اور گھنٹوں سمادھی کی حالت میں بے سُدھ پڑے رہنا بھی اچھی طرح سے دیکھا لیکن اُسمیں کسی بھی قسم کی کوئی بھی مداخلت نہیں کی۔ برہمانند (چھوٹا لڑکا) اِسی دوران میں پیدا ہُوا تھا۔ جو بعد میں وکالت پاس کرنے کے بعد مجسٹریٹ بنا۔

○ جولائی ۱۹۰۰ء کے وسط میں جب سوامی رام تیرتھ نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور اُن کے گھر کا تمام مال و اسباب کچھ تو اُن کے والد گوسائیں ہیرانند مُرالی والہ لے گئے اور باقی دُوسرے لوگوں نے حسب ضرورت اُٹھا لیا۔ تب بھی محترمہ شب دیئی نے اُف تک نہیں کی اور خندہ پیشانی بے سروسامان سوامی رام تیرتھ کے ساتھ کندھے سے کندھا مِلاتے ہُوئے ہمالیہ کے جنگلوں میں اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لیکر آ گئیں۔ مُرلی دھر کی کُٹیا (ٹیہری) میں وہ لگ بھگ تین یا چار ماہ تک فقیرانہ حالت میں رہیں۔ یہاں پر انھیں با کملی والا ان کھیتر رشی کیش سے مُنیا کو جانے والی بھکشیا (سادھو سنتوں کو پیٹ بھرنے کے لئے آشرم کی طرف سے ملنے والی خوراک) پر گُذر کیا۔ سوامی رام تیرتھ کو جب اتنے پر بھی صبر نہیں ہُوا تب وُہ ایک دِن تمام لوگوں کو کُٹیا میں سوتا ہوا چھوڑ کر آدھی رات کے وقت نہ معلوم مقام کو چل دِیئے۔ ایسی حالت میں بھی محترمہ شب دیئی نے بڑے صبر اور حوصلہ کا ثبُوت دِیا لیکن آخر کہاں تک وہ اِس آزمائش کا سامنا کرتیں کیونکہ اُنھیں تو شروع دِن سے ہی مُسلسل اِمتحان دینا پڑ رہا تھا۔ سوامی رام تیرتھ تو آٹھ دِن کے بعد اپنے آپ واپس لوٹ آئے۔ لیکن محترمہ شب دیئی اِس صدمہ کی تاب نہ لا سکیں اور اُن کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ اِسی حالت میں اُنہیں وہاں سے لالہ نرائن داس سیٹھ (بعد ازاں نارائن سوامی) کے ہمراہ مُرالی والہ بھیج دیا گیا۔ برہمانند چونکہ اُسوقت اُنکی گودی میں تھا۔ اِسلئے اُنھیں بمجبوری ساتھ لیجانا پڑا۔ جبکہ مدن موہن کو ٹیہری کے پرتاپ ہائی سکول میں بھرتی کروا دیا گیا۔

○ سوامی رام تیرتھ نے ادھر ۱۹۰۱ء کے شروع میں سنیاس لے لیا اور اُدھر محترمہ شب دیئی نے بیراگن کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ سوامی رام تیرتھ جب امریکہ گئے تو وہاں سے اُن کے مدعو کرنے پر مسز ولیمن جب ہندوستان آئیں تو اُنھوں نے مُرالی والا میں محترمہ شب دیئی کے بیراگن کے رُوپ میں جب درشن کئے تو اُن کا تیاگ، بلیدان اور تپ دیکھ کر اُن کے قدموں میں گر پڑیں۔ اِس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب سوامی رام تیرتھ ممالک غیر سے واپس اپنے مُلک ہندوستان میں تشریف لائے تو غالباً اکتوبر ۱۹۰۵ء میں محترمہ شب دیئی اپنے اِشٹ دیو یعنی پتی پرمیشور (سوامی رام تیرتھ) کے درشن کرنے ہمراہ اپنی محترمہ ساس و لڑکے برہمانند کے جب ہردوار پہنچیں تو سوامی جی نے اُن سے مِلنے سے صاف اِنکار کر دیا۔ آخر کار بھائی پُورن سنگھ (پُورن) نے لڑ جھگڑ کر اُنھیں سوامی رام تیرتھ تک پہنچایا۔ یہ مُلاقات جو کہ آخری مُلاقات تھی۔ بہت تھوڑی دیر تک ہی ہوئی۔ اِس واقعہ کے لگ بھگ ایک سال بعد سوامی رام تیرتھ نے مسٹر پُورن کو واسشٹ آشرم میں فرمایا تھا کہ مدن کی ماں (سوامی رام تیرتھ اُنھیں مدن کی ماں کے نام سے اور گھر والے پاربتی کے نام سے پکارا کرتے تھے) اور گھر کے دُوسرے افراد سے اُس وقت اُنکا نہ مِلنا اِس لئے ضروری تھا کیونکہ بحالت سنیاسی اپنے گھر کے کسی بھی ممبر سے مُلاقات کرنا غیر واجب ہے۔ محترمہ شب دیئی کے لئے اُنھوں نے اپنی زبانِ مُبارک سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ——— "مدن کی ماں کی بھولی بھالی صُورت اور نُورانی چہرہ کتنا اچھا تھا"۔ سوامی رام تیرتھ نے جب دیپاولی کے دن (۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء) کو اپنا جسم آب گنگ کے سپرد کر دیا تو اِس واقعہ کے ٹھیک نو ویں مہینے (پیدائش سے پہلے ماں کے شکم میں رہنے کا عرصہ) یعنی جون ۱۹۰۷ء کو اکتیس ۳۱ سال کی عُمر میں مُرالی والا میں پتنی

زندہ جی ہنس ہنس کر اپنے پتی (خاوند) کی خوشیوں کی خاطر اپنی کُل خواہشات کی قربان کر ہو: بھارت ورش کی آدرش (آئیڈیل) پتنی (بیوی) محترمہ شب دیئی کی پوتر یاد میں "رام بادشاہ" کا یہ گرنتھ بڑی عقیدت اور عاجزی کے ساتھ سمرپت (پیش نظر) ہے۔
کیدار ناتھ پربھاکر۔

ابرِ کُہسار

از قلم:- یُگ سَنت سوامی رام تیرتھ

بنکے گیسوئے رُخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں
سیر کرتا ہوں چمن دم لبِ جو آتا ہوں
بالیاں لہروں کو گرداب کی پہناتا ہوں
سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا قُم مَیں نے
غنچۂ گُل کو دیا ذوقِ تبسّم مَیں نے
ہے مجھے دامنِ کہسار میں سُننے کا مزا
آبشاروں کی وہ خوُش نغمہ ترانہ کی صدا
یہ سرِ کوہ سے تھم تھم کے اُترنا میرا
گاہ مشرق کبھی مغرب کو یہ پھرنا میرا
ہر گھڑی پل میں نیا روپ بدلنا میرا
جامۂ صورتِ نو پہن نکلنا میرا
یہ ہاتھ پہ دودھ کی مٹلیا کو اٹھاتے آنا
گاہ ہنستے ہوئے گہہ آنکھ دکھاتے آنا
دوڑتے درد سے وہ رشک بہاتے آنا
اور وہ تھم تھم کے اُترتے ہوئے گاتے آنا
کون کہہ سکتا ہے کیا میرا نشان میرا پتہ
حشر ڈھاتی ہے یہ البیلی خرامی کی ادا
مجھ سے چلنے میں نہ ہو گا کوئی غافل بڑھ کر
گر پڑے ہیں مرے دامن کے گرہ کھل کے گوہر

۸۶

رام کی کھوج

تمہیں کہہ دو کہاں سے داستان چھیڑوں محبت کی
نہ جانے آج کیوں بھولی کہانی یاد آئی ہے

جہاں تک مجھے یاد ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا تب سے ہی سوامی رام تیرتھ کی چرچا سُننے لگ گیا تھا میرے والد صاحب مرحوم پنڈت گوری ناتھ راج جیوتشی سوامی رام تیرتھ کے بھگت تھے۔ کلیاتِ رام و رام برشا روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے شیدائی مرحوم لالہ بہاری لعل وِگ روزانہ بعد از دوپہر اُن کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور متواتر ڈیڑھ یا دو گھنٹہ تک اُن کی مجلس چلتی تھی جس میں شہر کے کئی ایک متلاشی حق و بزرگ بھی شرکت فرماتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے بھتیجے مرحوم گوسوامی برج لال ریٹائرڈ تحصیل دار (ریاست جموں و کشمیر) بھی گاہے بگاہے اس موقعہ پر آجایا کرتے تھے۔ مرحوم لالہ بہاری لال وِگ و پروفیسر ہیرالال چوپڑہ آف حافظ آباد (حال کلکتہ) کی نیک کوششوں کا ہی پھل تھا کہ مُرالی والہ میں سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ویدانت کانفرنس منعقد ہونے لگی تھی۔

میرے والد صاحب جو سوامی رام تیرتھ سے عمر میں سولہ سال چھوٹے تھے مجھے بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے گوجرانوالہ کے اُسی سکول (مشن ہائی سکول) سے ۱۹۰۲ء میں آٹھویں جماعت پاس کی تھی جہاں 1888ء میں سوامی رام تیرتھ نے چھٹی لیکر دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی تھی۔ سوامی رام تیرتھ کے زمانہ کے ہیڈ ماسٹر مرحوم جناب بی۔ سی چٹرجی و سیکنڈ ماسٹر مرحوم چندولال مصنف "خلاصۃ الحساب" و سکرٹری میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ ان کے وقت میں بھی موجود تھے جو سکول میں پڑھاتے وقت سوامی رام تیرتھ (گوسائیں تیرتھ رام) کی باتیں بھی لڑکوں کو سُنایا کرتے تھے۔ میرے والد صاحب نے مرحوم گوسائیں ہیرانند (والد شریف

سوامی رام تیرتھ) کے درشن بھی کیئے تھے اور سوامی رام تیرتھ کے بڑے (حقیقی) بھائی مرحوم گوسوامی گورو داس و چھوٹے (سوتیلے) بھائی مرحوم گوسوامی موہن لال سے ان کے اچھے تعلقات تھے اور گوجرانوالہ میں ہمارے مکان پر وہ اکثر تشریف لاتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے گورو بھگت دھنا رام (جو "رب جی" کے نام سے تمام شہر میں مشہور تھے) میرے والد صاحب کے خاص مہربان تھے۔ میرے والد صاحب نے صرف سوامی رام تیرتھ کو ہی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا ورنہ اُس زمانہ اور اُس ماحول کے تمام لوگوں سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ شری رام تیرتھ مشن (رجسٹرڈ) دہرہ دون و دہلی کے بانی مرحوم شری وِشوانند (بعدازاں سوامی ہری اوم) سادھو ہونے سے پیشتر اپنے گاؤں وینکے (ضلع گوجرانوالہ) سے چلکر میرے والد صاحب کے پاس ہی آکر چندروز گوجرانوالہ میں ٹھہرے تھے۔ کیونکہ اُن کی والدہ اور میری والدہ (شریمتی رام رکھی) ایک ہی جگہ (قادر آباد، ضلع گجرات) کی نہ صرف رہنے والی ہی تھیں بلکہ بچپن میں اکٹھی کھیلا کرتی تھیں۔ گوجرانوالہ میں میرے والد صاحب کا بہت نام تھا۔ روزانہ سینکڑوں لوگ دُور دراز کے گاؤں و شہروں سے اُن سے جیوتش کے متعلق مشورہ لینے آتے تھے۔ ہمارے خاندان کے بزرگ شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ و مہاراجہ گلاب سنگھ (ریاست جموں و کشمیر) کے راج پنڈت تھے۔ انگریز سرکار (گورنر پنجاب) نے میرے والد صاحب کو "راج جیوتشی" کا خطاب عطا کیا ہوا تھا۔ مرحوم جسٹس شیخ دین محمد آف گوجرانوالہ (سابق گورنر سندھ) و مرحوم لالہ بھیم سین سچر آف گوجرانوالہ (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) ان کے گرویدہ تھے۔ گوجرانوالہ نواسی جناب شیخ منیر احمد (سابق پیرس کونسلر سفارت خانہ پاکستان) سے جب میں ۱۹۶۵ء میں اُن کی رہائش گاہ نئی دہلی میں محترم شری آر ایل ملہوترہ آف جہلم (چیرمین شام بہار (انڈو پاک مشاعرہ) ٹرسٹ انبالہ چھاؤنی) و محترم شری بلدیو سہائے رشی آف ڈسکہ (مینیجر بابا کالی کملی والا پنچایت کھیتر رشی کیش و سابق پولیس آفیسر اُتر پردیش) کے ہمراہ اتفاقاً ملا تو انھوں نے بتایا کہ 34 (چونتیس) سالوں کے بعد آج بھی گوجرانوالہ میں پنڈت گوری ناتھ راج جیوتشی کی یاد قائم ہے۔ وہاں کے بزرگ

اب بھی انھیں یاد کرتے ہیں۔

مُرالی والہ جانا

مُلک کی تقسیم یعنی بھارت اور پاکستان کے وجود میں آنے سے چند ماہ پیشتر دسمبر ۱۹۴۶ء میں مجھے پنڈت بودھ آنند شرما کے ہمراہ اُن کے گاؤں کوٹلی ارُوڑہ جانے کا موقعہ مِلا تھا۔ اِس سے پہلے مَیں کبھی بھی اکیلا اپنے گھر سے باہر نہیں گیا تھا۔ اِن دِنوں مَیں کنگ جارج ہندو ہائی سکول گوجرانوالہ میں پڑھتا۔ اور بڑے دِنوں کی چھٹیوں کا یہ واقعہ ہے۔ کوٹلی ارُوڑہ سے واپس میں اپنے بڑے بھائی شری وِشوا ناتھ پربھاکر (جو اُن دِنوں گوجرانوالہ ٹاؤن ریلوے اسٹیشن پر مُلازم تھے اور ۱۹۸۱ء میں ریلوے اسٹیشن سہارنپور سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں) کے ساتھ واپس اپنے گھر آیا کیونکہ وُہ مجھے لینے کے لئے سائیکل پر سوار ہو کر گوجرانوالہ سے کوٹلی ارُوڑہ تشریف لائے تھے وہاں سے واپسی پر راستہ میں مَیں نے مُرالی والہ گاؤں دیکھا جو بر لب سڑک ہی آباد ہے۔ اُنہوں نے ہی مجھے بتایا تھا کہ اِس گاؤں میں سوامی رام تیرتھ پیدا ہوئے تھے اور اُن کی یاد میں یہاں ہر سال میلہ لگتا ہے جس میں وہ خود بھی شامل ہونے گوجرانوالہ سے آیا کرتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں نے مُرالی والہ کی سڑک سے جو اُن دِنوں کچّی تھی۔ تھوڑی سی مٹّی اُٹھا کر اپنے ماتھے پر لگائی تھی اور رام بادشاہ کو مَن ہی مَن میں یاد کرتے ہوئے گوجرانوالہ آ گئے تھے۔ جب مَیں نے اپنے والد صاحب کو بتایا کہ مَیں آج مُرالی والہ دیکھ کر آیا ہوں۔ جہاں سوامی رام تیرتھ نے جنم لیا تھا تو وہ بہت خوش ہوئے۔

سوامی رام تیرتھ کے مُتعلق پہلی کتاب پڑھنا

سوامی رام تیرتھ کے متعلق سب سے پہلی کتاب جو مجھے پڑھنے کو مِلی اُس کا نام تھا کلیاتِ رام حصّہ اوّل۔ یہ کتاب میرے محترم والد صاحب پڑھا کرتے تھے کیونکہ گوجرانوالہ چھوڑ کر چلے آنے کے بعد اُنھیں صرف یہی ایک کتاب دستیاب ہو سکی تھی۔ اور وہ اسے ہی وقتاً فوقتاً پڑھا کرتے تھے۔ اِنھیں ایّام میں مرحوم گوسوامی برج لال (سوامی رام تیرتھ کے بھتیجے) بھی محترم والد صاحب سے مِلنے ایک مرتبہ سہارنپور تشریف لائے تھے اور اُن کی زبانی یہ معلوم

ہُوا تھا کہ وہ سوامی رام تیرتھ کی زندگی کے حالات "سوانح حیات شری سوامی رام تیرتھ" کے عنوان سے دوبارہ شائع کروا رہے ہیں جسے اُنھوں نے ۱۹۶۲ء میں مُرالی والہ سے شائع کروایا تھا۔ اس واقعہ کے ۹ سال بعد مجھے اتفاقاً مذکورہ بالا کتاب اپنے محترم ماموں (اب مرحوم) گوسائیں ہری چند (سابق قادر آباد (گجرات) نواسی) کے یہاں پانی پت میں مل گئی جسے اُن کے بڑے سُپتر گوسائیں چونی لال (انسپکٹر میونسپل کمیٹی پانی پت) پڑھا کرتے تھے۔ مَیں اُن سے یہ کتاب مانگ لایا اور اسے کئی مرتبہ پڑھتا رہا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے دیو بند سے ڈسکے نواسی (مرحوم شری لبھا رام رشی) (سابق ایجوکیشنل سپرنٹنڈنٹ میونسپل کمیٹی دیو بند) کی لائبریری سے چند ایک کتابیں بزبان ہندی دستیاب ہوئیں جو سوامی رام تیرتھ کے متعلق تھیں۔ دہلی سے شائع ہونیوالے اردو میگزین ماہنامہ "اوم" (جو پہلے لاہور سے شائع ہوتا تھا) کے پُرانے پرچوں جو مجھے اتفاقاً مل گئے تھے میں بھی مجھے سوامی رام تیرتھ کے بارے میں بہت کچھ پڑھنے کو ملا۔

سوامی رام تیرتھ پر پہلا آرٹیکل

مذکورہ بالا لٹریچر پڑھنے کے بعد مَیں نے سوامی رام تیرتھ کی زندگی پر اردو میں ایک آرٹیکل لکھا تھا جو ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو دہلی سے شائع ہونیوالے روزنامہ "ملاپ" میں شائع ہوا تھا۔ سوامی رام تیرتھ پر یہ میرا پہلا آرٹیکل تھا اس سے پیشتر مَیں نے سوامی رام تیرتھ کے متعلق ذکر اپنی پہلی تصنیف "شری ویشنو دیوی یاترا" میں کیا تھا کہ سوامی رام تیرتھ ۱۸۹۵-۹۶ء میں ماتا ویشنو دیوی کے درشن کرنے سیالکوٹ سے تشریف لے گئے تھے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مذکورہ بالا کتاب میں جو مَیں نے کہانی لکھی تھی اُسی کہانی پر بھارت میں "ماتا ویشنو دیوی" کے عنوان سے پہلی فیچر فلم ۱۹۷۱ء میں لوک میچ پرائیویٹ لمیٹڈ بمبئی نے بنائی تھی۔

شری کنہیا لال مصر "پربھاکر" کی رہنمائی و سرپرستی

ہندی جرنلزم کے نامور بزرگ اور ہندی ادیب مایۂ ناز لیکھک ہندوستان کی جنگ آزادی کے لیڈر محترم شری کنہیا لال مصر "پربھاکر"

کی رہنمائی و سرپرستی کا ذکر کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ یوں تو میری ان سے پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۶۱ء میں سہارنپور میں ہو چکی تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ ملاقات بہت زیادہ گہری ہوتی چلی گئی اور آج بھی مجھے ان کی رہنمائی اور سرپرستی کا فخر حاصل ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ راشٹر پتا مہاتما گاندھی کی چلائی ہوئی جنگِ آزادی کی مہم میں شامل ہونے سے پیشتر شری "پربھاکر" نے سوامی رام تیرتھ کا لٹریچر کئی سال تک پڑھا۔ اور ان کے دل و دماغ پر رام بادشاہ کی گہری چھاپ لگ چکی تھی۔ اُن سے کبھی مجھے سوامی رام تیرتھ کے متعلق پرانا ہندی لٹریچر ملا تھا۔

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی کا وجود میں آنا

سنہ ۱۹۷۲ء میں میرے دل میں سوامی رام تیرتھ کے جیون، فلسفہ اور اُن کے کلام کو ایک ہی جگہ اکٹھا کرکے سمرتی گرنتھ (یادگاری کتاب) کی شکل میں شائع کرنے کی اُمنگ پیدا ہوئی۔ اِس غرض سے شری کنہیا لال مصر "پربھاکر" کی زیرِ سرپرستی ایک جلسہ ست سنگ ہال (بر مکان لالہ جگدیش راج ہاندہ آف گوجرانوالہ محلہ کشن پورہ سہارنپور) میں مورخہ 7 نومبر ۱۹۷۲ء کو منعقد کیا گیا جس کی صدارت اُس وقت کے ضلع سہارنپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ شری جگدیش چندر پنت آئی۔ اے۔ ایس نے فرمائی تھی جو خود بھی سوامی رام تیرتھ کے دلدادہ ہیں۔ اِسی موقعہ پر سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی وجود میں آئی۔ جس کا کنوینر اور ایڈیٹر مجھے مقرر کیا گیا۔

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ کیلئے دیو پریاگ و ٹہری جانا۔

مارچ ۱۹۷۳ء کے آخر میں، میں سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ کیلئے میٹریل اکٹھا کرنے کی غرض سے میں پہلی مرتبہ ٹہری (گڑھوال۔ ہمالیہ) میں گیا جہاں سوامی رام تیرتھ نے ایک عرصہ تک قیام فرمایا تھا۔ میں سہارنپور سے ہمراہ ٹھاکر سکھبیر سنگھ پُنڈیر (کھجوری۔ دیوبند) سب سے پہلے دیو پریاگ گیا تھا جہاں سوامی رام تیرتھ دو مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔ اور کچھ دنوں تک جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا۔ دیو پریاگ میں آچاریہ چکر دھر جوشی (اب مرحوم) نے مجھے سوامی رام تیرتھ کے متعلق بہت سے واقعات بھی سُنائے تھے جو میں نے نوٹ کر لئے تھے۔

اُن کے کتب خانہ سے بھی چند ایک کتابیں میں پڑھنے کے لئے اپنے ساتھ لے آیا تھا جو نایاب تھیں ٹیہری میں میری مُلاقات ۹۰ سالہ بزرگ پنڈت بمبر بھٹ سے ہوئی تھی جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ شری بھٹ نے سوامی رام تیرتھ کو اپنے لڑکپن میں ٹیہری میں کئی بار دیکھا تھا اور اُن کے لیکچر بھی سُنے تھے۔ اور ۱۹۰۶ء میں جب سوامی جی اِس فانی دُنیا سے رُخصت ہو چکے تھے تو اُس وقت کا تمام نظارہ بھی اُنھوں نے دیکھا تھا۔ ٹیہری میں دوسری اہم ملاقات سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر مرحوم لالہ بنواری کے سپتر شری برجی لال اسوال (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) سے ہوئی۔ مرحوم لالہ بنواری لال کی دُوکان سے ہی سوامی رام تیرتھ کے لئے بابا کملی والہ ان کھیتر رشی کیش کی جانب سے رسد کا تمام سامان مہیا کیا جاتا تھا۔ ٹیہری نواسی شری مہابیر پرشاد گیرولا ایڈووکیٹ نے مجھے سوامی رام تیرتھ کی ایک پتھر کی مورتی بھینٹ کی تھی جسے اُنھوں نے خود تراش کر بنایا تھا ٹیہری میں سوامی رام تیرتھ سے تعلق رکھنے والے تمام اہم مقامات کے فوٹو بھی میں نے لے لئے تھے۔ ٹیہری سے واپسی پر میں رشی کیش میں رام آشرم (شِوانند نگر) میں بھی گیا تھا جسے سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر مرحوم رائے صاحب لالہ بیج ناتھ ریٹائرڈ جج آف آگرہ نے سوامی جی کے مشورہ سے اُن کی زندگی میں سن عیسوی ۱۹۰۶-۱۹۰۵ء میں بنوانا شروع کیا تھا۔

گورنر اُتّر پردیش کا سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی کے جلسے میں تشریف لانا

مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۷۳ء کو لکشمی نگر (موجودہ رام تیرتھ نگر) سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی کی جانب سے پہلا جلسہ زیر سرپرستی شری کنہیا لال مصر "پربھاکر" و شری جگدیش چندر پنت۔ آئی۔ اے۔ ایس منعقد کیا گیا جس کا اُدگھاٹن (افتتاح) شری اکبر علی خاں (گورنر اُتّر پردیش) نے کیا تھا۔ مرحوم بالو اجیت پرشاد جین (سابق وزیر خوراک۔ بھارت سرکار) نے جلسے کی صدارت فرمائی تھی۔ و مرحوم سیٹھ بدری پرشاد باجوریا۔ (بعد ازاں "پدم شری") مہمان خصوصی تھے۔ جناب اکبر علی خاں صاحب نے گورنمنٹ اتر پردیش کی جانب سے سمتی کو ایک ہزار روپیہ بطور گرانٹ دینے کا جلسہ میں اعلان کیا تھا۔ اِس رقم سے بعد ازاں سوامی رام تیرتھ کی زندگی پر ایک کتابچہ (ہندی) بلا قیمت شائع کیا گیا تھا۔

سوامی رام تیرتھ کا پہلا سوسالہ جشن پیدائش

دیوالی 1973ء سے دیوالی 1974ء تک

تمام بھارت میں سوامی رام تیرتھ کا پہلا سوسالہ جشن پیدائش بڑی دھوم دھام سے منایا گیا نئی دہلی میں بھارت سرکار کی طرف سے قائم شدہ کمیٹی کے ماتحت ایک سو سالہ یادگاری جلسہ مورخہ 29 اکتوبر 1973ء کو منعقد کیا گیا تھا جس کا اُدگھاٹن شریمتی اندرا گاندھی (پردھان منتری بھارت سرکار) نے کیا تھا۔ اس موقعہ پر سوامی جی کی یاد میں ایک ڈاک ٹکٹ بھی جاری کیا گیا تھا۔

سوامی رام تیرتھ کے پہلے سوسالہ جشن پیدائش پر سہارنپور کا نمایاں پارٹ

(۱) سوامی رام تیرتھ کی زندگی پر کتاب شائع کرنا

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی کی جانب سے دیوالی 1973ء

یعنی سوامی رام تیرتھ کے پہلے سوسالہ جشن پیدائش کے پہلے ہی روز راقم الحروف کی بزبان ہندی لکھی ہوئی پہلی کتاب "رام تیرتھ" شائع کی گئی تھی جس کا تیلگو ترجمہ 1981ء میں رام تیرتھ سیوا آشرم پڈگرالہ (آندھرا پردیش) نے شائع کیا ہے:

(۲) سوامی رام تیرتھ وچار گوشٹھی

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی کی جانب سے دیوالی 1973ء سے دیوالی 1974ء تک

شہر سہارنپور کے الگ الگ حصّوں میں ہر ماہ سوامی رام تیرتھ وچار گوشٹھی کے نام سے ایک مجلس منعقد کی گئی تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا مجلسوں میں سے تین مجلسیں رہائش گاہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (مرحوم شری آر. کمار آئی۔اے۔ایس) سہارنپور۔ رہائش گاہ ڈسٹرکٹ جج (شری سُریش چندر تیاگی) سہارنپور۔ و پولیس لائن (زیر صدارت شری مہیش چندر دویدی۔ آئی۔پی۔ایس) سہارنپور منعقد کی گئی تھیں۔ اور باقی ماندہ مجلسیں (مرحوم) لالہ رام لال اگروال دھوپ والے۔ لالہ سیوا رام گپتا ٹائپ والے۔ شری ایس آر ڈھینگرہ (ریلوے گارڈ) شری امر سنگھ مونگیا بنی والے۔ لالہ (بھگت) امرناتھ تلواڑ

کریانہ مرچنٹس۔ شری اُتم چند چھابڑہ۔ میونسپل کمشنر۔ شری شانتی پرکاش بجاتیہ۔ (اب مرحوم) اشوکا گولڈ سٹور کے والے۔ لالہ منگت رام موگا والے کے یہاں اور شری مہادیو مندر (انبالہ روڈ) میں منعقد کی گئی تھیں۔ مذکورہ بالا مجلسوں میں شری بھارت بندھو شرما (سیکریٹری رام تیرتھ مشن (رجسٹرڈ) نئی دہلی۔ شری ملکھراج شرما آف مُرالی والہ۔ (انسپکٹر پولیس۔ نئی دہلی)۔ شری رام لُبھایا مگو آف گوجرانوالہ (پردھان بیوپار منڈل۔ اجمل خاں روڈ مارکیٹ۔ نئی دہلی) (مرحوم) ڈاکٹر دُرگا پرکاش بھوشن آف گوجرانوالہ (جگادھری)۔ گوا کی جنگ آزادی کے نامور سپاہی شری پُرشوتم کاکوڈکر (ممبر پارلیمنٹ) شری 108 مہاتما وِشنو سوامی آف ونیکے (ضلع گوجرانوالہ حال ہردوار)۔ شری 108 سوامی کرشنانند و سوامی گوبندانند (بھگوت دھام ہردوار) و سوامی رام تیرتھ کے سنیاسی شِشیہ برہم لین سوامی گوبند آنند کے بھتیجے شری 108 سوامی شاشوت آنند تیرتھ (ہردوار) تشریف لائے تھے۔

(3) **ٹہری جموں و سرینگر میں جلسے** سوامی رام تیرتھ کے پہلے سو سالہ جشن پیدائش کے سلسلے میں ہی سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمیتی کی جانب سے پہلا ساہتیہ سنگم ٹہری کے دعوت نامے پر مورخہ 3 نومبر 1973ء کو شری بدری ناتھ مندر ٹہری (گڑھوال) میں۔ شری شام لال شرما (سیکریٹری ڈوگری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ جموں) کے دعوت نامے پر مورخہ ۱۰ فروری 1974ء کو شری رام کرشن سیوا آشرم جموں میں۔ اور مرحوم جناب شیخ محمد عبداللہ (سابق وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر) کے دعوت نامے پر مورخہ 8 اگست 1974ء کو بھید آنند ہوم رام باغ سرینگر میں جلسے منعقد کئے گئے تھے جن میں میں مذکورہ بالا تینوں مقامات پر سمیتی کی طرف سے گیا تھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جموں میں منعقد جلسہ کی صدارت شری جسٹس دلیپ داس ٹھاکر (بعد ازاں وزیر جموں و کشمیر) نے فرمائی تھی اور شری وشوناتھ بھاٹیہ (امرتسر) شری ایس۔ آر۔ ڈھینگرہ (سہارنپور) شری بنارسی داس سیٹھی (سہارنپور)۔ و شری وشوناتھ پربھاکر (راقم الحروف کے بڑے بھائی) میرے ساتھ جموں گئے تھے۔ اور سرینگر میں مہنت بھگوان داس (ہردوار) شری فیروزی جیسوال (گورنمنٹ کنٹریکٹر سہارنپور) و میرے بڑے بھائی شری وشوناتھ پربھاکر میرے ساتھ گئے تھے۔ کشمیر میں جا کر ہم نے شری امرناتھ کی یاترا

بھی کی تھی جہاں اگست ۱۹۰۵ء میں سوامی رام تیرتھ تشریف لیگئے تھے۔ پتری دگر ڈھوال ہیں میرے ہمراہ ٹھاکر سنگھ بیر سنگھ نیڈ پیر دکھجوری۔ دیوبند) و پنڈت ساگر دت شرما (جھاکوالہ - دیوبند) گئے تھے جموں کے جلسہ میں سوامی رام تیرتھ کے دوست و پنڈت رام دھن (گورنر جموں) کے فرزند پنڈت یوگیشور دست (اب مرحوم) نے بھی شمولیت فرمائی تھی۔

(۴) اکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سمارک سماروہ سمتی کا وجود میں آنا۔

شری آر۔ کمار۔ آئی۔ اے۔ ایس (اب مرحوم) کے مشورہ سے سوامی رام تیرتھ کی یاد کو ہر سال منانے کے لئے سوامی رام تیرتھ کے پہلے سو سالہ جشنِ پیدائش کے سال میں ایک کمیٹی (جس کا نام اکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سماروہ سمتی رکھا گیا) قائم کی گئی جس کے سرپرست اعلیٰ گورنر اتر پردیش مقرر کئے گئے اور راقم الحروف کو اس کمیٹی کا جنرل سکریٹری مقرر کیا گیا۔

(5) سوامی رام تیرتھ ہال کی تعمیر

شری آر۔ کمار آئی۔ اے۔ ایس۔ (اب مرحوم) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سہارنپور

کی زیر سرپرستی سوامی رام تیرتھ کے پہلے سو سالہ جشنِ پیدائش کے سال کے دوران شری مہادیو مندر (رنگ شہی نگر موجودہ رام تیرتھ نگر) سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ایک ہال تعمیر کرنے کا کام شروع کر دیا گیا تھا جو ۱۹۸۵ء کے آخر میں جا کر مکمل ہو سکا اس ہال کی تعمیر کا سنگِ بنیاد شری جگدیش چندر پنت آئی۔ اے۔ ایس (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سہارنپور) کی زیر سرپرستی محترمہ شریمتی دروپدی دیوی تلواڑ (مرحوم لالہ پیارے لال تلواڑ کیسکیڈ آف پھندلوری سہارنپور کی دھرم پتنی) مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۷۲ء کو رکھی تھی جبکہ اُس وقت اس بلڈنگ کا نام شِو شکتی سدن رکھا گیا تھا جو بعد میں رام تیرتھ ہال کے نام میں تبدیل کر دیا گیا۔

(6) سوامی رام تیرتھ کا مجسمہ

اِنھیں ایام میں (مرحوم) شری آر۔ کمار آئی۔ اے۔ ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سہارنپور شری کنہیا لال

مصر پربھاکر کے مشورہ سے رام تیرتھ ہال میں ستھاپت کرنے کے لئے سوامی رام تیرتھ کا سفید پتھر کا لائف سائز مجسمہ شری شِو شنکر باجوریہ (منیجنگ ڈائرکٹر سٹار پیپر ملز لمیٹڈ سہارنپور) کے سہیوگ و تعاون سے جے پور میں تیار کرایا گیا جس کا وزن ۳۰ من ہے۔

(۲) بھارت کے راشٹرپتی سے ملاقات

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی واکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سمارک سمارک سمارودہ سمتی کی جانب سے ایک وفد ماہ اکتوبر ۱۹۷۴ء میں بھارت کے راشٹرپتی مرحوم شری فخرالدین علی احمد صاحب سے راشٹرپتی بھون نئی دہلی میں ملا تھا۔ جس کا مقصد راشٹرپتی کو مذکورہ بالا تمام حالات کی جانکاری دینا تھا اور انھیں سہارن پور میں اس سلسلے میں تشریف لانے کے لئے درخواست کرنا تھا۔ مرحوم جناب فخرالدین علی احمد صاحب نے ہمارا دعوت نامہ قبول کر لیا تھا۔ لیکن اُن کی بے وقت موت سے وہ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ راشٹرپتی کو ملنے کے لئے جو وفد گیا تھا ان کے نام ہیں۔ جن نیتا شری برج موہن (دریا گنج دہلی) شری پرشوتم کاکوڈکر (ممبر پارلیمنٹ۔ نئی دہلی)۔ شری کنہیا لال مصر پربھاکر (سہارن پور)۔ شری روشن لال سودھی (سہارن پور) شری مولراج سنگھ تلواڑ (سہارنپور) شری رتن لال تلواڑ (بریلی)۔ شری اکھلیش (سہارنپور)۔ شری شام لال سیٹھی (سہارنپور)۔ و راقم الحروف۔

اُتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کا زیر تعمیر رام تیرتھ ہال میں تشریف لانا

مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۷۴ء کو شری ہیم وتی نندن بہوگنا جو اُن دنوں اُتر پردیش کے وزیر اعلیٰ تھے اکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سمتی کے دعوت نامے پر سہارنپور تشریف لائے تھے۔ تو انھوں نے زیر تعمیر رام تیرتھ ہال کو بھی دیکھا تھا۔ سمتی کی طرف سے اُن کا پُر زور سواگت کیا گیا تھا۔

گورنر اُتر پردیش کا سہارنپور میں تشریف لانا

اکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سمارک سمارودہ سمتی کے دعوت نامے پر سمتی کے سرپرست اعلیٰ جناب ڈاکٹر ایم چنا ریڈی (گورنر اتر پردیش) پہلی مرتبہ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۵ء کو سہارنپور تشریف لائے تھے۔ اُن کی تشریف آوری پر لکشمی نگر (بعد ازاں سوامی رام تیرتھ نگر) میں جلسہ منعقد کیا گیا تھا جس میں سوامی رام تیرتھ کے بڑے بھائی دگوسائیں گورو داس کی پوتی شریمتی (پروفیسر) جانکی دیوی شرما (ہوشیار پور) پدم بھوشن ڈاکٹر جے کرشن (وائس چانسلر

روڑکی یونیورسٹی) و ڈاکٹر درگا پرکاش بھوشن آف گوجرانوالہ حال جگادھری (اب مرحوم) بھی تشریف لائے تھے۔ اِسی موقعہ پر لکشمی نگر کا نام بدل کر سوامی رام تیرتھ نگر رکھا گیا تھا۔ دہرا امبالہ روڈ سے لکشمی نگر کو جانے والی سڑک کا نام سوامی رام تیرتھ مارگ مقرر کیا گیا تھا جس کا شلانیاس جناب گورنر اُترپردیش نے خود اپنے دستِ مبارک سے مقرر کیا تھا۔

سوامی رام تیرتھ کے فرزند کی سہارنپور آمد

راقم الحروف کی لگاتار کوششوں کا یہ نتیجہ تھا کہ سوامی رام تیرتھ کے چھوٹے صاحبزادے (اب مرحوم) جناب گوسوامی برہمانند ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (ریٹائرڈ مجسٹریٹ) مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۷۶ء سہارنپور تشریف لائے تھے۔ اِس سے پیشتر انکے بارے میں کہ وہ ابھی اِس دُنیا میں موجود ہیں یا نہیں تمام بھارت میں کسی کو علم نہیں تھا کیونکہ نئی دہلی میں جب اُن کے والد محترم صاحب سوامی رام تیرتھ کے پہلے صد سالہ جشن پیدائش پر جلسہ کیا گیا تھا وہ اُسمیں بھی موجود نہیں تھے اور نہ ہی اُن کے بارے میں کوئی کھوج ہی کی گئی تھی۔

سہارنپور میں اُن کی تشریف آوری پر زیر تعمیر سوامی رام تیرتھ ہال کے باہر (شری سوالہ مندر مہادیو جی کے احاطہ میں) ایک سہ روزہ عالی شان جلسہ منعقد کیا گیا تھا جس کا اُدگھاٹن کرنے جناب ڈاکٹر ایم۔ چینا ریڈی۔ گورنر اترپردیش) دوسری مرتبہ اکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سمارک سمارو ہ سمتی کے دعوت نامے پر سہارنپور تشریف لائے تھے اور اُنہوں نے تمام اترپردیش ودیتی کی جانب سے شری گوسوامی برہمانند کا سواگت کیا تھا۔ اِس موقعہ پر مُرادآباد سے تشریف لائے ہوئے یوگی شری پرہلاد رائے کھنّہ (بانی و صدر یوگ سنستھان) و شریمتی رُکمنی دیوی کھنّہ (پرنسپل کنیا سنگیت وِدیالیہ۔ مُرادآباد) اور اُن کی پارٹی نے یوگ و کلچرل پروگرام کی شاندار نمائش کی تھی۔ مرحوم گوسوامی برہمانند کے درشن کرنے دُور دراز کے شہروں سے لوگ سہارنپور آئے تھے جن میں شری بلبیر جین (شاملی) شری دینا ناتھ ویاس (کٹھوعہ جموں و کشمیر) شری وِشوا ناتھ بھاٹیہ (امرتسر) پنڈت خوشدل (دہرہ دُون) شری بھارت بندھو شرما (سیکرٹری رام تیرتھ مشن رجسٹرڈ نئی دہلی) بھگت لکھ راج گھمبیر (سوامی رام تیرتھ سیوا سدن دیوبند) و شری مہوجی تیرویدی کلاڈووی والہ۔ دہرہ دُون) کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مجلس میں موقع پر شری گوسوامی برہمانند نے اپنے محترم والد صاحب یعنی سوامی رام تیرتھ کے بارے میں بہت سی دلچسپ باتیں سنائی تھیں۔

گوسوامی برہمانند کا محترم پنڈت بھولا ناتھ عطّار کے گھر تشریف لیجانا

سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ کے سب سے بزرگ شیدائی محترم پنڈت بھولا ناتھ کے دعوت نامے پر گوسوامی برہمانند (اب مرحوم) ہمراہ راقم الحروف و شری بھارت بندھو (نئی دہلی) اُن کے دولت کدہ پر محلہ کالستھان میں مورخہ 20 جولائی 1976ء کو تشریف لے گئے تھے اور وہاں انھوں نے ایک گھنٹہ قیام فرمایا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جناب پنڈت صاحب 1920ء سے سوامی رام تیرتھ کے بھگت ہیں۔ اور شہر کی مایۂ ناز ہستی ہیں۔

جیون ڈائری سوامی رام تیرتھ کا شائع ہونا

1975ء کے آخر میں راقم الحروف نے سوامی رام تیرتھ کی تینتیس 33 سالہ زندگی کے واقعات کو 33 پیراگرافوں میں ایک چھوٹے سے کتابچہ کی شکل میں بزبان ہندی شائع کیا تھا جسے رام تیرتھ ہال میں سوامی وویکانند کے 114 ویں کے موقعہ پر 1976ء پر منعقد ایک جلسہ میں سردار گلتار سنگھ (راجیہ منتری اتر پردیش) نے ریلیز کیا تھا سوامی رام تیرتھ کی زندگی پر راقم الحروف کی یہ دوسری کتاب تھی۔

مہاتما گاندھی کے ہمسفر شری کاکا کالیلکر سے ملاقات

1976ء میں راقم الحروف مہاتما گاندھی کے ہمسفر (اب مرحوم) جناب کاکا صاحب کالیلکر کے درشن کرنے راج گھاٹ نئی دہلی پر واقعہ اُن کے آشرم سن نیدھی میں حاضر ہوا تھا۔ جناب کاکا صاحب جو اُس وقت غالباً نوّے 90 سال کے بزرگ تھے۔ آپ نے بتایا کہ وہ تمام ہندوستان میں واحد ایک ہی شخص ہیں جنھوں نے سوامی رام تیرتھ کے کلام کو سب سے پہلے بزبان مراٹھی پونا سے شائع کیا تھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپ

اپنے طالب علمی کے زمانہ ۱۹۰۴ سنہ ء سے ۱۹۰۷ سنہ ء میں ہی سوامی رام تیرتھ کے شیدائی ہو گئے تھے اُنہوں نے ۱۹۱۵ سنہ ء میں شائع کی گئی بزبان مراٹھی سوامی رام تیرتھ کے کلام کی کتاب بھی دکھائی تھی جو اُن کی لکھی ہوئی تھی۔

آرین پیشوا راجہ مہندر پرتاپ سنگھ سے ملاقات

۱۹۷۶ سنہ ء کے پہلے ہفتے میں راقم الحروف ہندوستان کی جنگ آزادی کے مایۂ ناز سپہ سالار آرین پیشوا کے نام سے دُنیا میں مشہور (اب مرحوم) راجہ مہندر پرتاپ کے درشن کرنے پریم آشرم مسوری (دہرہ دون) گیا تھا جناب راجہ مہندر پرتاپ نے لگ بھگ ۱۵/۱۶ سال کی عمر میں سوامی رام تیرتھ کے غالباً ۱۹۰۲ سنہ ء میں متھرا میں درشن کئے تھے اور اُن سے اُپدیش لیا تھا جناب راجہ مہندر پرتاپ سے میں نے اُس وقت کے تمام حالات دریافت کئے تھے جو اب نایاب ہو چکے ہیں۔

دہلی کے ویدانت سمیلن میں سوامی رام تیرتھ کے چار جنموں کے حالات بتائے

رام تیرتھ مشن رجسٹرڈ دہلی کے زیر اہتمام اجمل خاں پارک قرولباغ نئی دہلی میں سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ہر سال منعقد ہونیوالے جلسے ویدانت سمیلن میں محترم شری بھارت بندھو شرما (سکریٹری رام تیرتھ مشن) کے دعوت نامے پر راقم الحروف نومبر ۱۹۷۶ سنہ ء کے پہلے ہفتے میں دہلی گیا تھا۔ جلسہ میں راقم الحروف نے سوامی رام تیرتھ کے موجودہ جنم سے پیشتر کے تین جنموں کے حالات معہ نام ایک پراچین جیوتش گرنتھ۔ کیپالی سنگیتا کے ایک دستی لکھے ہوئے تیرہ (ورق) سے بزبان سنسکرت پڑھ کر سنائے تھے۔ جو کہ ہندوستان میں راقم الحروف کی اس سلسلے میں ایک انوکھی کھوج ہے۔ مذکورہ بالا گرنتھ کے مطابق سوامی رام تیرتھ اپنے پُورب جنموں میں راجہ ستیہ سند نشادراج بھیل اور بھگت اُودھو

سوامی رام تیرتھ ادھیاتمک ست سنگ

مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۷۶ سنہ ء یعنی سوامی رام تیرتھ کی یاد میں منعقد جلسہ کی سماپتی (خاتمہ) کے روز سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ایک ماہواری ست سنگ سوامی رام تیرتھ ادھیاتمک ست سنگ کا سلسلہ جاری کیا گیا جو تب سے لیکر دستور ہر ماہ کی ۲۲ ویں تاریخ کو رام تیرتھ ہال میں منعقد ہوتا ہے

باوا نگینہ سنگھ بیدی کی فوٹو حاصل کرنے میں ناکامیابی۔

سوامی رام تیرتھ مرحوم باوا نگینہ سنگھ بیدی آف ریاست کپورتھلہ کی لکھی ہوئی کتب (ویدانت گرنتھوں) کے شیدائی تھے۔ وہ ۱۹۵۵ء میں لاہور سے خود چلکر بھگواڑہ میں صرف ان کی ایک تصنیف (ویدانو جن) کا قلمی نسخہ لینے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ راقم الحروف نے مرحوم بیدی جی کے خاندان کے لوگوں سے جموں و کپورتھلہ میں جاکر ان کا فوٹو حاصل کرنے کی خاطر رابطہ قائم کیا۔ جسمیں اُسے ناکامیابی حاصل ہوئی۔ اس سلسلے میں محترم شری بھاگیرتھ لال بھاردواج رسٹرڈ مرحوم ڈاکٹر جیسونت رائے بھاردواج آف اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ) حال پروپرائٹر ٹی بی۔ ایم۔ سٹورز کپورتھلہ نے جو تعاون دیا وہ قابلِ ذکر ہے۔

لکھنؤ فیض آباد و ایودھیا جانا

راقم الحروف کے دل میں بہت دنوں سے یہ اُمنگ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے لکھنؤ فیض آباد وایودھیا کے اُن اُن مقامات کو جا کر دیکھے جہاں سوامی رام تیرتھ اپنی زندگی میں کئی مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔ پرماتما کی ایسی ہی مرضی تھی کہ مجھے جناب ڈاکٹر ایم چنا ریڈی۔ گورنر اتر پردیش کے دعوت نامے پر فروری ۱۹۶۶ء میں لکھنؤ جانا پڑا جہاں میں نے راج بھون (گورنمنٹ ہاؤس) لکھنؤ میں قیام کیا اور پھر وہاں دو دن قیام کرنے کے بعد شری آر کمار۔ آئی۔ اے۔ ایس (سکریٹری پی۔ ڈبلو۔ ڈی۔ اتر پردیش) وان کی دھرم پتنی محترمہ شریمتی سرلا کمار کے ہمراہ (راقم مرحوم) بذریعہ کار فیض آباد اور ایودھیا کی یاترا کرنے چلا گیا اور اس طرح سے میری دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ لکھنؤ میں (راقم الحروف) سوامی رام تیرتھ سے تعلق رکھنے والے تمام مقامات کو بھی دیکھا اور رام تیرتھ پرتسھٹان (جس کا پہلا نام رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ تھا) کے دفتر مارواڑی گلی میں بھی گیا جہاں پرتسھٹان کے سیکرٹری محترم جناب ایودھیا ناتھ سنہا صاحب کے درشن بھی کئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جناب سنہا صاحب اور ان کے مرحوم والد شریف (جناب مہاتما شانتی پرکاش) کی رام تیرتھ پرتسھٹان کیلئے کی گئی خدمات کے بارے میں کچھ بھی لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اس واقعہ کے بعد جناب ایودھیا ناتھ سنہا

ایک مرتبہ رام تیرتھ ہال سہارنپور میں بھی تشریف لائے تھے۔

سوامی رام تیرتھ اور ڈاکٹر اقبال

جنوری ۱۹۷۸ء میں راقم الحروف نے سوامی رام تیرتھ اور ڈاکٹر اقبال" کے عنوان سے بزبان اردو ایک آرٹیکل لکھا تھا جو جالندھر سے شائع ہونے والے روزنامہ "ہند سماچار" میں دو قسطوں (24 جنوری۔ 31 جنوری 1979ء) میں شائع ہوا تھا۔ جس سے پہلی بار لوگوں کو مذکورہ بالا دونوں ہستیوں کے متعلق یہ جاننے کا موقعہ ملا تھا کہ وہ ایکدوسرے کے کتنے نزدیک تھے۔

شری نارائن سوامی کی یاد میں امرتسر میں لائبریری قائم کرنا

سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر واُن کے سب سے پرمکھ سنیاسی شِشیہ شری نارائن سوامی جنھوں نے سوامی رام تیرتھ کے کل کلام کو شائع کرنے کے لئے ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں انجمن اشاعت کلام رام کے نام سے ایک سنستھا کی بُنیاد رکھی تھی۔ امرتسر میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے تھے اُن کے والد صاحب مرحوم لالہ برج ناتھ سیٹھ امرتسر میں کھادی کے بہت بڑے بیوپاری تھے۔ شری نارائن سوامی کا اصلی نام لالہ نارائن داس سیٹھ (سیٹھ کھشتریوں کی ایک ذات ہے) تھا۔ راقم الحروف نے ۱۹۷۸ء میں امرتسر جا کر ان کے جائے پیدائش کے مکان کی کھوج کرنی شروع کی تاکہ وہاں پر ایک شاندار یادگار تعمیر کی جا سکے۔ اس کام میں شری وشوا ناتھ بھاٹیہ سیکٹر شری رام رتن بھاٹیہ امرتسر نے بھرپور تعاون دیا۔ اور وہ کافی عرصہ تک اس کھوج میں امرتسر کے پُرانے بزرگوں سے بھی ملکر کھوج کرنے میں لگے رہے مگر جب کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی تو آخر امرتسر میں شری نارائن سوامی کی یاد میں ایک لائبریری قائم کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ جس کی تکمیل بھی شری وشوا ناتھ بھاٹیہ نے ٹرسٹ کنواں وشوا لہ تیرتھ شاہ بھاٹیہ بیرون سُلطان ونڈ گیٹ امرتسر میں شری نارائن سوامی میموریل لائبریری قائم کر کے کی جو کہ قابل تعریف ہے۔ مذکورہ بالا کھوج ابھی تک جاری ہے۔

ڈیرہ دُون میں سوامی رام تیرتھ کی یاد میں جلسہ

۱۹۷۸ء کے شروع میں دہرہ دُون میں (جہاں

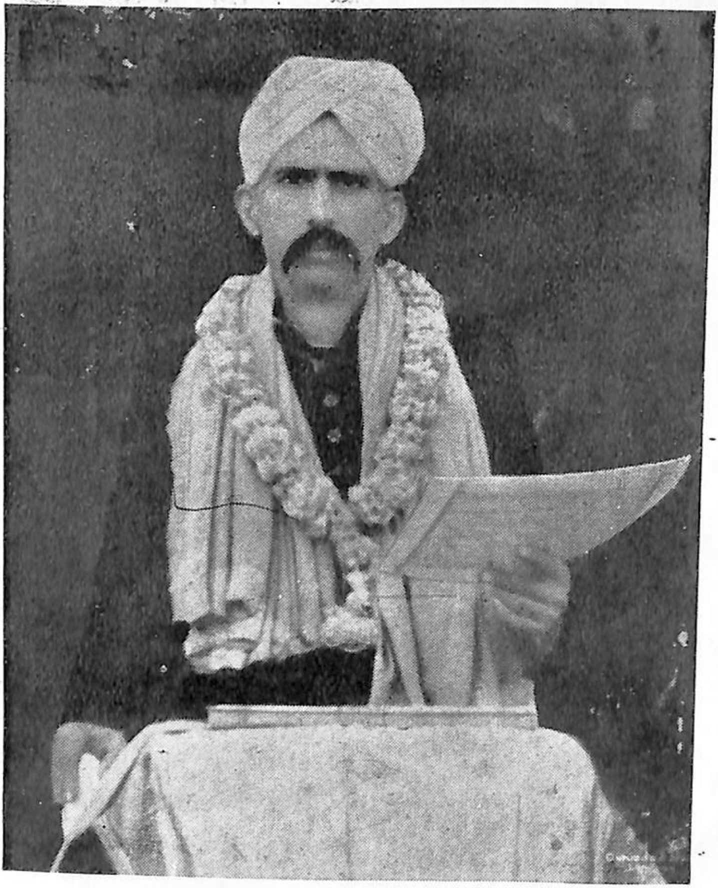
سوامی رام تیرتھ نے کئی ایک لیکچر بھی دیئے تھے اور کئی مرتبہ مرحوم بابو جیوتی سروپ ایڈوکیٹ (جنکی دھرم پتنی مرحوم شریمتی مہادیوی کے نام پر ڈیرہ دون میں ایک لڑکیوں کا بہت بڑا کالج بھی موجود ہے) کے مکان پر بھی اُنہوں نے قیام فرمایا تھا۔ راقم الحروف نے سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ایک جلسہ بر مکان شری مولراج سنگھ تلواڑ۔ گورنمنٹ کنٹریکٹر دینو کینٹ روڈ۔ دہرہ دون میں زیر صدارت شری گنگا دھر پرشاد۔ شسلا آئی۔ اے۔ ایس (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ڈیرہ ڈون) منعقد کروایا تھا شری بی۔ بی جھلڈیال آئی۔ اے۔ ایس (چیرمین گڑھوال وکاس نگم بورڈ۔ ڈیرہ دون) جلسے کے مہمان خصوصی تھے۔ اس موقعہ پر جناب پنڈت خوشدل (ایڈیٹر دیش سیوک دہرہ دون) نے سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ایک نظم پڑھی تھی۔ اور ڈوئی والہ (دہرہ دون) سے تشریف لائے ہوئے پروفیسر شیوجی ترویدی نے سوامی رام تیرتھ کی فلاسفی پر روشنی ڈالی تھی اور راقم الحروف نے سوامی جی کی ڈیرہ دون میں آمد کے سلسلے میں حاضرین جلسہ کو معلومات بتائی تھیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پروفیسر ترویدی ڈوئی والہ میں اس مکان میں اپنا سکول چلا رہے ہیں جہاں سوامی رام تیرتھ کے شاگرد مسٹر پورن (سردار پورن سنگھ) واُنکے عزیز دوست ڈاکٹر خداداد خاں رہا کرتے تھے۔ اس جلسہ میں شری اندرسین جیرتھ (بدری پور۔ دہرہ دون) بھی شامل ہوئے تھے۔

شہید ماسٹر امیر چند۔ علامہ اقبال و سردار پورن سنگھ کی یاد میں جلسے

ہندو مسلم و سکھ اتحاد کے مشن کے عملی مرکز رام تیرتھ کیندر (رام تیرتھ ہال) سہارنپور میں راقم الحروف نے ہندوستان میں سوامی رام تیرتھ کے سب سے پہلے شیدائی و دیش بھگت جنھیں لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکنے کے کیس میں دہلی میں پھانسی کی سزا دی گئی تھی و جنھوں نے ہندوستان (دہلی) میں سوامی رام تیرتھ کے لٹریچر کو سب سے پہلے اپنے خرچ سے شائع کیا تھا شہید ماسٹر امیر چند و سوامی رام تیرتھ کے دوست فلاسفر شاعر جناب علامہ اقبال و سوامی رام تیرتھ کے عزیز شاگرد سردار پورن سنگھ کی یاد میں 1977ء میں و 1978ء میں اور 1980ء میں یادگاری جلسے منعقد کئے گئے تھے۔ اِن تینوں صاحبان کے فوٹو بھی رام تیرتھ ہال کی شان کو دوبالا کر رہے ہیں۔

مرحوم لالہ جگت نرائن کی رام تیرتھ ہال میں آمد۔

سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ
(مُصنف "رام بادشاہ" کے محترم والد)
فخرِ گوجرانوالہ۔



پنڈت گوری ناتھ راج جیوتشی

بانی: بھارتیہ جیوترِ گیان انوسندھان سنستھان۔ سہارن پور


M. Din Mohammad Bhular
GOVT. CONTRACTOR P.W.D.
GUJRANWALA
GOVERNOR'S HOUSE
KARACHI
October 1948.
I am most grateful to you for your kind message of congratulation on my appointment as Governor of this Province.
Yours sincerely,

روزنامہ ملاپ (دہلی) میں سوامی رام تیرتھ کے متعلق آچاریہ کیدار ناتھ پربھاکر کا شائع شدہ سب سے پہلا مضمون

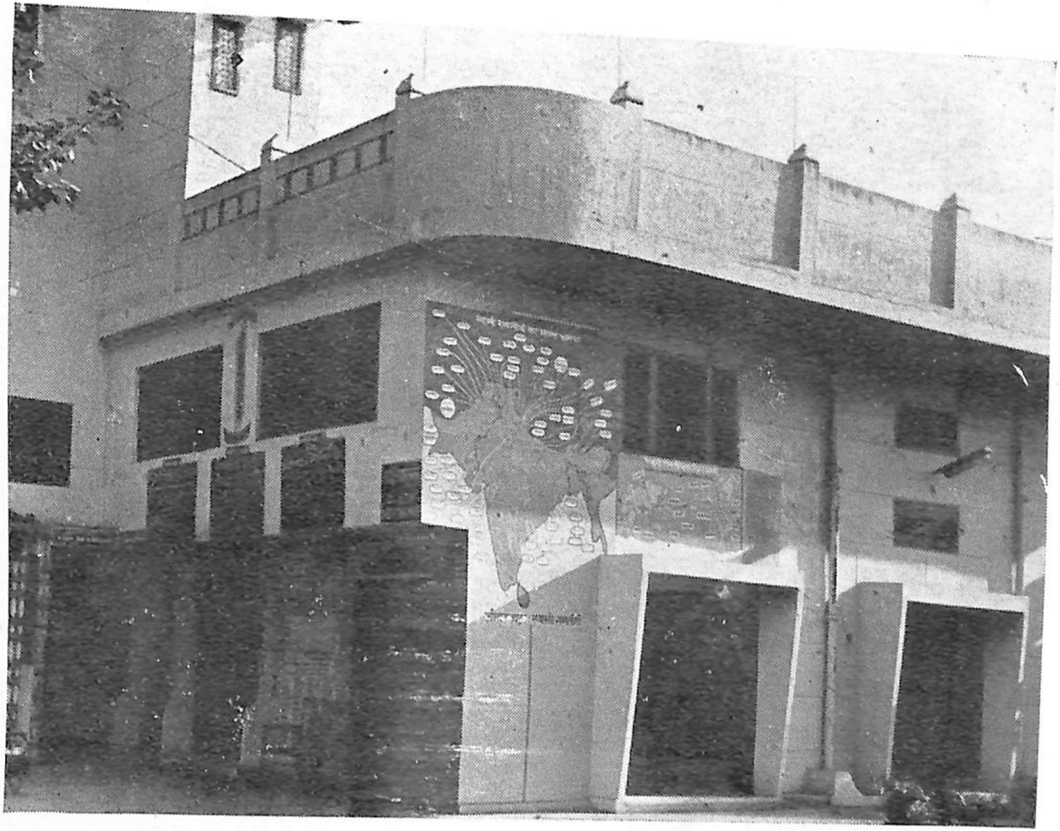
روحانیت کے علمبردار، سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

از
شری کیدار ناتھ پربھاکر
(گوجرانوالیہ) بہادر پور

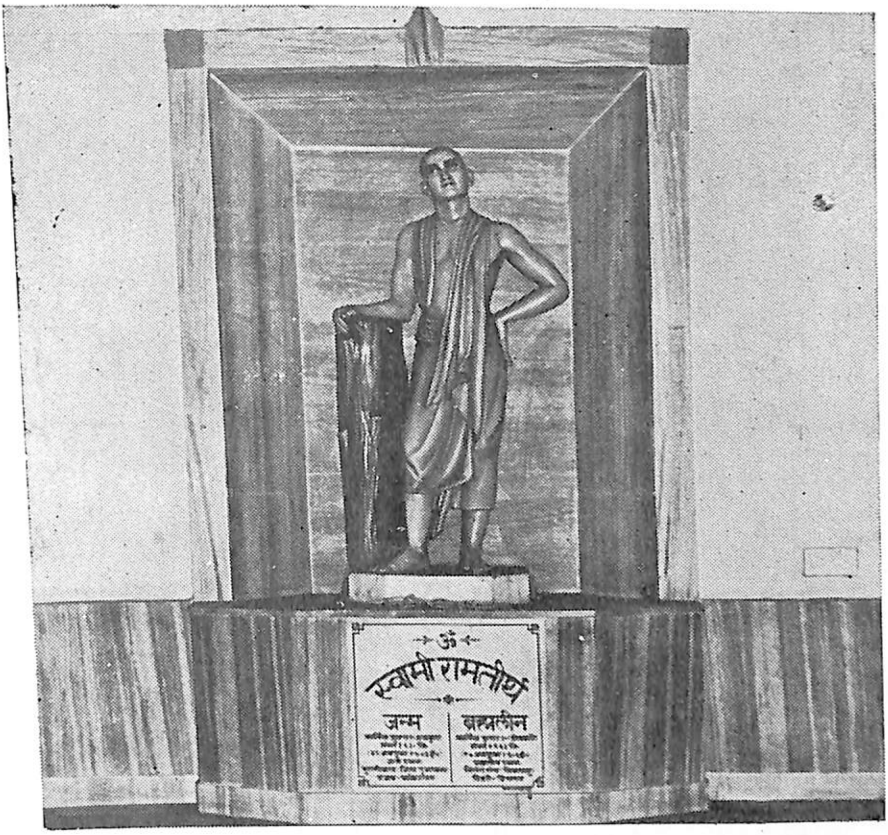
DAILY MILAP
DIWALI EDITION
دیوالی ایڈیشن
ملاپ
ایڈیٹر رنبیر
نیو دہلی جالندھر
قیمت فی پرچہ 5 پیسے — بذریعہ ہوائی جہاز 60 پیسے
سوموار ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء



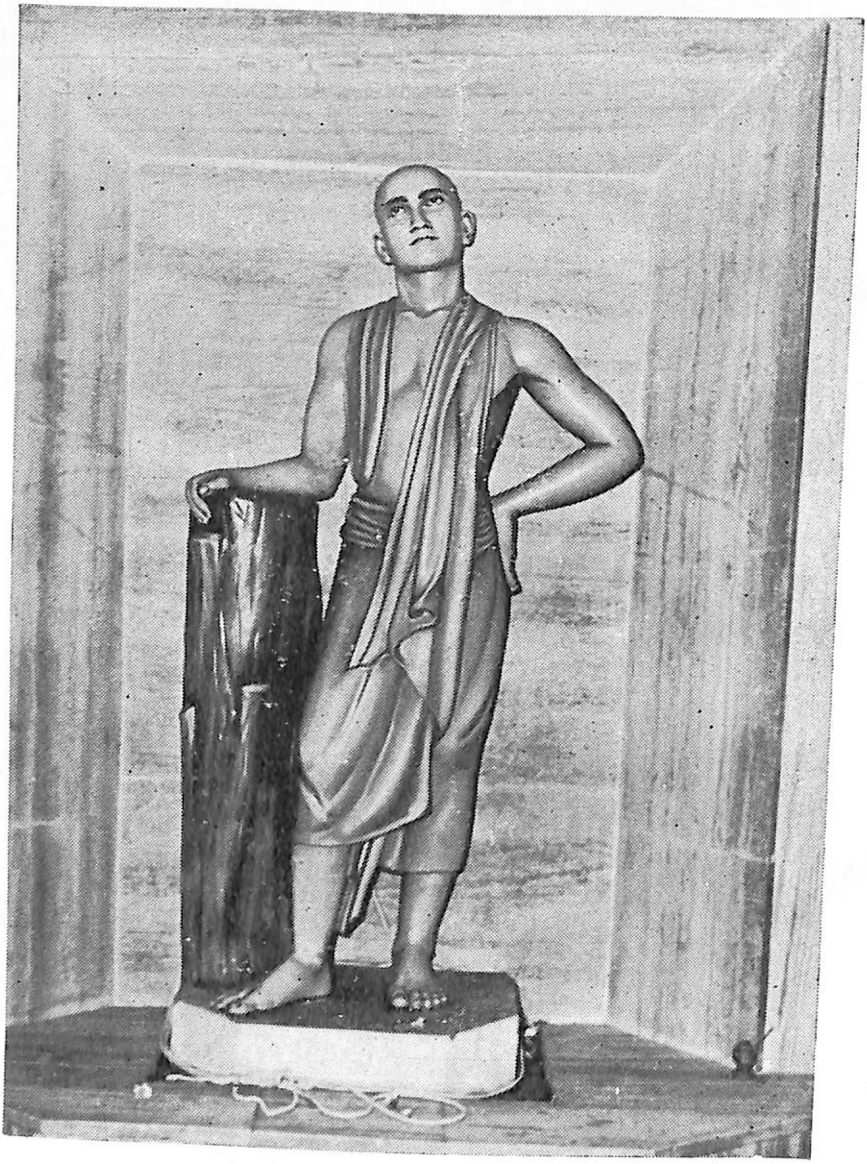
رام تیرتھ کیندر سہارنپور میں
(15 مئی 1972ء) رام تیرتھ ہال کا
سنگِ بنیاد رکھنے کی رسم ادا کرتی ہوئی
(بیل دار ساڑھی پہنے ہوئے) شریمتی
دروپدی دیوی تلواڑ اور ان کے
پیچھے پہلی قطار میں (سب سے آخر
میں جاکٹ پہنے ہوئے) کھڑے ہیں
اُن کے فرزند بھگت مدن لال تلواڑ
شری بالیشور۔ شریمتی موکراج سنگھ
تلواڑ۔ شریمتی ماسٹر ٹکند لال کرنوال
شری وجے کمار تلواڑ (سپُتر
شری رتن لال تلواڑ) شری
موکراج سنگھ تلواڑ (سب سے
بڑے فرزند) و ماسٹر ٹکند لال کرنوال



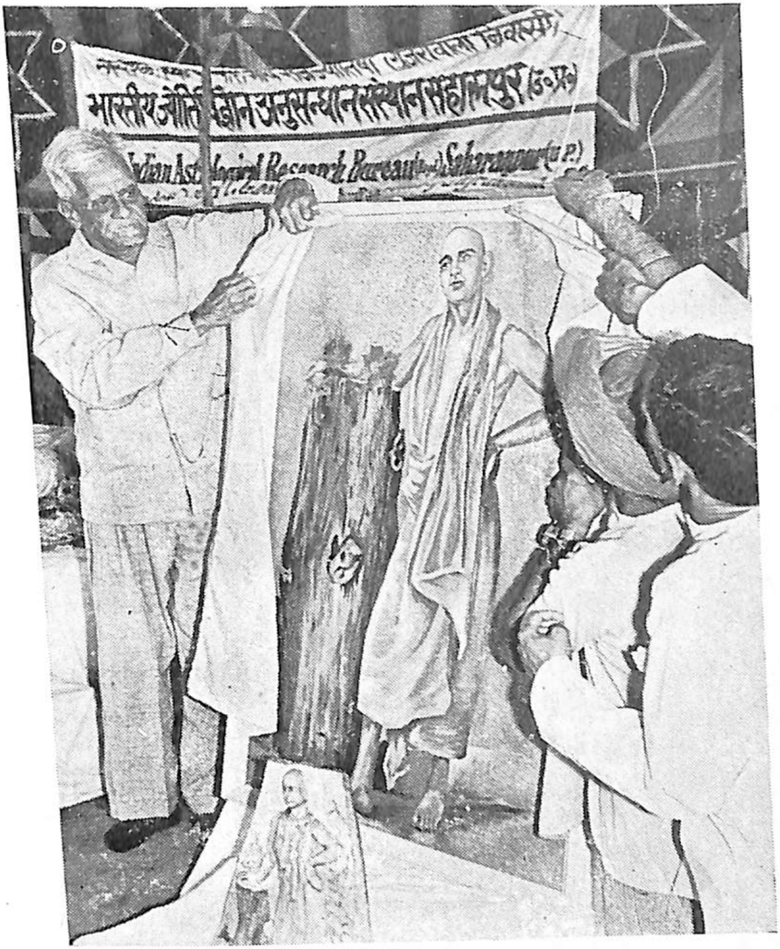
سوامی رام تیرتھ نگر (سوامی رام تیرتھ روڈ) سہارنپور میں واقعہ رام تیرتھ ہال کا بیرونی منظر



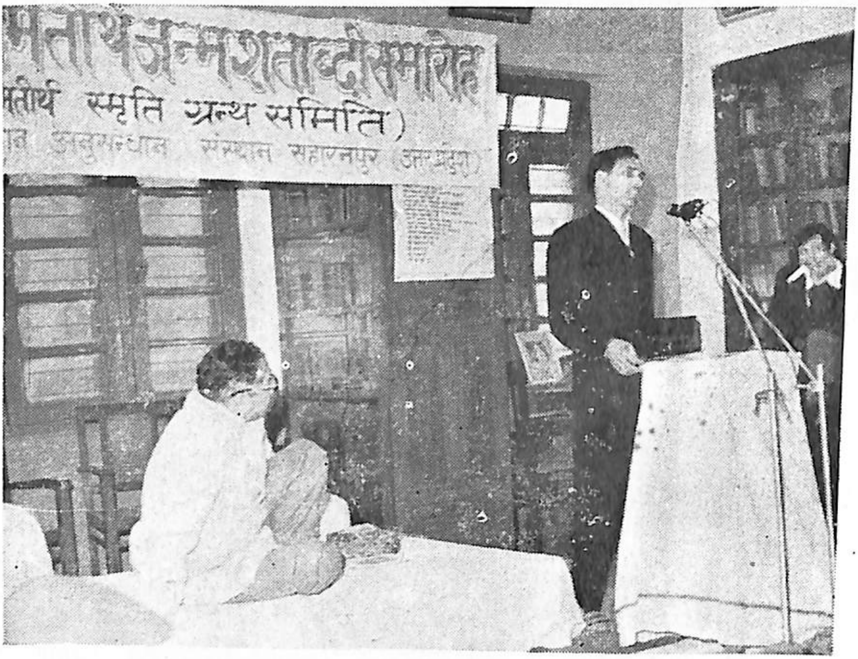
رام تیرتھ ہال (رام تیرتھ کیندر سہارنپور) میں سوامی رام تیرتھ کا
تیس 30 من وزنی سفید پتھر کا قدِ آدم مجسمہ (نزدیک سے)



رآم تیرتھ ہال (رام تیرتھ کیندر. سہارنپور) میں سوامی رآم تیرتھ. کا
(رام بادشاہ) کا قدِ آدم مجسمہ



رام تیرتھ کیندر سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ کے پہلے یادگاری جلسہ
(مورخہ ۱۱ اپریل 1973ء) کے موقعہ پر سوامی رام تیرتھ کی قدِ آدم تصویر
کی نقاب کشی کرتے ہوئے محترم شری اکبر علی خان (گورنر اتر پردیش)
ساتھ میں کھڑے ہیں آچاریہ کیدار ناتھ پربھاکر مصنف "رام بادشاہ"
و تصویر تیار کرنیوالے آرٹسٹ سردار ہرچرنجیت سنگھ آلیا ہوشیار پور



جموں کے رام کرشن سیوا آشرم میں (فروری سنہ 1974ء)
سوامی رام تیرتھ کی یاد میں مُنعقد جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے
مصنف "رام بادشاہ" آچاریہ کیدار ناتھ پربھاکر سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔
جسٹس دیوی داس ٹھاکر (ہائیکورٹ جموں و کشمیر)

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ (مرحوم) کے زیر اہتمام سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ سمتی سہارن پور کے لئے
سرینگر میں منعقد جلسہ کی بابت اخباروں میں شائع شدہ خبریں۔

हिन्दुस्तान
नई दिल्ली, शनिवार (अधिक) भाद्रपद

स्वा० रामतीर्थ तपस्वी फकीर थे : शेख अब्दुल्ला

[illegible]

Daily ECONOMIC POST
Vakil Building Srinagar 2 (Kashmir)
Vol: 11 Srinagar Aug. 10 1974. No. 128

Important News

I am Here to Protect Humanity Sheikh Mohamad Abdullah

L P S (Liberal Press Service)

Srinagar August 8, a meeting of the swami Rama Tirth Committee was heled at Abidan and Home Ram bagh srinagar today under the president ship of committee's State president Sheri Kashmir Sheikh Mohamad Abdullah ... who attended the meeting were ... like sarv Shri Dr. ... Geni Dar, Nazir ... Rajni Sarder Moti ... Nisar Ahamad Naz... and N... of ... ical p... in his ... dom... them ... so spe... acc... a Ram... ised w... e by ... he all ... Mohan... thank... visit ... inv... eculars ... prote... tion in this beh... all the people ... country. Sher... veloped countries can boast upon material progress, we can also boast on cultural richness. If world wants to move from darkness to light then it has to our honour cultural richness and religious teachings. He also said that we should pay right tribute to Swamiji if we follow his sayings and doings in letter and spirit. All the participants of meeting were served with delicious tea by Shri Dharam Vir Batara.

HIND SAMACHAR
Phones Office 3351 Res. 3369 JULLUNDUR
ہند سماچار جالندھر
جلد 27 منگل وار 13 اگست 1974ء

سرینگر میں سوامی رام تیرتھ وچار گوشٹی
شیخ عبداللہ کی تقریر

[illegible]

THE DAILY "MILAP" NEW DELHI
मिलाप
ملاپ
(روزانہ)
Dated 21-8-74
قیمت فی پرچہ 30 پیسے
بدھ وار 21 اگست 1974ء

سرینگر میں سوامی رام تیرتھ وچار گوشٹی

[illegible]



سوامی رام تیرتھ ادھیاتمک ست سنگ (رام تیرتھ
کیندر سہارنپور) کے افتتاح (22 جولائی 1976ء کے
موقعہ پر - کرسی پر (بائیں سے) شری کنہیا لال بھر پربھاکر
شریمتی سرلا کمار - شری راجندر کمار آئی۔اے۔ایس
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سہارنپور - اب مرحوم) شری مولراج سنگھ تلواڑ
کھڑے ہوئے (بائیں سے) شری چمن لال اروڑہ۔ شری امر سنگھ موگیا
شری اکھلیش۔ شری روشن لال سودھی۔ شری ہنسراج درمانی
شری وشوا ناتھ پربھاکر (برادر مصنف رام بادشاہ)
لولو سوامی رام تیرتھ۔ پنڈت درگا داس ڈوگرہ۔ اور
شری نریندر کمار تلواڑ - نیچے بیٹھے ہوئے - (بائیں سے)
شری جگدیش گلہوترہ۔ شری فیروزی لال جیسوال۔
شری بھارت اندو سیٹھ (گلے میں مالا پہنے ہوئے)
آچاریہ کیدارناتھ پربھاکر (مصنف رام بادشاہ)
شری لوکناتھ بھتیجہ۔ بھگت مدن لال تلواڑ اور شری نیکی رام گمبھیر



رام تیرتھ کیندر سہارنپور میں مورخہ ۱۹ر جولائی سنہ 1976ء کو سوامی رام تیرتھ کے ایک یادگاری جلسہ کے موقعہ پر محترم ڈاکٹر ایم ۔ چینا ریڈی (گورنر اتر پردیش) کو سوامی رام تیرتھ کے متعلق حاصل کردہ نایاب لٹریچر کی فہرست دکھاتے ہوئے آچاریہ کیدار ناتھ پربھاکر (مصنف رام بادشاہ)۔ اُن کے ساتھ (تھوڑا ہٹ کر) سوامی رام تیرتھ کے چھوٹے فرزند (اب مرحوم) گوسوامی برہمانند بی۔ اے ، ایل ایل بی (سابق مجسٹریٹ) تشریف فرما ہیں

سوامی رام تیرتھ کے لٹریچر کو مختلف زبانوں میں شائع کرنے کیلئے
مصنف "رام بادشاہ" کو مدعو کرنیوالے



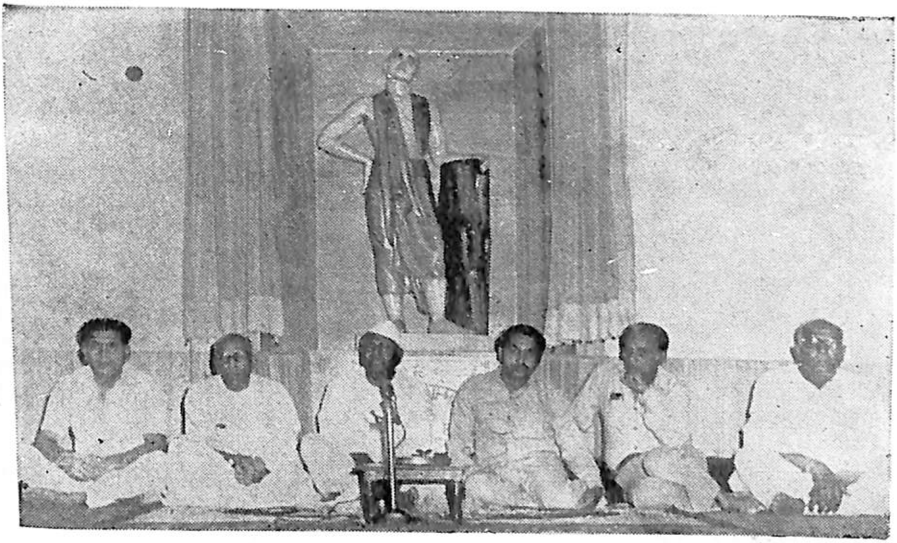
شری گنپت راؤ دیوجی تپاسے
(گورنر ہریانہ)



شری اے۔ این۔ ہاکسر



"جن نیتا" شری رامچندر وکل



مورخہ ۹ر جون ۱۹۸۱ء کو رام تیرتھ ہال۔ رام تیرتھ کیندر (سہارنپور) میں منعقد جلسہ صُلح کُل کے موقعہ پر سٹیج پر بائیں طرف سے شری آر۔ ڈی۔ سونکر آئی۔ اے۔ ایس (کمشنر میرٹھ ڈویژن) ہندی جرنلزم و ہندی ادب کی نامور شخصیت شری کنہیا لال مصر "پربھاکر" (سہارنپور)۔ مائیک کے سامنے شری جی۔ ڈی تپاسے (گورنر ہریانہ) شری حسن یُوسف (سکریٹری سفارت خانہ پاکستان۔ نئی دہلی) صدر جلسہ (ٹھوڈی پر ہاتھ رکھے ہوئے) شری راجندر ملہوترہ۔ چیرمین شامِ بہار (انڈو پاک مُشاعرہ) ٹرسٹ انبالہ چھاؤنی اور چشمہ پہنے ہوئے (آخر میں) شہید بھگت سنگھ کے برادر سردار کُلتار سنگھ (سابق وزیر اُتر پردیش)۔

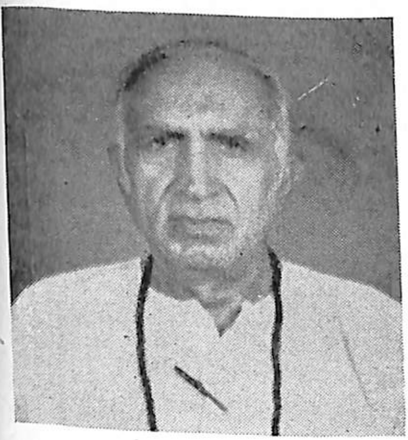


دربار ماتا ویشنو دیوی (جہاں سوامی رام تیرتھ سنہ 1895ء
میں تشریف لیگئے تھے۔ کی پوتر گپھا کے باہر دفتر اڈکا فنڈ
دھرمارتھ ٹرسٹ میں اُن کی یاد کو برقرار رکھنے کے مقصد
سے پنڈت پریم ناتھ کھجوریا شاستری (دھرمارتھ ٹرسٹ
دربار ویشنو دیوی) کو جولائی سنہ 1981ء میں سوامی رام تیرتھ
کی تصویر بھینٹ کرتے ہوئے مُصنّف "رام بادشاہ"
آچاریہ کیدار ناتھ پربھاکر (بانی و صدر رام تیرتھ کیندر سبھا پنچ)
ٹوپی پہنے ہوئے کھڑے ہیں پنڈت مست رام شرما
(دھرمارتھ ٹرسٹ) و شری سر دیشور ناتھ پربھاکر (لپسر
آچاریہ کیدار ناتھ پربھاکر —

"رام بادشاہ" شائع کرنے میں یوگ سنت رام تیرتھ گرنتھ سمتی" کے مددگار



شری کے۔ ایل۔ سہگل



شری بلدیو سہائے رشی



لالہ فتح چند سیٹھ ہیرا لال شری سریندر پال

وزیر آباد (ضلع گوجرانوالہ) نواسی (داماد) مرحوم لالہ جگت نرائن (سابق وزیر پنجاب و بانی اور سابق ایڈیٹر اردو روزنامہ "ہند سماچار" و ہندی روزنامہ پنجاب کیسری۔ مورخہ یکم نومبر ۱۹۷۸ء کو سہارنپور تشریف لائے تھے۔ وہ اکھل بھارتیہ سوامی رام تیرتھ سمارک سمار وہ سمتی کے اُن دنوں چیرمین تھے۔ رام تیرتھ ہال میں اُن کا پُر زور سواگت کیا گیا تھا۔

گورنر ہریانہ کا رام تیرتھ ہال میں تشریف لانا

سوامی رام تیرتھ ادھیاتمک ست سنگ کے چوتھے

سالانہ جلسے پر مورخہ 22 جولائی ۱۹۸۰ء کو جناب جی۔ ڈی۔ تپاسے (گورنر ہریانہ) چنڈی گڑھ سے سہارنپور تشریف لائے تھے۔ انہوں نے سوامی رام تیرتھ گرنتھ سمتی کیلئے رام تیرتھ کیندر کو مبلغ چار ہزار روپے گورنمنٹ ہریانہ کی جانب سے بطور امداد دینے کی کرپا کی تھی۔ اس موقعہ پر رام تیرتھ کیندر میں ایک مہمان خانہ کی تعمیر کا سنگ بنیاد جناب کے۔ این۔ سنگھ۔ آئی۔ اے۔ ایس (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ سہارنپور) نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا۔

صُلحِ کُل

مورخہ ۲۱ جون ۱۹۸۱ء کو زیر صدارت شری آر۔ ایل ملہوترہ (چیرمین شام بہار (انڈو پاک مشاعرہ) ٹرسٹ انبالہ چھاؤنی) رام تیرتھ ہال میں مغلِ اعظم اکبر کے فرمان "صُلح کُل" کی چار سو سالہ یادگار کے سلسلے میں صُلح کُل کا جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔

جناب جی۔ ڈی تپاسے (گورنر ہریانہ) اِس کا اُدگھاٹن کرنے چنڈی گڑھ سے تشریف لائے تھے۔ جناب حسن یوسف (سیکنڈ سکریٹری سفارت خانہ۔ پاکستان۔ نئی دہلی) جلسہ کے مہمان خصوصی تھے۔ شری آر۔ ڈی۔ سونکر آئی۔ اے۔ ایس (کمشنر میرٹھ) و امر شہید سردار بھگت سنگھ کے بھائی سردار کلتار سنگھ سابق وزیر اتر پردیش) اور شری بابد لیو مہابے رشی (مینیجر بابا کالی کملی والے پنچایت کھیتر رشی کیش) جلسے میں تشریف لائے تھے۔

راقم الحروف نے جلسہ میں سوامی رام تیرتھ کی تحریر "اکبر دلی" کو پڑھ کر سُنایا تھا جس میں اُنہوں نے "صُلح کُل" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسکے علاوہ سرپرست جلسہ شری کنہیا لال مصر "پربھاکر" و پروفیسر محمد سلیمان و ڈاکٹر شیخ الہند مولانا محمود الحسن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سہارنپور) نے بھی تقاریر فرمائی تھیں۔ اور شری گُرشرن پال سنگھ ایڈیٹر "بے بس" نے اس

موقعہ پر صُلح کُل پر ایک غزل پڑھ رہی تھی۔ اور شری گوردھن لال تلوار، ترشول رجسٹر ائٹر شری سہارنپور نے سہارنپور کی دوڈ کا رونگ انڈسٹری کا ایک بے نظیر تحفہ۔ تاج محل۔ رام تیرتھ کیندر کی جانب سے جناب حسن یوسف کو بھینٹ کیا تھا۔ شری روشن لال سوڈھی (کیپٹل کلاس) ہاؤس سہارنپور و شری ڈی۔ ایس کھیرہ۔ ایڈووکیٹ (سپروائزر سہارنپور) کی بھی اس موقعہ پر کی گئی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔

سوامی رام تیرتھ کے دوست جناب علامہ اقبال کے صاحبزادے جناب جسٹس جاوید اقبال نے لاہور (پاکستان) سے اس موقعہ پر انسانیت کے نام ایک خاص پیغام بھیجا تھا جو حسب ذیل ہے:

"محترمی و مکرمی جناب کیدار ناتھ پربھاکر صاحب سلام و دعا!

آپ کا خط اور رام تیرتھ کیندر کے زیر بندوبست "صُلح کُل" کے جلسہ میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہو گئے۔ جن کے لئے میں آپ کا بیحد ممنون ہوں۔ میرے لئے جلسہ میں شریک ہو سکنا تو ممکن نہیں لیکن خدا سے دعا ہے کہ سوامی رام تیرتھ کے روحانی تصرف کے طفیل آپ کا جلسہ کامیاب ہو۔ اور بھارت کی سرزمین اور دنیا بھر میں ہر کوئی صُلح و آشتی سے اپنی زندگی بسر کرے۔

ہم لوگ جس زمانہ میں رہ رہے ہیں، اُس میں ہر طرف تشدد ہی تشدد دکھائی دیتا ہے۔ مادہ پرستی کی دوڑ میں ایکدوسرے پر سے اعتبار بالکل اُٹھ گیا ہے۔ رُوحانیت کے اعتبار سے یہ زمانہ بڑا تہی دست ہے۔ اسلئے مروّت۔ اخلاص۔ محبت اور رواداری کا نام و نشان مٹتا جا رہا ہے۔ آدمی آدمی کے خون کا پیاسا اور قوم، قوم کی دشمن ہے۔ یہ زمانہ انتہائی تاریکی کا ہے۔ لیکن تاریکی سدا نہیں رہ سکتی۔ روشنی ضرور آئے گی۔ کیا عجب کہ خدا کے فضل اور سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستیوں کے رُوحانی تصرف کے ذریعہ نبی نوع انسان ایکبار پھر ایک دوسرے اور تمام عالم کے لئے رحمت بن جائے۔

جب کبھی مجھے موقعہ ملا، میں رام تیرتھ ہال پہنچوں گا۔ اور آپ لوگ لاہور تشریف لاویں تو مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوگی۔"

خیر اندیش
جاوید اقبال

ہائی کورٹ۔ لاہور
مورخہ ۶ جون سنہ 1981ء

دیوبند۔ امرتسر و گنگوہ میں رام تیرتھ سیوا سدن کی ستھاپنا

سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ کے عملی ویدانت کا جس جوش و خروش سے پرچار ہُوا اُس سے متاثر ہو کر بھگت ملکھراج گمبھیر نے ۱۹۷۶ء میں دیو بند میں۔ شری وشو ناتھ بھاٹیہ نے ۱۹۷۸ء میں امرتسر میں و شری دیوی چند دھنکر اور شری کشن چند اگروال نے ۱۹۸۲ء میں گنگوہ (سہارنپور) میں رام تیرتھ سیوا سدن ستھاپت کر کے سوامی رام تیرتھ کے مشن کے ماتحت جن سیوا (پبلک سروس) کا نیک کام شروع کر دیا۔ جو خوب ترقی پر ہے۔

سوامی رام تیرتھ کے متعلق نایاب لٹریچر کا دستیاب ہونا۔

کھنہ (پنجاب) میں سوامی رام تیرتھ کے بہت پُرانے شیدائی آنجہانی (مرحوم) رائے صاحب رادھا کرشن برما والوں نے راقم الحروف ۱۹۱۵ء میں دہلی سے بزبان اردو شائع شدہ نایاب کتاب "پرم ہنس سوامی رام تیرتھ" بھینٹ کی تھی جس کے لئے میں اُن کے دولت خانے پر خود حاضر ہوا تھا۔ مذکورہ بالا کتاب اُنہوں نے ۱۹۱۵ء میں ہی برما میں منگوالی تھی۔ اِسی طرح محترم شری موہن لال کٹھیالہ (ٹرسٹی لالہ کچن مل کٹھیالہ ٹرسٹ۔ جمنانگر) نے اپنی لائبریری سے سوامی رام تیرتھ کے بزبان انگریزی لیکچروں کے مجموعہ کو راقم الحروف کی لائبریری کے لئے دے دیا تھا۔ جو اس وقت بھارت میں نایاب ہیں۔

شری بدری۔ کیدار کی یاترا

جون ۱۹۸۲ء کے پہلے ہفتے میں راقم الحروف شری بدری ناتھ و شری کیدار ناتھ کی یاترا کو اس غرض سے گیا تاکہ وہ اُن مقامات کا پتہ لگا سکے جہاں آج سے اسّی (۸۰) برس پہلے سوامی رام تیرتھ تشریف لے گئے تھے۔ اس یاترا میں راقم الحروف کے بڑے بھائی شری وشوا ناتھ پربھاکر اور اُن کا تمام پریوار و جگادھری نواسی لالہ فتح چند (اشوکا پروڈکٹس)، لالہ ہیرا لال متل ... گوری شنکر سٹیل انڈسٹریز دہلی، شری چمن لال بانسل ... [illegible] ... اور جگادھری نواسی شریمتی شکتی شرما و

و شری شیام لال شرما سہارنپور سے۔ شری حویلی رام ککر (اشوکا پلاسٹک انڈسٹریز) شری ایس۔ پی مصود سپرنٹنڈنٹ یو۔ پی ایکسائز، و نئی دہلی سے شری رام موہن دیوان (ڈی۔ پیارے لال اینڈ سنز۔ شنکر مارکیٹ) گئے تھے۔ یاترا کے دوران ٹھہرنے اور بھوجن وغیرہ کا تمام پربندھ محترم شری بی۔ سی۔ رشی (مینجر شری 108 کالی کملی والا پنچایت کھیتر رشی کیش) کی جانب سے کیا گیا تھا۔

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ کا مکمل ہونا

نومبر 1972ء سے لیکر نومبر 1981ء تک راقم الحروف سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ لکھنے کے لئے نہ صرف بھارت بلکہ ودیشوں سے بھی رابطہ قائم کرکے سوامی رام تیرتھ کے متعلق لٹریچر، فوٹو اور دستاویز و اسی قسم کا دوسرا اہم میٹریل اکٹھا کرنے میں لگا تار مصروف رہا اور اسمیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ یکم جنوری 1982ء سے راقم الحروف نے مذکورہ بالا گرنتھ کو لکھنا شروع کیا جو وسط مئی 1982ء تک لگ بھگ مکمل ہو چکا تھا کہ راقم الحروف کو شری بدری۔ کیدار کی یاترا کے لئے جانا پڑا۔ اسلئے گرنتھ لکھنے کا کام بیچ میں ہی چھوڑنا پڑا۔

گرنتھ شائع کرنے کے لئے تعاون

سوامی رام تیرتھ سمرتی گرنتھ جو تین جلدوں میں شائع ہوگا جس کے صفحوں کی تعداد ایک ہزار ہوگی اور جس پر لگ بھگ ایک لاکھ پچیس ہزار روپئے خرچ آنے کا اندازہ ہے جس کے لئے خود بخود ہی تعاون ملنا شروع ہو گیا۔ شریمتی سنتوش بھلہ و شریمتی کرشنا رانی بھلہ (بھلہ ہاؤس جمنا نگر) نے مبلغ پانچسو روپیہ و جناب جی۔ ڈی تیاگی سے گورنر (نائب) نے مبلغ پانچ ہزار روپئے اور شری اے۔ این ہاکسر (چیرمین آئی۔ ٹی۔ سی لمیٹیڈ۔ کلکتہ) نے مبلغ پانچ ہزار روپئے نے چیک سنت رام تیرتھ گرنتھ سمتی کے نام بھجوا کر اس نیک کام کی شروعات کرنے میں حصّہ لیا۔ اسی طرح گرنتھ میں استعمال ہونے والے بڑھیا کوالٹی کے کاغذ کا تمام خرچہ (جو لگ بھگ پندرہ ہزار روپیہ ہوگا) جناب بی کے۔ ایل سہگل وائس پریذیڈنٹ بلارپور انڈسٹریز (شری گوپال یونٹ) (شری گرل پیپر ملز جمنا نگر) نے بخوشی اپنے ذمہ لے لیا جس کو وہ اپنے دوستوں اور مہربانوں سے اکٹھا کرکے سمتی کو بھینٹ کریں گے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شری سہگل کو

اِس نیک کام میں نمایاں حصہ لینے کیلئے برادرِ رشی شری خیراتی رام ملہوترہ (سکریٹری بلارپور انڈسٹریز) شری گوپال یونٹ پیپر ڈویژن۔ جمنانگر) نے بھی مدعو کیا۔

سوامی (ماتا) برہم جیوتی آشرم و سوامی گیتانند سادھو کے آشیرواد

اُتر کاشی (ہمالیہ) کے تپسوی مہاتما (ماتا) برہم جیوتی آشرم (باواجی) وانیالہ (ہریانہ) کے تپسوی مہاتما سوامی گیتانند "سادھو" (دیوجی) کے آشیروادوں کا ذکر کرنا بھی اس موقعہ پر نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں مہاتما ودیانت کے مجسم مورتی ہیں اور راقم الحروف کو ہمیشہ ان کی نیک خواہشات نے سوامی رام تیرتھ کے متعلق لکھنے کے لئے ہمیشہ مدعو کیا ہے۔

"سیرِ کشمیر" کا شائع ہونا

سوامی رام تیرتھ نے اگست ۱۸۹۹ء میں کشمیر کی سیر فرمائی تھی اور انہوں نے وہاں کا تمام حال خود اپنی قلم سے "سیرِ کشمیر" کے عنوان سے لکھا تھا۔ راقم الحروف نے 8 اگست ۱۹۷۶ء کو شیخ محمد عبداللہ (اب مرحوم) کو مذکورہ بالا تحریر کی چند سطریں ہی سُنائی تھیں کہ وہ مستی میں جھوم اُٹھے اور کہنے لگے کہ آپ اسے الگ سے ایک کتابچہ کی شکل میں اردو میں شائع کریں۔ چنانچہ راقم الحروف نے جب "سیرِ کشمیر" کو شائع کرنے کا کام ستمبر ۱۹۸۲ء میں اپنے ہاتھ میں لیا تو جناب شیخ صاحب اس فانی دُنیا سے انہیں دنوں رخصت فرما گئے۔ لہٰذا "سیرِ کشمیر" کو اُن کی یاد میں مورخہ 2 اکتوبر ۱۹۸۲ء یعنی جنم دن راشٹرپتا مہاتما گاندھی شائع کرنا پڑا۔ جسے کے۔ این سنگھ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سہارنپور نے رام تیرتھ ہال میں ریلیز کیا۔

پاکستان میں سوامی رام تیرتھ کے شیدائی

جولائی ۱۹۸۲ء میں گوجرانوالہ (پاکستان) سے میرے مرحوم والد صاحب پنڈت گوری ناتھ راج جیوتشی گوجرانوالیہ کے خاص عزیز محترم بھائی قاضی محمد بشیر نے حکیم حاجی محمد عبدالکریم (کوٹ بے سنگھ ضلع گوجرانوالہ) کے ہاتھ ایک پیغام بھیجا جسمیں اُنھوں نے ہمارے تمام پریوار کی خیر خبر معلوم کی تھی راقم الحروف نے اُن کے جواب میں حاجی صاحب کے ذریعہ ایک پیغام گوجرانوالہ میں قاضی صاحب کو بھجوایا اور دوسرا سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش مُرالی والہ (نزد کوٹ بے سنگھ) میں ایک کارڈ بھیجا جس پر

سوامی رام تیرتھ کی مشہور نظم ــــ یہ سیر کیا ہے عجب انوکھا کہ رام مجھ میں اور میں رام میں ہوں۔ چھپی ہوئی تھی۔ حاجی صاحب نے مرالی والہ جا کر اس کارڈ کو سوامی رام تیرتھ کے شیدائی محترم ایم۔ اللہ بسرا (کتب فروش) کے ہاتھ میں تھما دیا۔ بس پھر کیا تھا جناب بسرا صاحب نے راقم الحروف کو خط ارسال کیا اور سوامی رام تیرتھ کے متعلق بزبان اردو ایک کتاب بھیجنے کے لئے مجھ کو لکھا۔ راقم الحروف نے انھیں ایک کتاب بذریعہ ڈاک بھجوا دی۔ میری درخواست پر مسٹر بسرا نے مجھے مرالی والہ کی قدیم ہسٹری اور سوامی رام تیرتھ کے متعلق بہت سی اہم معلومات اور سوامی رام تیرتھ کے جائے پیدائش والے مکان و اُس زمانہ کی پرائمری اسکول و مرالی والہ کے فوٹو اور ضلع گوجرانوالہ کے نقشے ارسال کئے۔ اُن کا ہر ایک خط سوامی رام تیرتھ کی یادوں سے لبریز ہوتا تھا۔ ایسے ہی لیہ (پاکستان) سے سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر مرحوم مولوی محمد حسین خاں آزاد کے پسر جناب خضر خاں صاحب نے مجھے اپنے محترم والد صاحب کا فوٹو ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ بڑی محبت سے راقم الحروف کے خط کا جواب بھی دیا۔ قاضی محمد بشیر جناب اللہ دتا بسرا و جناب خضر خاں نے سوامی رام تیرتھ کے لئے اپنے خطوں میں مندرجہ ذیل بن الفاظ سے اپنی دلی عقیدت ظاہر کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

"........ پاکستان بننے سے پہلے یہاں مرالی والہ میں سوامی جی کی یاد میں میلہ لگتا تھا تو بھارت سے بہت دور دور تک کے آدمی یہاں آتے تھے اور تین دن تک قیام کرتے تھے اور سوامی جی کے لکھے ہوئے بہت سے لٹریچر لے جاتے تھے۔ وہاں پر مسلمان، ہندو، سکھ وغیرہ اکٹھے شامل ہوتے تھے۔ بزرگ ہوں تو ایسے ہوں۔ سوامی رام تیرتھ صاحب زندہ باد۔ مرالی والہ زندہ باد۔"

قاضی محمد بشیر محلہ داتا بخش۔ گوجرانوالہ

"........ یہ ساری برکات و تاثیر اس زمین (جنم بھومی) ہواؤں، فضاؤں میں رچی بسی ہیں جس میں تیگ سنت شرمیان جناب سوامی رام تیرتھ جی نے سانس لیا۔ پھر اُس مکتب میں جس مکتب میں تیگ سنت شرمیان سوامی رام تیرتھ جی پڑھتے، ہم نے اُسی مکتب کی دہلیز کو کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا جس دہلیز پہ بنا ہ سوامی جی کے پاؤں کے نشان نقش

اب تک باقی ہیں۔ مکتب کا بوڑھا پیڑ (پیپل کا درخت) آج تک جوان کھڑا ہے جس کے نیچے سوامی رام جی بیٹھ کر سبق پڑھا کرتے تھے۔ سوامی رام جی کے پڑھے ہوئے الفاظ کو ابتک دہرا رہا ہے۔ ہم نے بھی اسی پیڑ کے نیچے بیٹھ کر کچھ دن پڑھا۔ پھر اُن گلیوں کی برکت ہے جس میں سوامی رام جی نے رینگنا سیکھا۔ ہم نے بھی انھیں گلیوں میں چلنا پھرنا سیکھا۔ سوامی رام جی نے جس گاؤں میں توتلی زبان میں بولنا سیکھا اُسی گاؤں میں ہم بھی پل کر جوان ہوئے ہیں جس میں سوامی رام تیرتھ جی پیدا ہوئے تھے۔ اُسے امریکنوں نے کئی ایک بار دیکھا اور مسرت و انبساط سے ایک ایک اینٹ کو بوسہ دیا۔ بھارت کے نواسیوں نے کئی ایک بار اور ہم نے لاتعداد بار دیکھا۔۔۔۔۔"

ایم اللہ دتا بسرا۔ مُرالی والہ

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔والد صاحب (جناب محمد حسین آزاد) جناب سوامی رام تیرتھ جی صاحب کے بہت زیادہ زیر اثر اور معتقد تھے۔ سوامی صاحب سے اُن کا دلی لگاؤ تھا۔

سوامی رام تیرتھ صاحب اتنی بڑی روحانی شخصیت تھے کہ الفاظ اُن کی تعریف کرنے کیلئے قاصر ہیں وہ یقیناً ایک اوتار تھے اور پرماتما کی اس دھرتی پر ایک عنایت تھی۔ سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی کے ساتھ میرے والد صاحب کا ذکر آنا یقیناً میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ مَیں آپکے مشن کی کامیابی کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ آپ نے ایک نیک کام کی تکمیل کی ذمہ داری لی ہے۔ مَیں آپکے جذبہ کو سلام کرتا ہوں۔ میری طرف سے جملہ احباب تک نیک تمنائیں پہنچا دیں۔ ۔۔۔۔۔۔"

خضر خاں۔ لیسٹر۔

"رام بادشاہ" کی اشاعت

مذکورہ بالا خطوط کو پڑھ کر راقم الحروف کے دل میں سوامی رام تیرتھ کی زندگی کے حالات (مفصل و مکمل) بزبان اردو لکھنے کی اُمنگوں نے زور پکڑ لیا۔ اس سے پیشتر بھی جناب علاّمہ اقبال کے لیسر جناب جسٹس جاوید اقبال نے لاہور (پاکستان) سے مورخہ 5 فروری 1979ء کے ایک خط میں راقم الحروف کو لکھا تھا۔ "۔۔۔۔۔۔ سوامی جی (سوامی رام تیرتھ) کا صوفیوں میں بڑا مرتبہ ہے اور مسلمان بھی اُن کی روحانیت کے قائل تھے۔ گو پاکستان میں اُن کے بارے میں معلومات

زیادہ نہیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" چنانچہ راقم الحروف نے ہندی کے سمرتی گرنتھ کو وہیں چھوڑ کر اردو میں "رام بادشاہ" کے عنوان سے ایک کتاب 17 اکتوبر 1982ء (سوامی رام تیرتھ کا یوم وفات) کو لکھنی شروع کی اور دیوالی کے دوسرے روز مورخہ 16 نومبر 1982ء (جس دن سوامی رام تیرتھ کا جنم ہوا تھا) کی دوپہر کو اِسے تکمیل کرکے ہی سانس لیا۔ راقم الحروف کو ان کاموں میں روزانہ آٹھ سے دس گھنٹے تک متواتر لکھنے کا کام کرنا پڑا۔ لیکن وہ گھبرایا نہیں کیونکہ راقم الحروف کے کانوں میں سوامی رام تیرتھ کے مندرجہ ذیل الفاظ ہر وقت گونجتے رہتے تھے۔

اگرچہ قطب بھی جگہ سے ٹلے تو ٹل جائے
اگرچہ بحر بھی جگنو کی دُم سے جل جائے
ہمالہ باد کی ٹھوکر سے گو پھسل جائے
اور آفتاب بھی قبل عُروج ڈھل جائے
کبھی نہ صاحبِ ہمت کا حوصلہ ٹوٹے
کبھی نہ بھولے سے اپنی جبیں پہ بل آئے

یہ حقیقت ہے کہ سوامی رام تیرتھ کے کلام میں وہ جادو ہے کہ جو بھی اُسے پڑھنا شروع کرتا ہے وہ بھی اُسی میں کھو جاتا ہے۔ یعنی پھر اس کی قلم لکھنے سے جواب دے دیتی ہے
جناب رشی شرون لال نے اِس بارے میں درست ہی فرمایا ہے ؎

جب رام کو وِچار گئے خود رام ہو گئے
گنگا میں اپنے آپ کو تم بھی ڈبو گئے

سوامی رام تیرتھ نے بھی اِس بارے میں خود ایک جگہ لکھا ہے ؎

"آتے آتے مجھ تلک یونہی تو تم ہو جاؤ گے ؛ آپ کو پکڑو۔ اگر چاہو مجھے پکڑو کوئی"

متواتر نو سال تک "رام بادشاہ" کے کلام کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو پکڑنے کی کوشش کرنے کے بعد دسویں سال میں راقم الحروف اِس قابل ہوا تھا کہ اُن کے بارے میں کچھ قلمبند کر سکے۔ بقول سوامی رام تیرتھ اِس کی دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے ؎

"یہ حسن کہ پہلے ہم عاشق کو اپنے آزماتے ہیں ؛ بُلاتے ہیں۔ ستاتے ہیں۔ رُلاتے ہیں۔ ہلاتے ہیں

ہر اک حال میں جب خوب ثابت اس کو پاتے ہیں ⁂ اُسی سے آ کے ملتے ہیں۔ اُسی کو مُنھ دِکھاتے ہیں

"یگ سنت سوامی رام تیرتھ اپنے ہی آئینہ میں" کا شائع ہونا

بھائی رضوان (شیخ رضوان احمد۔ ایم۔ اے۔ ساہتیہ رتن) نے کتاب "رام بادشاہ" کی کتابت کا کام ۱۵ر جنوری 1983ء کو شروع کیا۔ کیونکہ اُن کے پاس پہلے سے ہی ایک کتاب کی کتابت کا کام چل رہا تھا۔ اِس دَوران میں راقم الحروف نے سوامی رام تیرتھ کی تینتیس 33 سالہ زندگی کے ستائیس 27 اہم واقعات (جنھیں ہندی میں سنسمرن کہتے ہیں) کو قلم بند کر کے ایک کتابچہ کی شکل میں بعنوان "یگ سنت سوامی رام تیرتھ اپنے ہی آئینہ میں" بزبانِ ہندی اِسلئے شائع کیا تا کہ عام لوگ بھی اُن کی شخصیت سے آشنا ہو سکیں۔ اِسی غرض سے لگ بھگ ساٹھ 60 صفحوں کے اِس کتابچہ کی قیمت بھی ایک نئے انداز سے مقرر کی جو مندرجہ ذیل ہے:۔

"برائے مہربانی اسے خود پڑھیں اور دُوسروں کو پڑھنے دیں"

مورخہ 30 جنوری 1983ء اپنی یوم شہادت راشٹر پتا مہاتما گاندھی کو جناب جی۔ڈی تپاسے (گورنر ہریانہ) نے مذکورہ بالا کتابچہ کو راج بھون (ہریانہ) چنڈی گڑھ میں ریلیز کیا تھا۔ اِس موقعہ پر (ڈاکٹر) شری کنہیالال مصر "پربھاکر" ڈی۔ لٹ۔ سہارنپور و شری اکھلیش (ایڈیٹر سفت روزہ وِکاس) سہارنپور و راقم الحروف وغیرہ۔۔ وہاں موجود تھے۔

سوامی رام تیرتھ نے تو اپنا گرنتھ یعنی "رام بادشاہ" اور "راشٹر پتا" رام تیرتھ لکھوانا ہی تھا۔ میری یہ از حد خوش قسمتی ہے کہ اُنھوں نے یہ نیک کام راقم الحروف سے کروایا۔ مجھے اس سے بھی زیادہ خوشی تب ہوگی جب نہ صرف بھارت بلکہ پاکستان اور تمام دُنیا میں رہنے والے سوامی رام تیرتھ کے شیدائی اُن کے کلام سے فیضیاب ہوں گے۔ جس کے لئے میرا پرماتما کو دھنیہ واد ہوگا۔

رام کے چرنوں کی دُھول

کیدار ناتھ پربھاکر

رام تیرتھ کیندر، سہارن پور

مورخہ یکم فروری 1983ء

جو دِل کو تم پر مٹا چکے ہیں

از قلم تیاگ سنت سوامی رام تیرتھ

جو دِل کو تم پر مٹا چکے ہیں
مذاقِ اُلفت اُٹھا چکے ہیں
وہ آپنی ہستی مٹا چکے ہیں
خدا کو خود ہی میں پا چکے ہیں — جو دِل کو تم پر

نہ سوئے کعبہ جھکاتے ہیں سر
نہ جاتے ہیں بُتکدہ کے در پر
انھیں ہیں دیر و حرم برابر
جو تم کو قبلہ بنا چکے ہیں — جو دِل کو تم پر

نہ ہم سے پیارے چھڑاؤ داماں
نہ دیکھو باغ و بہار و بُستاں
کب اُن کو پیارے ہیں حور و غلماں
جو تم کو پیار بنا چکے ہیں — جو دِل کو تم پر

سُنا رہی ہے یہ دِل کی مستی
مٹا کے اپنا وجودِ ہستی
مریں گے یار و طلب میں حق کی
جو نام طالب لکھا چکے ہیں — جو دل کو تم پر

نہ بول سکتے ہیں کچھ زباں سے
نہ یاد اُن کو ہے جسم و جاں سے
گذر گئے ہیں وہ ہر مکاں سے
جو اُس کے کوچہ میں آ چکے ہیں — جو دِل کو تم پر

گرا ور اپنا بھلا جو چاہو
تو رام اپنے سے کہہ سناؤ
بھلا رکھو یا بُرا بناؤ
تمہارے اب ہم کہا چکے ہیں — جو دل کو تم پر

یاد

ازقلم بھائی پورن سنگھ (مرحوم)

(بھائی پورن سنگھ (مسٹر پورن) سوامی رام تیرتھ کے نزدیک ترین عزیزوں میں سے ایک تھے۔ اُنھیں سوامی رام تیرتھ کی خدمت میں ٹوکیو (جاپان) متھرا۔ پُشکر راج ہردوار۔ وسشٹ آشرم (ہمالیہ) میں متواتر کئی روز تک رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ سوامی رام تیرتھ کے برہم لین یعنی زندہ جاوید ہو جانے کے چند ماہ بعد اُنہوں نے بزبان اردو ایک مضمون "سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی عملی زندگی پر طائرانہ نظر" کے عنوان سے اپنے ذاتی تجربوں کی بنا پر لکھا تھا جو مورخہ 25 جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو رسالہ "ست اُپدیش" (لاہور) میں شائع ہوا تھا۔ ناظرین "رام بادشاہ" بھی اُس سے فیضیاب ہو سکیں۔ اس لئے سوامی رام کے پیارے پورن کا وہ پیارا مضمون پیش خدمت ہے۔)

کیدارناتھ پربھاکر

حُباب جسم لاکھوں مر مٹے۔ پیدا ہوئے مجھ میں
سدا ہوں بحر واحد۔ لہر ہے دھوکہ فراواں کا

رام کے من کی ترنگوں میں کون و مکان غرقاب ہوتے تھے۔ اس چھوٹے سے جسم میں گویا عشق الٰہی کا طوفان ٹوٹ پڑا تھا۔ ہر وقت وہاں تو ایک قسم کی گھنگھور گھٹا چھائی رہتی تھی۔ آنند کی جھڑی برستی تھی مستی مجسم رام گاتا تھا۔

ہستی و علم ہوں۔ مستی ہوں۔ نہیں نام مرا
خود پرستی و خدائی ہے یہ بس کام مرا
چشم لیلیٰ ہوں۔ دلِ قیس و دست فرہاد
بوسہ دینا ہو تو دے لے ہے لبِ جام مرا

نوٹ:- اس مضمون میں جس قدر شعر اور ترنگیں ہدیۂ ناظرین کی گئی ہیں وہ سب رام کی اپنی شیریں زبان سے نکلی ہوئی ہیں۔ (پورن)

گوشِ گل ہُوں۔ رُخِ یوسف۔ دمِ عیسیٰ۔ سرِ سرمد
ترے سینے میں بسوں ہُوں ہے وہی بام مرا
حلقِ منصور۔ تنِ شمس و عِلمِ عُلماء
واہ وا بحر ہُوں اور بُلبُلا اِک رامؔ مرا

کسی نے جو کچھ سوال کیا تو رامؔ کھِل کھِلا کر ہنسے۔ اے لو۔ منٹوں تک رامؔ کے قہقہے بجلی کی طرح چمکتے بجلی ہی کی رفتار سے سوال کنندہ کے بند دروازوں کو وا کرتے ہوئے اُس کے دِل کو نورٌ علیٰ نورٌ میں ڈبو دیتے تھے۔ کیسا جواب، اور کیسا سوال! رامؔ کے آنند کے آنسو چل رہے ہیں۔ آنکھیں بند ہیں اور زبان گاتی ہے۔

بانکی ادائیں دیکھو۔ چند کا سا مکھڑا پیکھو
بادل میں بہتے جل میں وایُو میں میری لٹکیں
تاروں میں نازنیں میں موروں میں میری مٹکیں
چلنا ٹھمک ٹھمک کر بالک کا رُوپ دھر کر
گھونگھٹ ابر اُلٹ کر ہنسنا یہ بجلی بن کر
شبنم گُل اور سُورج چاکر ہیں تیرے پد کے
یہ آن بان سج دھج اے رامؔ! تیرے صدقے

رامؔ کے پاس بیٹھنا بس زندگی کو از سرِ نو تر و تازہ کرنا تھا۔ نئی اُمیدوں سے چھاتی دھڑکنے لگتی تھی۔ نئے خیال اُس کو دیکھتے ہی سُوجھ پڑتے تھے۔ نیا طرزِ بیان نئی چال۔ نئی ڈھال رامؔ ہر ایک کو مرحمت فرماتے تھے۔ وہ چھوٹا سا دِل ہر دم یُوں پکارتا تھا۔

۵ ہر حشیم۔ ہر شے۔ ہر بشر۔ ہر فہم۔ ہر مفہوم مَیں
ناظر۔ نظر۔ منظور مَیں۔ عالِم ہُوں مَیں معلوم مَیں
ہر آنکھ میری آنکھ ہے ہر ایک دِل ہے دِل مرا
ہاں بُلبُل و گُل مہر و ماہ کی آنکھ میں ہے تِل مرا

ے اِک بُلبُلا ہے مجھ میں سب ایجادِ نَو۔ ایزادِ نَو
ہے اِک بھنور مجھ میں یہ مرگِ ناگہاں اور زادِ نَو

اُن کی پیشانی کا جمال۔ اُن کے چہرے کا جلال۔ اس پژمردہ مُلک میں فرحت آمیز اثر کے لحاظ سے طلوعِ آفتاب کی مانند تھا۔ اکیلا رُنڈ مُنڈ سنّیاسی اپنے گیروا رنگ کپڑوں میں آزادی کا ہر دم بھڑکتا ہوا شُعلہ تھا۔ اُس کے پاس بیٹھنے سے ہر قسم کی غلامی سے طبیعت آزاد ہو جاتی تھی۔

ے اوم کی پُھکنی میں بھر کر بادِ جاں کو دَمبدم
پھُونکتے ہیں ہر گھڑی اک آگ بھڑکانے کو ہم

اُن کی حضوری میں کمینہ پن۔ فکرمندی۔ کمزوری۔ ناداری۔ وغیرہ وغیرہ کے خیالات بھاگتے نظر بھی نہ آتے تھے۔ اُن کی حاضری میں اِنسانی رُوح ہر دم خیالات کے اونچے سے اونچے آسمانوں میں پرواز کرتی تھی جسم پتّھر کی طرح ساکن ہو جاتا تھا۔ ماضی کے تمام خیالات مُستقبل میں ایک طوفانِ نُور کی طرح بِکھر جاتے تھے۔ اور اپنے قالب میں گُزرا ہُوا زمانہ حال کی طرح مُنوّر ہوتا تھا۔ اور مستقبل کو نئے رنگ ملتے تھے۔

ے بدلے گا کوئی آن میں اب رنگِ زمانہ
آتا ہے امن جاتا ہے اب جنگِ زمانہ

ساری کائنات اُس پُر نور دماغ سے نیا لباس اختیار کرتی تھی۔ رآم بادشاہ کے پاس کوئی چیز بغیر رآم کا شاہی خراج ادا کرنے کے حاضر نہ ہو سکتی تھی۔ بیماری۔ ناداری۔ اونچ نیچ جو کچھ حاضر دربار ہوتا تھا۔ اپنا اپنا گیت سُناتا تھا۔ اپنا اپنا راز بتاتا تھا۔ گذشتہ سال ہری دوار میں جب بیمار ہُوئے تو فرماتے تھے کہ بخار بھی رآم کے دربار میں کبھی کبھی آ ہی جاتا ہے۔ اور واجب نہیں کہ اُسے کسی کُشادہ پیشانی اور محبّتِ دِلی سے دیدار نہ ہوں۔ جیسے گنگا وسادھو مہاتماؤں کو ہوتے ہیں۔ چلتے چلتے گر پڑے۔ بولے۔ واہ واہ! دیکھو یہ رآم کا قاصد کیا خط معشوقی لایا ہے۔ آؤ اسے پڑھ لیں۔ ٹھیک اُسی وقت رآم نے اپنی آنکھ دلدارِ حقیقی سے ذرا جھپک لی تھی۔ اور

اے لو۔ دلدار کا تیر سے زیادہ بار کرنے والا خط آیا کون جانے ان رمزوں کو۔ کون قدر کرے اس نزاکت کی۔ کس کی آنکھیں ہیں جو دیکھے اس عجیب ناز و ادا معشوقانہ کو۔ کون کہتا ہے خدا کی چھاتی محبت دنیاوی سے ویسی ہی نہیں ہلتی۔ جیسی کہ دنیا کے لوگوں کی۔ اگر یہ چھوٹا سا دل ایک اینچ بھر اونچا محبت سے ابھرتا ہے۔ تو یقین جانو کہ خدا کا دل کوسوں اچھلتا ہے۔ کوسوں آگے استقبال کو آتا ہے۔ بازو پسار گلے لگاتا ہے۔ ایسا صنم میرا ہے۔ جو کبھی دھوکہ نہیں دیتا ہمیشہ وفادار ہے کبھی اچھا لڑکا بنکر میرے لئے دودھ لاتا ہے کبھی دیوتا بن کر میرے پھیپھڑوں میں ہوا پہنچاتا ہے۔ کبھی کسی رنگ میں کبھی کسی ڈھنگ میں میرا ہی معشوق ہے۔ ہر ایک شئے میں اسی کا دل ہے۔ ہر ایک آنکھ میں اسی کی ٹک ہے۔" یہ رام کا لیکچر ہو لیا۔ اب ورزش کا وقت ہے۔ کوئی بھی ہو تم۔ رام کے ساتھ تمہیں ورزش کرنی پڑے گی۔ اتار دو اپنے دوشالہ کو۔ چھوڑ دو سوالات کو۔ آؤ پہلے رام کے ساتھ ہاتھ میں پھاوڑا لیکر زمین کو تھوڑا گوڑو۔ نہیں تو یہ لو آری۔ اس سے جنگل کی لکڑیاں چیرو۔ تمہارے تپ دق کو آرام کرے گی۔ نہیں تو اٹھاؤ اس گنگا کے پتھر کو۔ اور ڈمبل کی جگہ استعمال کرو۔ یہ کر چکے۔ آؤ اب رام کے ساتھ ناچو۔ کچھ پرواہ نہیں لمبی داڑھی ہو۔ بوڑھے ہو۔ جوان ہو۔ بچے نادان ہو۔ رام کے ساتھ اب آنند سے ناچنا ہی پڑے گا۔ اے لو۔ جنگل میں منگل ہو گیا۔ رام معہ اپنے پاس آئے ہوئے لوگوں کے دھم دھم۔ تھم تھم۔ ناچ رہا ہے۔ تالی پٹتی ہے اور گاتے ہیں۔

اب دیوں کے گھر شادی ہے۔ لو رام کا درشن پایا ہے۔

پاکو بان ناچتے آتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرے۔ ہپ ہپ ہرے

سب خواہش مطلب حاصل ہیں۔ سب خوبیوں سے میں واصل ہوں

کیوں ہم سے بھید چھپاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرے۔ ہپ ہپ ہرے

ہر اک کا انترآتم ہوں میں سب کا آقا صاحب ہوں

مجھ پلئے۔ دکھڑے جاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرے۔ ہپ ہپ ہرے

سب آنکھوں میں میں دیکھوں ہوں۔ سب کانوں میں میں سنتا ہوں

دل برکت مجھسے پاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرے۔ ہپ ہپ ہرے

گہ غشوہ سیمیں برکا ہوں گہ نعرہ شیر ببر کا ہوں
ہم کیا کیا سوانگ بناتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرّے۔ ہپ ہپ ہرّے
میں کرشن بنا۔ میں کنس بنا۔ میں رام بنا۔ میں راون تھا
ہاں وید اب قسمیں کھاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرّے۔ ہپ ہپ ہرّے
سب رشیوں کے آئینہ دل میں۔ میرا نور درخشاں تھا
مجھ ہی سے شاعر لاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہرّے۔ ہپ ہپ ہرّے

کیا سماں بندھ جاتا تھا۔ غم درد۔ دکھ۔ دنیاوی جھنجھٹ۔ ایک دم کافور ہو جاتے تھے۔

سرور و رقص و شادی دمبدم ہے	تفکر دور ہے اور غم کو رم ہے
مبارک ہو طبیعت کا یہ کھلنا	یہ رس بھینی او ستھا جام جم ہے
مبارک دے رہا ہے چاند جھک کر	سلاموں سے کمر میں اس کی خم ہے
پئے جاؤ دما دم جام بھر کر	تمہارا آج لاکھوں پر قلم ہے

تھوڑی دیر بعد شام کو میدان دل کش۔ ہری ہری گھاس سے ملبوس۔ دریا کا کنارہ۔ ہوا خوشگوار۔ اور رام مرکز میں زینت افروز ہو رہے ہیں۔ سوال پر سوال چلتا ہے جواب پر جواب آتا ہے۔ آنکھوں میں نور دل میں ٹھنڈک۔ اور سننے والے کی ہستی کو مستی سے بھرپور کرتا ہوا۔ رام بول رہا ہے۔ ریاضی۔ کیمسٹری۔ طبیعات۔ فلاسفی۔ سائیکالوجی۔ کے تحفے بڑے پریم سے حاضرین کے پیش کر رہا ہے۔ دلیل وہ جو گھر کرتی جاتی ہے۔ ثبوت وہ جس کی گواہی سننے والے کے اپنے تجربے دیتے جا رہے ہیں۔ زندگی کے مشاہدہ شدہ واقعات رام ایک عجیب پیرایہ میں بیان کر رہے ہیں۔ سینکڑوں دلکش مثالوں سے نتیجے اخذ کر رہے ہیں۔ ٹھیک اسی صحت و راستی سے جس طرح ریاضی کے پیچیدہ مسئلے وہ کالج کے کمرے میں حل کیا کرتے تھے۔

اتنا علم ایسے نوجوان۔ چھوٹے سے قد۔ اور اس چھوٹے سے پہاڑ کی چوٹی کی طرح گنبد وار سر میں کیسے تحصیل ہوا۔ ریاضی کی کوئی ہی کتاب چھوٹی ہو گی کل فلاسفی کیا مغربی اور کیا مشرقی۔ فارسی زبان میں کمال۔ اردو میں بےنظیر روانی طبع۔ انگریزی شستہ

اور شاعرانہ۔ سنسکرت میں ماہر۔ اُن کی گفتگو میں کبھی تو شمس تبریز۔ اور مولانا روم کبھی حافظ۔ سعدی۔ عُمر خیام۔ اور کبھی وید کی سنگھتا کے منترا اور کبھی میراں بائی کے گیت۔ تُلسی کے دوہرے۔ گرُو نانک اور گوبند سنگھ کے ویراگ کے کبھرے ہُوئے بھجن۔ ایمرسن۔ شیلے۔ کارلائل۔ گیٹے۔ شوپن ہار۔ کینٹ۔ کپلی۔ سویڈن برگ۔ تھورو۔ والٹ۔ وہٹ مین۔ کارپنٹر۔ ڈائیسن۔ بُدھ مہاتما۔ پنجابی بُلا شاہ۔ گوپال سنگھ۔ مست المست۔ کبھی شاہ ولی۔ کبھی بو علی قلندر۔ کبھی ہیمراج۔ کبھی سرمد۔ کبھی غالب۔ اور بہت سی دیر کبھی نظیر اکبرآبادی سُورداس۔ کبھی کبیر۔ اپنی اپنی باری آتے تھے۔ اور رام کی تائید کرتے چلے جاتے تھے۔ گھنٹوں شوپن ہار کی زندگی کی لہروں اور مستی بھری باتوں نے رام کو ہنسایا۔ نظیر کے ریکھ کے بچے۔ اژدہا کے بچے۔ آگرے کی ککڑی۔ جاڑے کی بہار۔ برسات کی بہار وغیرہ نے رام کو خوش کیا۔ کبھی گوپال سنگھ کی درد انگیز التجا برائے وصالِ خدا نے رُلایا۔ کبھی وہٹ مین کی آزادی طبع نے رام سے آشیر بادلی۔ کبھی عیسیٰ کے الفاظ مقبول ہُوئے۔ کبھی بُدھ کو خطاب ملا۔ اکبر رام کے پاس آیا اور اکبر دلی جیسی فلاسفی شخصیت لیکر گیا کیا ہانگ کانگ۔ کیا جاپان۔ کیا امریکہ جہاں رام بادشاہ کا گذر ہُوا۔ وہاں ہی سب لوگوں کو حیرت میں ڈالا کہ ننھی سی جان میں کیا بھاری علم کا سمندر موجزن ہے۔ رام جب سے تارک الدُنیا ہُوئے۔ ان کے گرد ایک اُڑتی اُڑتی کتابوں کی لائبریری رہنے لگی۔ مطلب یہ کہ جہاں گئے وہاں بہت سی کُتب حاضر دربار ہُوئیں۔ دیدار دینے اور لینے کے بعد رخصت۔ رام نے امریکہ میں دو سال کے اندر کئی ہزار کُتب فلاسفی پڑھ ڈالیں۔ ساری امریکن لٹریچر کی چیدہ چیدہ کتابیں نظر سے گذریں۔

مصر میں رام کا مُسلمانانِ مصر کی خاطر فارسی زبان میں مسجد میں لیکچر ہُوا۔ اور اُس کی وہ داد ملی۔ کہ سارے اہلِ اسلام اُن پر فریفتہ ہُوئے۔ اُن کی صداقت۔ اُن کا عشقِ حقیقی۔ اُن کا اثر بھرا کلام کہیں بھی بغیر گھات کے خالی نہ جاتا تھا۔ اس قدر علم رام بادشاہ نے صرف ۳۳ سال کی عُمر میں حاصل کیا۔ سنسکرت کی جو کمی تھی وہ پچھلے سال بیاس آشرم میں ڈٹ کر صرف ایک سال کے اندر پُوری کی۔ چاروں وید اور

ویدانت۔ اور دیگر سنسکرت شاستر کوئی آٹھ صندوقچوں میں بھرے ہوئے آج کل رام کی اُڑتی ہُوئی لائبریری میں تھے۔ ہر ایک سنگھتا کے منتر کو اُنہوں نے اُس چھان بین سے دیکھ لیا تھا جو صرف ایک علم زبان کے ماہر میں ہی پائی جاتی ہے۔ سنسکرت ویاکرن نوک زبان تھا۔ آخری دفعہ جب میں زیارت کو گیا تو سنسکرت کی پُرانی لٹریچر کی خوبیوں پر گفتگو گھنٹوں ہُوا کرتی تھی۔

کون تھا جو ایسے علم کے جنگل میں جاکر اپنے سارے ذہنی شکوک کو دھوکر اور سوالات پیچیدہ کو حل کر کے نہ آتا تھا۔

بس بھائی۔ اب تو رات کا آخری پہر ہو گیا۔ اور نہ رام کو ہی کچھ بیتا ہے اور نہ سُننے والے کو ہوش ہے۔ لو۔ اب جاؤ۔ سو جاؤ۔ دیکھنا۔ رام میں گم ہو کر سونا۔ تفکرات تو تمہارے دُور ہو گئے۔ غم کافور۔ اندیشہ رہا ہی نہیں۔ آنند سے لات پر لات رکھ کر ایسے سوؤ۔ جیسے کبھی جاگنا ہی نہیں۔

سویرے جاگ کر جو رام کے دربار میں عاشق وطن حاضر ہُوا۔ تو رام خوشی سے اپنے جامہ سے باہر ہُوئے جاتے تھے۔ اے لو۔ بھارت جاگ کر رام کے درشن کو آ رہا ہے۔ بھائی پیارے! تُم بھارت رُوپ ہو۔ اپنے آپ کو سارا بھارت جاننا۔ کبھی اس سے کم نہ سمجھنا۔ ہمالہ تیرا ہی سر ہے۔ گنگا اور جمنا تیری ہی لٹا جٹا ہیں۔ مالابار اور کورومنڈل تیری ہی ٹانگیں ہیں۔ پنجاب اور مشرقی آسام تیرے ہی بازو ہیں۔ ہندوستان کے تینتیس کروڑ زن و مرد کا دِل تیرا ہی شیر دِل ہے۔ اُن کی طاقت تیرے ہی بازو کا زور ہے۔ آ بھارت! مَیں تجھے گلے لگاؤں۔ وہ رام ہنسے وہ سُورج چڑھا وہ بھارت جاگا۔ ہندوستان جاگا! جاگا۔ جاگا۔

ع جاگ موہن جاگ رے بل گئی
اُٹھو جاگو۔ کھاؤ ماکھن پھیر ڈاروں دی
رات بھاری گئی ساری بھور اب تو بھئی
چڑی پنچھی ہیں بُلاوت کھیل اُن سے ہی

مطلب۔ اے پیارے بھارت ورش (موہن کرشن ہند) اب جاگو اودیا (جہل) کی نیند بہت سوئے۔ میں صدقے بلہار!۔ اب اُٹھو۔ ہشیار ہو۔ سنسار روپی گلے کا ماکھن کھالو۔ اپنے اندر داخل کرلو۔ یہ شکتی بھراد تقویت بخش) سفید سفید میٹھا میٹھا ماکھن چکھ لو۔ بڑا زور آجائے گا۔ طاقت بھر جائے گی۔ گو بردھن (سنسار کی مشکلات) اُٹھانا بائیں ہاتھ کا کر تب نہیں اُنگلی کا کھیل ہو جائے گا۔ وہ دیکھو ننھا کرشن (ہند) جاگ پڑا۔ اُوں اُوں۔ اُوں۔ نہیں۔ نہیں۔ اوم۔ اوم۔ اوم۔

اے موہن (بھارت) یہ بچھی گا گا کر تجھے جگایا چاہتے ہیں۔ کل کی طرح اب بھی تیرے ہاتھوں دانہ چاول تل وغیرہ کھائیں گے۔ اے محبت بھرے بال گوپال! تجھ سے ساتھ کھیلنے کو یہ جانور جمع ہو رہے ہیں۔ تیری دل لگی کے سب سامان تیار ہیں اُٹھ کھڑا ہو۔ چڑیاں چوں چوں کر رہی ہیں۔ کوّے کائیں کائیں کرتے ہیں۔ مور پیوں پیوں کوک رہے ہیں۔ کوئی کسی بیرونی ہنر کے پیچھے پڑا ہے کوئی کسی جسمانی سکھ میں اٹڑا ہے۔ کوئی کسی ظاہری سائینس میں اُلجھا ہے۔ یہ سب حواس تک پہنچنے والی راگنیاں ہیں ہے بھگون بھارت! یہ سب صرف تیرے پیار کرنے کے سامان ہیں۔ نیند میں بھی عجب مزا تھا! پر اب تو خوب سو لئے تازہ ہو چکے۔ مچلتے کیوں ہو۔ تم بھی گاؤ۔

یہ دیکھو تمہاری بانسری کون چُرا لے گیا؟ نہیں۔ نہیں تمہارے ہی پاس ہے۔ آہاہا! وہ بھارت نے سورج کی طرح روشن آنکھیں کھولیں۔ لب خنداں پر بانسری دھری۔ اور دل و جگر میں سما جانے والا رُوحانی نغمہ ہوا کے پروں پر سوار ہو چاروں طرف گونجنے لگا۔ گل گوکل (دُنیا) میں پھیلنے لگا۔ آسمان کی خبر لانے لگا۔ جے! جے! کیسے رہنمائے مذہب! کیسے محبِّ قوم!

۵ مذہبِ عشق از ہمہ ملّت جُدا ست
عاشقاں را مذہب و ملّت خُدا ست

اُن میں بھارت کی بہت سی خوبیوں کا نقشہ کھنچا تھا۔ برہم گیانی کے سارے آثار اُن کی زندگی میں پورے طور پر پائے جاتے تھے۔ گارگی۔ جنک۔ شنکر۔ ویاس۔

گوڑپاد اور گوبند آچاریہ جیسے مہاتماؤں کے بعد آنے والے سوامی رام نے اپنی زندگی میں ان کے جیون کا پورا فوٹو بھارت نواسیوں کے لئے کھینچ دیا تھا۔ پورا فقیر دانا اور مست۔ اپنی اندرونی باتوں کو صرف رمزوں میں جتلانے والا اور دوسروں کی مہما کو گانے والا۔ سوامی رام اپنا نمونہ آپ ہی تھے۔

منصور کی بلند آوازی اور لادھڑک بیباکی شمس تبریز کی مستی۔ اور مولانا روم کی دقیق خیالی رام بادشاہ کی ایک ہی مثال میں ایک جگہ نظر آتی تھی۔

۵ جب اُمڈا دریا اُلفت کا | ہر چار طرف آبادی ہے
ہر رات نئی اِک شادی ہے | ہر روز مبارک بادی ہے
خوش خنداں ہے رنگیں گُل کا | خوش شادی شاد مُرادی ہے
بَن سُورج آپ درخشاں ہے | خود جنگل ہے خود وادی ہے
نت راحت ہے نت فرحت ہے۔ نت رنگ نئی آزادی ہے

ہر رگ ریشے میں ہر مُو میں | امرت بھر بھر بھر پُور ہُوا
سب کُلفت دُوری دُور ہوئی | مَن شادی مرگ سے چُور ہُوا
ہر برگ بدھائیاں دیتا ہے | ہر ذرّہ ذرّہ طُور ہُوا
جو ہے سو ہے اپنا مظہر | خواہ آبی ناری بادی ہے
نت راحت ہے نت فرحت ہے۔ نت رنگ نئی آزادی ہے

آخر یہ لو رام بادشاہ کو پیام یار کس زور سے آیا۔ بھارت روتا سا رہ گیا۔ کتابیں کچھ نامکمل سی لکھی پڑی ہیں۔ وہ گیا۔ وہ گیا۔ یار سے ایک ہُوا۔ رام تو کئی سال سے اپنے جسم اور اہنکار کی انانیت سے اُٹھ کر معشوق کے ساتھ ذہنی اور دلی طور پر ایک ہو لیا تھا۔ پر جسم کبھی نہ کبھی تو اپنی مداخلت بیجا کیا ہی کرتا ہو گا۔ گھر چھوڑا۔ باہر چھوڑا۔ اب لو اب سب کا سب سنیاس بھی تیاگ دیا۔ آخری چیز دُنیا کی جو پاس پھڑک رہی تھی وہ بھی کپڑے کی طرح اُتار کر پھینک دی۔ اب رام کی ساری عمر کے

خیالات پورے ہوئے۔ جسمانیت کی بو تک بھی نہ رہی۔

خدائی خدائی۔ خدائی ہوئی جدائی کا نام ونشاں تک نہ رہا

رام کے اس آخری تیاگ نے کئی آدمیوں کو رُلایا۔ جیساکہ اُس کے سنّیاس نے اُس کے ننھّے ننھّے بچّوں اور اُس کی پیاری بیوی کے آنسو بہا دیے تھے۔ عشقِ حقیقی کی لین یہی شرط ہے۔ جس کو رام نے پورا کر دکھایا۔ موت کے رُوپ میں رام کو اپنے دلدار۔ خدا۔ آتما کا پیام آیا۔ آؤ اب تمہاری اس ذراسی جُدائی کو بھی ہیں گوارا نہیں کر سکتا۔ ننگے ہو جاؤ۔ کپڑے پھینکے۔ اب جسم بھی پھینکو"

رام کے جسم کو یہ فرمان قبول کرنا ہی تھا۔ عاشقِ صادق بھلا کب انکار کرتے ہیں۔ کئی سال پہلے رام بادشاہ یوں کہہ چکے تھے۔

"سختی سے کیوں کھینچے ہے دِل۔ کیا یوں ہمیں انکار ہے" پھر فرمایا تھا۔

۵ بچھڑتی دُلہن وطن سے ہے جب۔ کھڑے ہیں ردم اور گلا رُکے ہے
کہ پھر نہ آنے کا ہے کوئی ڈھب۔ کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے
یہ دین و دُنیا تمہیں مُبارک۔ ہمارا دُلہا ہمیں سلامت
یہ یاد رکھنا یہ آخری چھپ۔ کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

رام جیسے عاشقِ حقیقی کے سامنے کب تک وصلِ حق میں یہ دُنیا حائل ہو سکتی تھی۔ جو زبانِ عمل سے ہر دم پکارتا تھا۔

تو کو اتنا مٹا کہ تو نہ رہے
اور تجھ میں دوئی کی بو نہ رہے

---

۵ بڑائے نام بھی اپنا نہ کچھ باقی نشاں رکھنا | نہ تن رکھنا نہ دِل رکھنا نہ جی رکھنا نہ جاں رکھنا
تعلّق توڑ دینا چھوڑ دینا اُس کی پابندی | خبردار اپنی گردن پر نہ یہ بارِ گراں رکھنا
کسی گھر میں نہ گھر کر بیٹھنا اس دارِ فانی میں | ٹھکانا بے ٹھکانا اور مکاں برلامکاں رکھنا

آخر آیا پیامِ یار! دیکھو رام کیسا کھیلتا جاتا ہے۔ موت سے کچھ مسخری

سی کرتا ہے۔ یہ رام بادشاہ کے قلم سے نکلے ہوئے بس آخری الفاظ ہیں۔ گنگا سے ہمکنار ہونے سے صرف چند منٹ پیشتر اُنہوں نے یہ الفاظ لکھے۔

"اے موت! بیشک اُڑا دے اس ایک جسم کو۔ میرے اور اجسام ہی کچھ مجھے کم نہیں۔ صرف چاندی کی کرنیں۔ چاندی کی تاریں پہن کر چَین سے کاٹ سکتا ہوں۔ پہاڑی ندی نالوں کے بھیس میں گیت گاتا پھروں گا۔ بحرِ امواج کے لباس میں لہراتا پھروں گا۔ مَیں ہی بادِ خوش خرام نسیم مستانہ گام ہوں۔ میری یہ صورتِ سیلانی ہر وقت روانی میں رہتی ہے۔ اس روپ میں پہاڑوں سے اُترا۔ مُرجھاتے پودوں کو تازہ کیا۔ گُلوں کو ہنسایا۔ بُلبُل کو رُلایا۔ دروازوں کو کھٹ کھٹایا۔ سوتوں کو جگایا۔ کسی کا آنسو پونچھا۔ کسی کا گھونگھٹ اُڑایا۔ اِس کو چھیڑ۔ اُس کو چھیڑ۔ تجھ کو چھیڑ۔ وہ گیا! وہ گیا۔ نہ کچھ ساتھ رکھا۔ نہ کسی کے ہاتھ آیا۔"

یہ الفاظ لکھ کر رام دیوالی کے روز ٹھیک دوپہر کو بھلنگ گنگا میں جو بھاگیرتی سے مُقام ٹہری میں ملتی ہے۔ اشنان کرنے جاتے ہیں۔ حسبِ معمول کپڑے اُتار۔ ورزش کر گنگا میں غوطہ لگایا۔ اور کندھے کندھے گہرے پانی میں داخل ہوئے۔ اس جگہ رام کا معمول تھا کہ روزمرّہ گنگا کے شانت جل میں نہاتے تھے۔ اُس روز تھوڑا سا اُوپر کو اپنی موج میں گنگا کی چکراتی ہوئی لہروں میں گئے۔ اور غوطہ لگایا۔ اور بھنور میں لہروں سے کھیلتے رہے۔ اُس کے بعد کوئی پانچ منٹ تک پانی کی سطح کے اندر اشنان کرتے رہے۔ اور جب دوبارہ اُٹھے تو اوم اوم کی آواز اُس لڑکے کو جو رام کا رسوئیا تھا سُنائی دی۔ اور جھٹ اُس کے بعد رام کا جسم گنگا کی لہروں کے اُوپر سوار ٹھیک بستر کے اُوپر سوتے ہوئے جسم کی مانند بہتا ہُوا اُسی ایک لڑکے نے دیکھا۔ تارک الدُنیا تو تھے ہی۔ اب تارک الجسم ہو کر اپنی اس **غزل** کے منشا کو پراپت ہوئے۔

"اپنے مرنے کی خاطر کُل چھوڑ ہی دیئے جب ⁂ رُوئے زمیں کے گُلشن میرے ہی بن گئے سب
جتنے زباں کے رس تھے کُل ترک کر دیئے جب ⁂ بس ذائقے جہاں کے میرے ہی بن گئے سب۔"

پہچان

از قلم:- گوسوامی برج لال - ریٹائرڈ تحصیل دار (ریاست جموں وکشمیر)

گوسوامی برج لال سوامی رام تیرتھ کے بڑے بھائی گوسائیں گورُوداس کے فرزند تھے۔ برادر زادہ ہونے کے علاوہ اُن کا سوامی رام تیرتھ کے ساتھ بچپن سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ جن دنوں سوامی رام تیرتھ گوجرانوالہ میں پڑھتے تھے۔ گوسوامی برج لال اُن کی کتابیں مُرالی والہ سے اپنے سر پر رکھ کر اُن کے پیچھے پیچھے آتے تھے گوسوامی برج لال کی شادی میں بھی سوامی رام تیرتھ ہمراہ برات جنڈیالہ شیر خاں تشریف لےگئے تھے۔ اِس موقعہ پر اُنھوں نے دُولہا (برج لال) کو چوبیس گھنٹے لگاتار چُپ رہنے کا حکم دیا تھا جسے اُنہوں نے خوشی خوشی پورا کیا تھا۔ آخر اپریل ۱۸۹۵ء سے وسط مئی ۱۹۰۰ء تک گوسوامی برج لال اپنے چچا جناب گوسوامی تیرتھ رام (بعد ازاں سوامی رام تیرتھ) کے ہمراہ لاہور میں بطور اُن کے برادر زادہ۔ شاگرد۔ نوکر۔ اردلی سیوک رہے۔ لاہور کے قیام میں روزانہ گوجر کے گھر سے تازہ تازہ دُودھ لانا اور پھر اُسے نوکر کی عدم موجودگی میں گرم کرنا اور کبھی کبھی کھانا تیار کرنا گوسوامی برج لال کے ذِمّے تھا۔ سوامی رام تیرتھ کے طفیل سے ہی انھیں ریاست جموں وکشمیر کے محکمہ مال میں مُلازمت ملی تھی۔ سنیاس لینے کے بعد امریکہ اور بھارت کے کئی ایک مقامات سے سوامی رام تیرتھ گوسوامی برج لال کو بذریعہ خط یاد فرماتے رہے۔ گوسوامی برج لال نے ۱۹۶۲ء میں مُرالی والہ (جنم استھان سوامی رام تیرتھ) سے ایک کتاب "سوانح حیات شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج" زبان اُردو لکھ کر شائع کی تھی جو اِس وقت نایاب ہو چکی ہے۔ مذکورہ بالا کتاب میں درج گوسوامی برج لال کے ذاتی مشاہدات کی بنا پر سوامی رام تیرتھ کے متعلق آنکھوں دیکھے حالات پہلی مرتبہ ہدیۂ ناظرین "رام بادشاہ" ہیں۔

• ــ کیدار ناتھ پربھاکر

سوامی رام تیرتھ کا جسم نہایت خوبصورت بڑا سڈول اور پلا ہُوا تھا۔ زن فیشن اُنھوں نے گو ہست (خانہ داری) میں کبھی اختیار نہیں کیا بلکہ مونچھیں اُن کے چہرہ کا سنگھار تھیں۔ اُن کے چہرے میں خاص کشش تھی۔ جو کوئی دیکھتا محبت کرنے لگ جاتا۔ خوش آفتاب کے چہرے سے پھوٹ پھوٹ نکلا کرتی تھی۔ غصہ بہت تھوڑا کرتے تھے بلکہ ہنسی میں بدل دیا کرتے تھے۔ اُن کی خوراک بڑی سادہ تھی (پرہیزگاری کی) تھی۔ چاول

سُوجی کا پھلکا (چپاتی) یا سمتی کی کھچڑی اور موسمی سبزیات ہُوا کرتی تھیں۔ وہ پرم (پکّے) ویشنو (گوشت نہ کھانے والے) تھے۔ ورزش روزانہ دو وقت کرنے کے عادی تھے۔ زمانہ طالب علمی میں چار پائی کی ورزش۔ بحالت پروفیسری ڈمبل سے کرتے تھے۔ تیراک بھی تھے۔ گھنٹوں پانی میں بیٹھے رہتے تھے۔ پیدل چلنے کے بڑے مشّاق تھے۔ قیام لاہور اور سیالکوٹ راوی اور چناب پر روزانہ پیدل جایا کرتے تھے۔ بائیسکل کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ کوٹ پتلون۔ بُوٹ سے اُنھیں سخت نفرت تھی بیچھے اور خاصے کے کپڑے اُنہوں نے زمانہ طالب علمی میں سدا پہنے اور جب پروفیسر ہوئے ریشمی کپڑوں میں ہمیشہ ملبوس رہے۔ کوٹ پگڑی۔ دھوتی سب ریشمی ہوتے تھے۔ بلکہ بستر بھی ریشمی ہوتا تھا۔ کمبل اوڑھے یا پٹی کا کوٹ پہنے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ وقت کی بہت قدر کرتے تھے۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے تھے۔ اور پڑھتے پڑھتے سو جاتے تھے۔ رات کا کھانا کھا چکنے کے بعد قریب ایک میل چہل قدمی کرتے تھے۔ کالج میں پڑھاتے وقت کھڑے رہتے تھے اور گھر آنے پر کمرہ کی دیوار میں بنے ایک روشندان پر کپڑا بچھا کر کھڑے کھڑے کام کرتے تھے۔ اپنی پنسل قلم۔ دوات کے ساتھ بھی باتیں کرتے تھے دریائے راوی اور درختان کے ساتھ بھی اُن کی گفتگو ہوتی تھی۔ قدرتی نظاروں کے بہت شائق تھے اور دریائی نظاروں کے دلدادہ تھے۔ ان کے خیالات کی طاقت بڑی زبردست تھی جو کچھ بھی خیال کرتے فوراً پورا ہوتا۔ اوم بہت اُونچی آواز سے جپا کرتے تھے۔ ملنے والوں کو اوم سے مخاطب کرتے تھے۔ اپنے پاس آنے والوں (قیام لاہور و امریکہ) کے انہوں نے خاص نام PET NAMES رکھے ہوتے تھے مثلاً حاکم سنگھ کو رانجھی۔ برج لال (راقم الحروف) کو ایمرسن۔ شام چند کو گول چند۔ ڈاکٹر ولیم گبسن کو نارد اور مسز ولیمین کو سوریا نند۔ گنگا جی کو ہمیشہ گنگی یا گولی گنگی اور بھگوان کرشن چندر کو گول چند یا گولو یار پکارا کرتے تھے۔

رُوپیہ کو بہت کم ہاتھ لگاتے تھے جو رقم بصورت تنخواہ ماہواری فیس جانچ پرچہ جات۔ امتحانی پرچہ جات بنانے کی فیس آتیں وہ سب تین ہی دن میں خرچ ہو جاتیں اور پھر قرضہ اُٹھا کر گذر کرتے۔ ان کی تنخواہ (لگ بھگ سَو روپیہ) کا بل مَیں خود بنگال بنک لاہور میں جا کر کیش کراتا۔ اور گھر سے چلنے پر فہرست قرض خواہوں کی بھی مل جاتی تھی روپیہ وصول کرکے سب سے پہلے راما کرشنا اینڈ سنز کی دوکان سے ادائیگی شروع کرتا ازاں بعد لالہ عطر چند کو پھر بھائی دیا سنگھ اندرون لوہاری دروازہ سے ہوتا ہوا حلوائیاں۔ گوجراں۔ آٹا۔ کریانہ کی دوکانات کا حساب ختم کرکے گھر آتا۔ آٹھ رُوپے کا منی آرڈر بھگت صاحب (سوامی رام تیرتھ کے گورو بھگت دھنا رام) کو گوجرانوالہ کراتا۔ بارہ رُوپے کا گوسائیں ہیرا نند (سوامی رام تیرتھ کے والد صاحب) جی کو۔ اپنی وِ مدن موہن (سوامی رام تیرتھ کے بڑے فرزند)

کی فیس (دونوں ڈی۔ اے۔ وی۔ سکول لاہور میں پڑھتے تھے) لیتا اور ایک پیسہ خرچ کیلئے بلتا۔ جو دو یا تین روپے بچ جاتے وہ (سوامی رام تیرتھ) لیکر سیر کو روانہ ہو جاتے اور موتی بازار سے اس رقم کا دودھ لیکر بادامی باغ کا رُخ کرتے اولاً قلعہ کے نیچے ٹھہرے ہوئے سادھوؤں کو پلاتے پھر بادامی باغ پہونچکر ختم کر دیتے وہ اگر کوئی چیز بازار سے خریدتے تو جو کچھ دوکاندار طلب کرتا ادا کرتے۔ وہ دوکان دار کی زبان پر ایمان لاتے اور فرماتے کہ ہماری زائد ادا شدہ رقم (بمقابلہ نرخ) دوکاندار کے پاس جمع ہے۔

سوامی رام تیرتھ اُردو۔ فارسی، گورمکھی۔ انگریزی۔ ہندی، سنسکرت۔ جرمن۔ فرینچ جاپانی و عربی کے ماہر تھے۔ فارسی تو ابتدا سے پڑھی تھی اُس میں قابل ہونا تو قدرتی تھا لیکن سنسکرت بغیر امداد کے پڑھی۔ اور پنڈت ہوگئے۔ اُردو اور انگریزی کا تو کہنا ہی کیا ہے ایک منٹ میں شعر تیار کرتے تھے جو کتاب لیتے پہلے اُس کا دیباچہ پڑھتے اور جب تک کتاب ختم نہ ہوتی نہ چھوڑتے۔ کتاب کے حاشیے پر پنسل سے اپنے نوٹ لکھ لکھ کر ختم کر دیتے اور اس طرح کے نشانات کرتے !!!۔ ؟۔ ! ۔ "دیوان ہائے داغ۔ حافظ۔ غالب۔ ذوق۔ نظامی۔ سعدی بہت پڑھتے تھے بھگوت گیتا اور یوگ واسشٹ سے بہت پریم رکھتے تھے اور یہ دونوں کتب بزبان اُردو بھاشا (ہندی) روزانہ پڑھتے تھے سُکھ دیال شوق کا مہا بھارت بھی پڑھتے تھے تلسی رامائن سے بہت محبت تھی۔ والمیکی رامائن سے بہت اُنس تھا اور باوانگینہ سنگھ بیدی آنجہانی کی کتب ویدانت قلمی نسخہ جات جنھیں سوامی رام تیرتھ نے اول اول طبع کروایا۔ اُن کے پیارے رتن تھے سیتیارتھ پرکاش بھی اُنہوں نے پڑھا تھا۔ گورو گرنتھ (اُردو) اُن کے زیر مطالعہ رہا۔ وید اور درشن و قرآن اُنہوں نے ہمالیہ میں پڑھے تھے کوئی بھی واقف کار ہو اُسے کوئی نہ کوئی کتاب بطور تحفہ پیش کیا کرتے تھے کئی لوگ تو اُن سے مَن مانی کتب مانگ کر یا لکھ کر منگوا لیتے تھے۔ ولیم محل کے نب سے لکھا کرتے تھے پنسل۔ سیاہ اور رنگدار کا استعمال بہت کرتے تھے۔ اُن کا اُردو۔ انگریزی اور ہندی کا خط نہایت نستعلیق (ھلا ہوا) اور خوبصورت تھا۔ ایک ہی خط میں انگریزی۔ اُردو۔ بھاشا (ہندی) لکھ کر ختم کر دیتے تھے۔ آپ سوائے پربدھ بھارت (المورہ) اور سناتن دھرم گزٹ یا دیگر دھارمک رسالہ جات کے کوئی دوسرا اخبار نہیں پڑھتے تھے۔

سوامی رام تیرتھ نہایت مہمان نواز طبیعت رکھتے تھے ہر آنے والے مہمان کی خاطر دودھ پلایا کرتے تھے۔ خود بہتر کھانے کے بہت شوقین تھے جب سوامی وویکانند اُن کے یہاں اپنے امریکن شاگردوں کے ہمراہ رات کے کھانے پر تشریف لائے تو اُن کی خاطر کیلئے بازار سے پکا پکایا گوشت راقم الحروف ہی لیکر آیا تھا کیونکہ سوامی ممدوح الشان (وویکانند) گوشت کھانے سے پرہیز نہیں کرتے تھے سوامی رام تیرتھ کا طریق تعلیم بھی بہت نرالا تھا اور جسے ایکمرتبہ کچھ سمجھا دیں یا پڑھا دیں وہ کبھی بھول ہی نہ سکتا تھا۔ گویا وہ جو پڑھاتے اُس کی تصویر سُننے والے کے دل پر کندہ کر دیا کرتے تھے۔ ●●

پہلا باب

سوامی رام تیرتھ کس ماحول میں پیدا ہوئے؟

سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی کو پیدا کرنے کی خاطر پہلے وہاں کی دھرتی کو ایک خاص قسم کا ماحول تیار کرنا پڑا تھا۔ اس ماحول کو بنانے میں صدیاں گذر گئی تھیں۔ بہت سی نامور ہستیوں اور بلند پایہ شخصیتوں کو اُسے اپنی گود میں جنم دینا پڑا تھا۔ یہ سلسلہ لگاتار کئی سو سال تک جاری رہا۔ اُس دھرتی کے ایک خاص خطّہ (اکھنڈ بھارت کے غیر تقسیم شدہ پنجاب کے ضلع گوجرانوالہ کی دھرتی) کو اہلِ ہندوستان "شیرازِ ہند" کہہ کر پکارتے تھے۔ اِن تمام حالات کے نمودار ہو جانے کے بعد پھر جا کر کہیں رام بادشاہ اِس دھرتی پر جنمے تھے۔ اُن کے پیدا ہونے سے پیشتر مندرجہ بالا ہستیاں ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہو چکی تھیں۔

"اِک اونکار" یعنی پرماتما ایک ہے کا وعظ کرنے والے گورو نانک دیو۔ پرماتما کے سچّے بھگت سنت بابا سائیں داس (لوہری صاحب بدّوکی والے) غریبوں اور مظلوموں کا سچّا خدمت گار (مغلِ اعظم اکبر کا ہم زمانہ) دُلّا بھٹی (جس کی یاد میں لوہری کے تہوار پر تمام پنجاب میں لوک گیت گائے جاتے تھے)۔ مشہور ایرانی فلاسفر جناب بوعلی سینا کے ہمسفر و دوست یوگیراج بابا ہیرن داس (کولوتارڈ والے) اور کوڑھیوں کے مسیحا یوگیراج پنڈت دیوی دیال دھومیہ (دھونکل (دھومیہ کُل) والے) دُکھیوں اور مایوسوں کو شاد کرنے والے سائیں بھان شاہ (حافظ آباد والے) ہیر اور رانجھا کی سچّی محبت کی داستان کو دُنیا میں امر کرنے والے پنجابی کے لئے ناز شاعر سیّد میاں وارث شاہ۔ دُرگا ماتا کی تعریف میں ہزاروں بھجن (بھینٹ) لکھنے والے سنت کوی منہیا "شیرِ پنجاب" مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ دُنیا کے عظیم ترین جرنیل سردار ہری سنگھ نلوہ و جرنیل ہرسکھ رائے کپور حافظ آبادی اور دیوان ساون مل اکال گڈھیا و اُن کے پسر دیوان مولراج

اکال گڈھیا۔ جموں و کشمیر ریاست کی ڈوگرہ حکومت کے سب سے پہلے چیف منسٹر دیوان جوالا سہائے ننده اور اُن کے پسر دیوان کرپا رام ننده۔ سنسکرت و عربی کے مُلک گیر شہرت یافتہ عالم پنڈت ودیا دھاری و میاں فیض (گوجرانوالہ) طاؤس بجانے میں تمام ہندوستان میں بے نظیر بھائی بُدھان سنگھ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے شاہی پہلوان پنجاب سنگھ کھمب آتم گیانی سنت مہاتما رُلدو رام ننده (بُوپڑہ والے) و بھگت دھنّا رام کٹھیار وَپ جی۔ (گوجرانوالہ)۔

سوامی رام تیرتھ کے پیدا ہونے کے بعد کا ماحول

سوامی رام تیرتھ (1873 عیسوی) کے پیدا ہونے کے بعد لگ بھگ

پون صدی یعنی پچھتّر (75) سال تک ضلع گوجرانوالہ کی دھرتی نے متواتر ایک سے ایک بڑھ کر اعلےٰ ہستیوں کو پیدا کرنے میں تمام دُنیا میں اپنا ریکارڈ توڑ دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اِس علاقہ کو "مردم خیز" علاقہ کہا جاتا تھا۔ سوامی رام تیرتھ کے بعد مندرجہ ذیل شخصیتوں نے ضلع گوجرانوالہ میں جنم لیا تھا۔

ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ (سابق وزیر پنجاب و ہندوستان میں چینی بنانے کی انڈسٹری کو فروغ دینے والوں میں اوّلین) دُنیا کے عظیم ترین پہلوان شری رحیم پہلوان سُلطانی والہ۔ رُستمِ ہند (جنھوں نے اپنی زندگی میں پونے تین سو (275) کُشتیاں لڑیں جن میں یا تو برابر رہے اور یا تو فتح پائی۔ و رُستمِ زماں گاما سے چار مرتبہ گھنٹوں برابر کُشتی لڑی اور آخر عمر میں (۷۰ سال کے قریب) سیالکوٹ کے ہندوستان گیر شہرت یافتہ نوجوان پہلوان (گنگا پہلوان) کو چند منٹوں میں چت کر دیا تھا) پنجابی سُخن کے بادشاہ پنڈت کوی کالیداس "کالی" گوجرانوالیہ و پنجاب میں اُردو جرنلزم کے باپ خانصاحب مولوی محبوب عالم (پیسہ اخبار لاہور والے) لالہ بانکے دیال "پگڑی سنبھال جٹا" گیت کے خالق) لالہ پنڈی داس (انڈیا اخبار والے) مہاشہ کرشن (بانی و سابق ایڈیٹر روزنامہ پرتاپ۔ لاہور و دہلی) مولانا ظفر علی (ایڈیٹر زمیندار) مہاتما ہنسراج گوپال (سابق ایڈیٹر آریہ گزٹ لاہور و سوراجیہ الہ آباد)۔ رائے بہادر ڈاکٹر متھرا داس۔ ہندوستان گیر شہرت یافتہ آنکھوں کے نامور ڈاکٹر۔ جسٹس شیخ دین محمد (سابق گورنر سندھ) لالہ بھیم سین سچر (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) پاکستان کے نامور پہلوان

یونس گوجرانوالیہ و بھارت کے نامور پہلوان موتی گوجرانوالیہ۔ پنڈت گوری ناتھ راج جیوتشی گوجرانوالیہ (بانی بھارتیہ جیوتر وگیان انوسندھان سنستھان۔ سہارن پور) شری گلزاری لال نندہ (سابق ہوم منسٹر گورنمنٹ آف انڈیا) لالہ جگت نارائن (بانی روزنامہ "ہند سماچار" جالندھر و سابق وزیر پنجاب روگیوں کے مسیحا وید (دیوگیراج) شنکر نندلال بھٹناگر لالہ تیرتھ رام سیٹھی جنھوں نے بارہ سال تک تمام ہندوستان کا دورہ کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں اردو۔ ہندی زبانوں میں گوجرانوالہ کی پہلی بیوپاری ڈائرکٹری شائع کی تھی) اور اس وقت موجودہ زمانہ میں شری گورکھ ناتھ نندہ (جو ۱۹۳۵ء سے لاہور سے اور اب دہلی سے بزبان اردو ماہنامہ "اوم" شائع کر کے انسانیت و روحانیت کا پرچار کر رہے ہیں) پروفیسر بلراج مدھوک (ہندوستان کے نامور لیڈر) شری چرنجیت چانپہ منسٹر گورنمنٹ آف انڈیا) اور شری جگموہن (لیفٹیننٹ گورنر صوبہ دہلی)۔ و شیخ منیر احمد آف گوجرانوالہ (سابق پریس کونسلر سفارت خانہ پاکستان نئی دہلی)

گوجرانوالہ کا اتہاس

اکھنڈ بھارت یعنی آج سے سو سال پہلے کے ملک ہندوستان کا وہ شمال مغربی حصہ جیسے ہاتھ کے کھُلے پنجے کی طرح پھیلے ہوئے پانچ دریا (ستلج۔ بیاس۔ راوی۔ چناب و جہلم) سیلاب کرتے ہیں پنجاب کہلاتا ہے جیسے آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال بیشتر (مہا بھارت کے زمانہ میں) پنج ندا اور واہیک کہا جاتا تھا اور لاکھوں برس پہلے یعنی ویدک زمانہ میں اس کا نام "اُترا پتھ" تھا۔ پنج ند یعنی پنجاب کے جس علاقہ کو آج دوابہ رچنا (راوی اور چناب دریاؤں کے درمیان کا علاقہ) کہتے ہیں مہا بھارت کے زمانہ میں اس کا نام مدر मद्र تھا جس کی راجدھانی ساکل (موجودہ سیالکوٹ) میں تھی۔ راجہ سالیواہن اس دیس کے حکمران تھے جن کی ہمشیرہ مادری پانڈوں (نکل اور سہدیو) کی ماتا (ماں) تھی۔ مہاراجہ اشوک کے عہد میں (بلکہ اس سے بھی بہت قبل کے زمانہ میں) پاٹلی پتر (پٹنہ) سے ایک سڑک (شاہراہ) افغانستان سے بھی آگے تک جاتی تھی جہاں تک اشوک اعظم کی حکومت تھی اس شاہراہ پر ایک خاص دوری پر مہاراجہ اشوک نے سرائیں تعمیر کروائیں تھیں جہاں پر راہ گیر و سرکاری عملہ کے لوگ رات کو ٹھہر سکتے تھے۔ مہاراجہ اشوک کے بعد شیر شاہ سوری نے اسی شاہراہ کی پھر سے مرمت کروائی اور پرانی سراؤں کی جگہ حسب ضرورت نئی سرائیں تعمیر کروائیں۔ انگریزی حکومت میں اسی قدیم شاہراہ کو ہی گرانڈ ٹرنک روڈ

کہا جانے لگا جو اب بھی اسی نام (جی۔ ٹی روڈ) سے موسوم ہے۔ گوجرانوالہ اُسی شاہراہ پر لاہور سے ۴۲ میل بجانب پشاور واقع ہے اور یہیں سے سات میل کی دوری پر ایک چھوٹے سے گاؤں مُرالی والہ میں سوامی رام تیرتھ پیدا ہوئے تھے۔

شیر شاہ سوری کے زمانہ میں یہاں پر (موجودہ کچی کے علاقہ میں) بطرف ایمن آباد ایک کچی سرائے تھی۔ جس کے اِردگرد تھوڑی سی بہت آبادی تھی۔ اُس وقت اس کا نام سرائے کچا تھا۔

سرائے کچا کا سب سے پہلا ذکر ولیم فینچ (WILLIUM FENCH) نے کیا ہے اُس نے اِس کا نام کوجس سرائے (COOJES SERAI) لکھا ہے۔ ولیم فینچ اہلِ مغل 1608ء میں ہندوستان آیا تھا۔ اِسکے بعد نادر شاہ (1739ء) نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو مورخہ 7 نومبر 1739ء مرزا قلندر بیگ نے اُس کی فوجوں کو سرائے کچا کے مقام پر آگے بڑھنے سے روکا تھا۔ جس میں وہ خود اور اُس کی فوج کے بے شمار سپاہی مارے گئے تھے۔ تاریخ نادری میں اس واقعہ کا کوئی بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ شاید یہ واقعہ نادر شاہ جیسے نامور فاتح کیلئے کوئی خاص اہمیت نہ رکھتا ہو لیکن اُس زمانہ کے اور اُسی علاقہ کے ایک شاعر نجابت نے پنجابی میں اس لڑائی کا حال قلمبند کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

"اوہ ناہن جیتے ڈِٹھیاں او شکل پٹھاناں
مرزا قلندر بیگ دا وِچ کچی دے ڈھاناں
تے مرزا اکھے سپاہ نوں اِک سُخن سیاناں"

مذکورہ بالا کویتا میں شاعر نے کچی (مقامی لوگ سرائے کچا کو آج بھی کچی ہی کہہ کر پکارتے ہیں اور اُس وقت بھی یہ اِسی نام سے موسوم تھی) کا صاف ذکر کیا ہے۔ تاریخ نادری میں وزیر آباد اور ایمن آباد کے درمیان "کچا مرزا" نام کے کسی مقام کا ذکر ملتا ہے جو سرائے کچا کے عِلاوہ اور کوئی دُوسرا مقام نہیں ہو سکتا۔ ایران سے ہندوستان آئے ہوئے نادر شاہ کے فوجی افسروں نے سرائے کچا میں مرزا قلندر بیگ کی چھاونی کو کچا مرزا ہی سمجھا ہوگا۔ ولیم فینچ اور تاریخ نادری کے درمیان مغل بادشاہ اکبر و جہانگیر لاہور سے کشمیر جاتے ہوئے سرائے کچا سے گذرے تھے لیکن اُن کے عہد کے لکھے ہوئے سفرناموں میں اِس مقام کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ البتہ قدیم جی۔ ٹی۔ روڈ پر واقع پرگنہ ایمن آباد کا نام ضرور ملتا ہے جو سرائے کچا سے بطرف لاہور چند میل کے فاصلے پر آباد تھا۔ اور اب بھی آباد ہے۔

سردار چڑت سنگھ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ تک

1765ء میں ساہنسی (سنسکرت کے لفظ ساہسی یعنی بلند حوصلہ والہ سے بگڑ کر بنا ہوا) گوت کے جاٹ سردار چڑت سنگھ نے اس علاقہ (خان پور ساہسی۔ سرائے کچا۔ سرائے کمبوہ۔ سرائے گجراں و تھٹا) سے چھٹوں و گجروں کو بے دخل کرکے یہاں خود قابض ہوگیا تھا، اور اُس نے 1752ء میں گوجرانوالہ شہر کی بُنیاد رکھی تھی۔ سردار چڑت سنگھ نے گجراں والہ کھوہ یعنی کنواں کے اردگرد سرائے گجراں (موضع کھیالی کی طرف) اپنے رہنے کے لئے ایک حویلی اور اُس کے چاروں طرف کی آبادی کے باہر ایک کچا کوٹ (قلعہ نما دیوار) تعمیر کروائے تھے۔ گجراں والہ کھوہ کی اس نئی آبادی کا نام ہی رفتہ رفتہ گجراں والہ اور پھر گوجرانوالہ میں تبدیل ہوگیا، سردار چڑت سنگھ نے سرائے کمبوہ میں ایک کچا قلعہ بھی تعمیر کروایا تھا جہاں اُس کی فوج رہتی تھی، سردار چڑت سنگھ کی موت کے بعد اس کے بیٹے سردار مہاں سنگھ نے شہر پناہ کو وسیع کرنے کی خاطر ایک نیا کوٹ (دیوار) بنوائی جس میں ۱۱ دروازے و ایک موری اور چار بڑے بڑے برج تعمیر کئے گئے تھے۔ سردار مہاں سنگھ نے اپنے رہنے کے لئے ایک پختہ حویلی بنوائی تھی جسمیں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جنم ہوا تھا۔ سردار چڑت سنگھ کی رہائش گاہ کے پاس اُس نے ایک پختہ مکان برائے رہائش تعمیر کروایا تھا جسے کھڑا مہاں سنگھ کہا جاتا تھا علاوہ اس کے اس نے شہر کے اندر اپنے نام سے ایک باغ بھی لگوایا تھا، جس میں سردار ہری سنگھ نلوہ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں یورپ سے سُرخ مالٹا کے پودے ہندوستان میں پہلی مرتبہ منگواکر لگوائے تھے بعد ازاں یہ باغ شیرانوالہ باغ کے نام سے موسوم ہوا تھا، سردار مہاں سنگھ نے قصبہ سید نگر کو ویران کرکے وہاں کے باشندوں کو گوجرانوالہ میں آباد ہونے کا حکم دیا تھا۔

گوجرانوالہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں (1799ء) تک سکھ راجیہ کی راجدھانی رہا اور جب لاہور پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قبضہ کرلیا تب گوجرانوالہ میں فوجی چھاؤنی قائم کردی گئی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گوجرانوالہ میں باغ مہان سنگھ میں اپنے باپ کی سمادھی (جو اب مسمار کردی گئی ہے) ایک بارہ دری اور باغ کے چاروں طرف پختہ دیوار تعمیر کروائی تھی۔

علاوہ اس کے شہر میں کئی ایک مندر، گوردوارے بھی اُس زمانہ میں تعمیر کئے گئے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سول لائن میں ایک شوالہ تعمیر کروایا تھا جس کے لئے تیرہ ۱۳ مورتیاں بنارس (کاشی) سے ہاتھی پر منگوائی گئی تھیں۔ اُن میں سے گیارہ ۱۱ مورتیاں تو شوالہ میں رکھ دی گئی تھیں۔ اور باقی ماندہ دو ۲ مورتیوں میں سے ایک ۱ مورتی راقم الحروف کے بزرگ (پنڈت پنڈی داس) جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے راج پنڈت تھے اپنے گھر لے آئے تھے جس کی آج دن ہمارے گھر میں (پہلے گوجرانوالہ میں اور اب سہارنپور میں) باقاعدہ پوجا ہوتی چلی آرہی ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ گوجرانوالہ کو گوکل کیا کرتے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سپاسالار سردار ہری سنگھ نلوہ نے اپنی رہائش گاہ گوجرانوالہ میں ہی اپنی تعمیر کردہ عالیشان حویلی میں رکھی تھی۔ اسکے علاوہ یہاں اُنہوں نے ایک کٹرہ بھی بسایا تھا جس کی دیکھا دیکھی سندھو کھتری اور دیبا سنگھ نے یہاں ایک ایک کٹرہ بسایا تھا۔ سردار ہری سنگھ نلوہ نے گوجرانوالہ میں ایک خام قلعہ بھی بنوایا تھا۔ اور باغ جہاں سنگھ کو بہت ہی خوبصورت بنایا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں بیرون چارلس ہیوگل BARON CHARLES HUGEL کشمیر سے لاہور واپس جاتے ہوئے گوجرانوالہ میں سردار ہری سنگھ نلوہ کے یہاں مورخہ 8 جنوری 1836ء کو بطور مہمان ٹھہرا تھا۔ اُس نے اپنی انگریزی تصنیف TRAVEL IN KASHMIR میں مذکورہ بالا باغ اور حویلی کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اہل فرنگ کے زمانہ میں اِس حویلی (نلوہ بلڈنگ) میں میونسپل بورڈ کا سکول تھا جہاں پر راقم الحروف نے بھی پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی۔

انگریزی حکومت کا دور

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کے دس۱۰ سال بعد ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہوچکا تھا کرلیس گوجرانوالہ کا پہلا انگریز ڈپٹی کمشنر تھا۔ انگریزوں نے گوجرانوالہ آباد ہونے کے ٹھیک سو۱۰۰ سال بعد یعنی 1852ء میں گوجرانوالہ کو ضلع بنا دیا تھا جس کا صدر مقام گوجرانوالہ میں رکھا گیا تھا وزیرآباد، حافظ آباد، شیخوپورہ۔ گوجرانوالہ اس کی چار تحصیلیں مقرر کی گئی تھیں۔ ۱۹۱۹ء میں گوجرانوالہ میں انگریزی سرکار کا تختہ اُلٹنے کے بعد مارشل لا لاگو کیا گیا اور پھر اسے چھوٹا کرنے کی غرض سے ۱۹۲۲ء میں شیخوپورہ کو تحصیل سے ایک الگ ضلع بنا دیا گیا۔ گوجرانوالہ کے دوسرے

ڈپٹی کمشنر کرنل کلارک نے حویلی میاں سنگھ کے علاقہ میں رنجیت گنج کے نام سے ایک مربع شکل بازار تعمیر کروایا تھا۔ تیسرے ڈپٹی کمشنر آرتھر برنڈرتھ دروازہ کھیالی و سیالکوٹی دروازہ از سر نو تعمیر کروائے تھے۔ اور سردار چڑت سنگھ کی سمادھ پر سونے کا کلس لگوایا تھا جو تھے ڈپٹی کمشنر اسکاٹ نے شہر کے وسط میں ایک خوبصورت گھنٹہ گھر تعمیر کروایا تھا۔ گوجرانوالہ میں میونسپل کمیٹی 1862ء میں وجود میں آئی تھی اور 1875ء میں یہاں پہلے چھوٹی ریلوے لائن اور پھر بڑی ریلوے لائن بچھائی گئی تھی۔ 1873ء میں جس سال میں سوامی رام تیرتھ پیدا ہوئے تھے۔ گوجرانوالہ کا ریلوے اسٹیشن تعمیر کیا گیا تھا۔ گوجرانوالہ میں سوامی رام تیرتھ نے لگ بھگ چھ سال سن عیسوی 1882ء سے 1888ء تک تعلیم حاصل کی تھی۔ شری سندر داس مڈھا گوجرانوالہ ضلع کے انگریزی حکومت کے آخری ڈپٹی کمشنر تھے۔ اُس وقت اس کی (شہر گوجرانوالہ کی) آبادی لگ بھگ اسّی ہزار تھی۔ اور یہاں چھ ہائی سکول۔ دو کالج۔ دو گوروکل چھ سنسکرت کی پاٹھ شالائیں اور ایک عربی مدرسہ و ایک منیمی سکھانے کا اسکول (پاٹھ شالا) تھے۔ اُس وقت یعنی 15 اگست 1947ء تک گوجرانوالہ کا نام کانسی۔ پیتل و ایلومینیم کے دستی و مشینی برتن بنانے ولوہے کی الماریاں تیار کرنے میں اور روغنی مٹی کے برتن بنانے میں تمام ایشیا میں مشہور تھا۔

ہندوستان چھوڑنے سے قبل انگریز اس ملک کو دو ٹکڑوں میں بانٹ گئے جن کا نام بھارت و پاکستان ہے۔ گوجرانوالہ کے ہندو، سکھ باشندوں کو اپنا پیارا وطن چھوڑ کر بھارت میں آکر آباد ہونا پڑا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ گوجرانوالہ سے ہجرت کر کے آئے ہوئے لوگوں نے ہردوار میں ایک عالیشان بلڈنگ گوجرانوالہ بھون کے نام سے تعمیر وائی ہے اور نئی دہلی میں ایک کالونی کا نام گوجرانوالہ ٹاؤن رکھا ہے جہاں گوجرانوالہ کے باشندے ہی رہتے ہیں۔

سوامی دیانند سرسوتی اور گوجرانوالہ

آریہ سماج کے بانی مہرشی دیانند سرسوتی کے جیون میں گوجرانوالہ کا نمایاں پارٹ رہا۔ سوامی جی مورخہ 7 فروری 1878ء کو وزیرآباد سے گوجرانوالہ تشریف لائے تھے وہ شہر میں سمادھ مہاں سنگھ میں واقع عالیشان عمارت (بارہ دری) میں ٹھہرے تھے جہاں آپ روزانہ لیکچر دیتے رہے۔ گوجرانوالہ میں بھی دوسرے شہروں کی طرح سوامی جی کا مقامی ہندوں

(خاص کر براہمنوں) نے بھاری وِرودھ (مُخالفت) کیا لیکن شہر کے نامی گرامی سنسکرت کے عالم پنڈت وِدیا دھاری نے سوامی دیانند سرسوتی کے خِلاف یہ کہہ کر کوئی کاروائی نہ ہونے دی کہ سوامی جی سے اگر ہم کو کسی وِشے (مضمون) میں کوئی اختلاف ہے تو وہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے جس پر کہ ہم کسی وقت بطور خود اُن سے بات چیت کر سکتے ہیں ہمارے لئے اِس وقت پادریوں کی تحریک پر خواہ مخواہ اپنے گھر میں جھگڑا برپا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ سوامی جی اور پنڈت جی کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہونے پر بھی یہ دونوں تہا پُرش آپس میں بہت پیار سے ملے۔ جو کہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

گوجرانوالہ میں سوامی دیانند سرسوتی نے مقامی گرجا گھر میں عیسائی پادریوں کے چھکے چھُڑا دیئے تھے۔ ۱۹ فروری 1882ء کو سوامی دیانند سے بحث مباحثہ کرنے سیالکوٹ سے پادری بار صاحب و مقامی پادری میکی صاحب (امریکن) و پادری سوفٹ وغیرہ اکٹھے ہوئے تھے۔ ڈپٹی گوپال داس مُباحثہ کے مُنصِف (فیصلہ دینے والے) مقرر کئے گئے تھے۔ گرجا گھر میں داخل ہونے کے لئے ٹکٹ لگایا گیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ گرجا گھر کے باہر بوجہ تنگی جگہ کھڑے رہے۔ انگریز اسسٹنٹ کمشنر واکر و ہیوسن و ڈپٹی برکت علی بھی وہاں موجود تھے۔ مُباحثہ تحریری تھا۔ لالہ گنگا رام چوپڑہ نے دونوں طرف کے سوالات تحریر کئے تھے۔ عیسائی پادریوں کو سوامی دیانند سے ہار کھانی پڑی۔ اسکے بعد مقامی ہندو لوگوں نے سمادھ مہاں سنگھ یعنی شیراں والا باغ میں ایک بہت بڑا جلسہ واسطے مُباحثہ مقرر کیا لیکن اُسمیں کسی بھی پادری کو آنے کی ہمت نہ ہوئی جبکہ انھیں بار بار شہر کے معزز لوگوں نے وہاں بُلایا۔

سوامی دیانند سرسوتی گوجرانوالہ میں پچیس 25 روز تک ٹھہرے تھے۔ اِنھیں ایّام میں گوجرانوالہ میں آریہ سماج قائم کیا گیا تھا۔ سوامی جی گوجرانوالہ سے 7 مارچ 1882ء کو مُلتان تشریف لے گئے تھے اس واقعہ کے تین سال بعد گوجرانوالہ میں آکر ٹھہرے ہوئے جین مَت کے وِدوان پنڈت آتمارام نے مُقامی لالہ ٹھاکر داس بھابڑہ (جینی) سے سوامی دیانند سرسوتی کے گرنتھ ستیارتھ پرکاش کے خلاف ایک تحریک شروع کر دی۔ یہ تحریک تمام ہندوستان میں پھیل گئی کیوں کہ ستیارتھ پرکاش میں جین مَت کے خِلاف کچھ باتیں سوامی جی نے لکھی تھیں۔ جین مَت اور

جہرشی دیانند کی اس دھرمی تحریک کا مورچہ گوجرانوالہ سے ہی شروع ہوا تھا جس میں تمام ہندوستان کے جین اور آریہ سماج کے ودوان شامل تھے۔ سوامی دیانند سرسوتی نے جین مت والوں کے سوالات کا جواب دیکر اپنی لیاقت اور بہادری کا ثبوت پیش کیا۔ ہندوستان کے مشہور تعلیمی ادارہ گورو کل کانگڑی ہردوار کی شروعات بھی گوجرانوالہ شہر میں ہی عیسوی سن ۱۹۰۰ کے آس پاس کی گئی تھی۔

مُرالی والہ

سوامی رام تیرتھ ضلع گوجرانوالہ کے جس چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے تھے اُس کا نام مُرالی والا ہے جو کہ گوجرانوالہ شہر سے سات میل بجانب جنوب برلب سڑک شیخوپورہ واقع ہے۔ موجودہ مُرالی والہ کو مُرالی نام کے ایک بھٹی (راجپوت) نے سن عیسوی 46-1645ء میں شفیع آباد کے قدیم کھنڈروں پر آباد کیا تھا۔ مُرالی کی سمادھ 15 اگست 1947ء تک مُرالی والہ میں موجود تھی۔ جہاں پر ہر سال میلہ بھی لگتا تھا۔ قدیم زمانہ میں یہ علاقہ رشیوں اور منیوں کی تپ وبھومی تھا اور پھر شکار گاہ بن گیا۔ بادشاہ جہانگیر نے اِس علاقہ میں کئی کئی دِنوں تک شکار کھیلا تھا۔ شیخوپورہ (جس کا نام مغل تواریخ میں جہانگیر آباد بھی ہے) بادشاہ جہانگیر کے بچپن کے نام شیخو پر ہی آباد ہوا تھا۔ مُرالی والہ گاؤں کے باہر ایک بہت بڑا سروور (تالاب) ہُوا کرتا تھا۔ جس کے آثار اب بھی وہاں موجود ہیں۔ اِس تالاب کے گرد پیپل کے درختوں کی گھنی باڑ ہوا کرتی تھی۔ گاؤں کے اہلِ ہندو اِسی تالاب میں غسل کرنے روزانہ آتے تھے۔ اُن دِنوں گاؤں میں ایک شوالہ۔ ایک دھرم شالہ اور ایک بھگت دوارا اور ایک مسجد ہوا کرتی تھی۔ گاؤں میں ایک سرکاری مکتب تھا جو پرائمری تک ہی تھا۔ آج سے سو سال قبل مُرالی والہ کی آبادی تین ہزار اور 1947ء میں پانچ ہزار تھی جبکہ موجودہ 1982ء میں پندرہ ہزار ہے۔ ہندوؤں میں یہاں پر زیادہ تر گوسائیں (براہمن) ودھاون (کھتری) اور کھنڈپور و سیکری (اروڑہ) لوگ رہتے تھے۔

گوسائیں خاندان

مُرالی والہ کا گوسائیں خاندان جس میں سوامی رام تیرتھ پیدا ہوئے تھے بہت بڑا خاندان تھا۔ اِس خاندان کے ایک بزرگ جن کا نام پنڈت تلسی داس تھا۔ گڑھی کپورا (ضلع مردان صوبہ سرحد) میں رہتے تھے جو بہت ہی

کمالاتی یعنی سِدّھ پُرش تھے۔ اُس علاقہ کے ہزاروں لوگ اُن کے مُرید تھے۔ پاکستان کے وجود میں آنے تک اُن کی گدّی (آستانہ) گڑھی کپُورا میں موجود تھی جہاں دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ انھیں پنڈت تلسی داس کے خاندان کی ایک شاخ جس کے مُکھیا گوسائیں صوبا رام تھے کسی نہ معلوم وجہ سے گڑھی کپُورا سے ہجرت کرکے آج سے کئی صدی قبل مُرالی والہ میں آکر آباد ہوگئی تھی لیکن اُن کا تعلق مذکورہ بالا گدّی کے سیوکوں (جو سوات ملاکنڈ۔ چکدرا۔ اور پشاور و ہمونیہ (کابل) کے علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے) سے بدستور قایم تھا۔ اور مُرالی والہ سے ہر سال اُن کے پاس چڑھاوا اکٹھا کرنے جاتے تھے۔ گدّی کے ماننے والے مُرید ہی سیوک کہلاتے تھے۔

پنڈت تُلسی داس کے بہت بعد اور سوامی رام تیرتھ کی پیدائش سے لگ بھگ 83 سال قبل اس خاندان میں ایک دوسری بہت بڑی بزرگ ہستی گوسائیں (بابا) کرمچند نے جنم لیا تھا جو گڑھی کپُورا میں ہی رہتے تھے اُنھوں نے ۱۲۵ برس کی عمر میں اس دُنیا سے رحلت فرمائی تھی۔ وہ بھی سِدھ پُرش (کامل) تھے۔

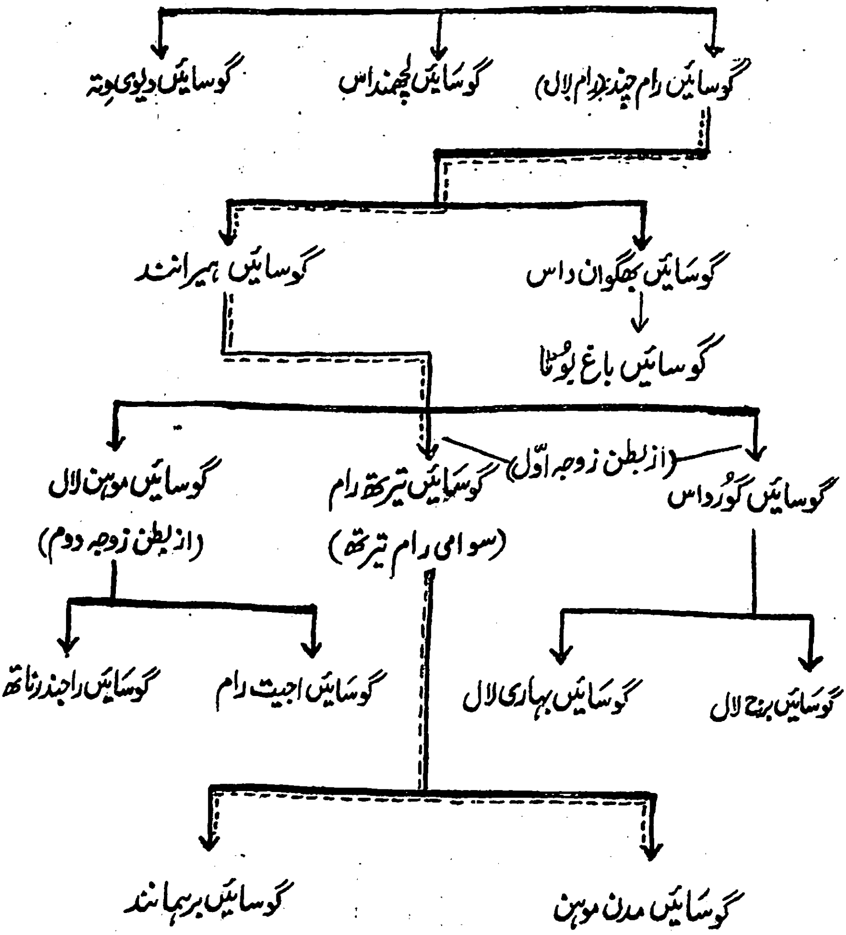
گوسائیں گوبند سہائے ایڈوکیٹ مُرالی والہ کے اسی گوسائیں خاندان کے رُکن تھے جو لاہور میں وکالت کرتے تھے اور بعد میں کانگڑہ جاکر مُقیم ہوگئے تھے وہ بڑے اہلِ قلم تھے اور اُن کی کئی تصنیفات بھی تقسیم ہندوستان سے پیشتر موجود تھیں۔

سوامی رام تیرتھ کے بھتیجے (گوسوامی برج لال) اور اُن کے پسران (گوسوامی مدن موہن اور برہمانند) بڑے لائق اور قابل شخص تھے۔ گوسوامی برج لال تو اپنی قابلیت سے ریاست جمّوں وکشمیر کے محکمہ مال سے بطور تحصیلدار ریٹائر ہوئے تھے۔ گوسوامی مدن موہن نے اُس زمانہ میں (سوامی رام تیرتھ کی وفات کے بعد) انگلینڈ سے مائننگ انجنیری پاس کرکے ریاست پٹیالہ کے محکمہ کان میں نوکری کی تھی۔ گوسوامی برہمانند نے ایم۔اے، ایل۔ ایل بی پاس کرنے کے بعد راجپُوتانہ (راجستھان) میں ریاست جیسلمیر میں اسسٹینٹ کلکٹر مُقرر ہوئے تھے۔ مُرالی والہ کے گوسائیں خاندان کا نام سوامی رام تیرتھ کے باعث ہی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دُنیا میں مشہور ہُوا۔

دوسرا باب

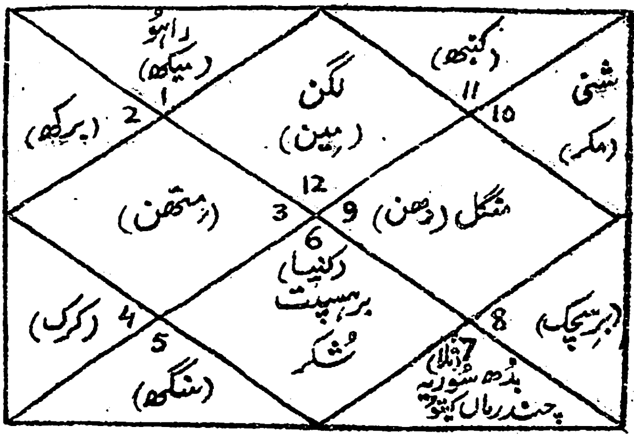
شجرہ نسب خاندان سوامی رام تیرتھ

قوم۔ سارسوت براہمن۔ ذات ساٹھر گوسائیں۔ گوت (گوتر) واشسٹ



پیدائش سوامی رام تیرتھ

کارتک شُدی یکم بروز بدھ سمت وکرمی 1930ء (دیوالی کا دوسرا روز یعنی انّ کوٹ (گوردھن پوجا) کا تہوار) مورخہ 22 راکتوبر سنہ 1873ء کو مُرالی والہ کے ایک چھوٹے سے مکان میں سوامی رام تیرتھ کا بعد از دوپہر جنم ہُوا تھا۔ ان کی والدہ کا نام شریمتی نہال دیئی تھا۔ سوامی رام تیرتھ کے دادا گوسائیں رام لعل (دوسرا نام رام چند) علم جیوتش کے ماہر تھے چنانچہ اُنہوں نے فوراً اپنے پوتے کی جنم کُنڈلی بنائی جو مندرجہ ذیل تھی۔



جنم کُنڈلی کو دیکھ کر گوسائیں رام لال کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر وہ ایکدم مُسکرا پڑے۔ گوسائیں ہیرانند نے جب اسکی وجہ معلوم کرنی چاہی تو پہلے تو وہ خاموش ہوگئے لیکن جب اُنکے پسر نے بضد ہوکر اُنکے ہنسنے اور رونے کا راز جاننا چاہا تو وہ کہنے لگے کہ مَیں رویا اِسلئے تھا کہ یہ بچّہ جلدی مرجائے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے زندہ رہ گیا تو اُس کی والدہ کا انتقال ہو جائے گا۔ ہنسی مجھے اسلئے آئی تھی کہ اگر یہ بچّہ زندہ رہ گیا جیسا کہ اس کے گرہ بتلا رہے ہیں تو یہ تمام دُنیا میں مشہور ہوگا جس سے ہمارے خاندان کا نام روشن ہوگا۔ پیشین گوئی حروف بحروف صحیح ثابت ہوئی اور گوسائیں ہیرانند کی دھرم پتنی اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی اِس دُنیا سے رخصت فرما گئیں گوسائیں رام لال کی اِسی بات نے گوسائیں ہیرانند کو خاموش کر دیا کیونکہ انھیں اپنے گھر میں اندھیر ہی اندھیر نظر آنے لگا کہ ان کی بیوی کے مرجانے سے تو اُن کا تمام گھر ہی برباد ہوجائے گا اور یہ بھی ضروری نہیں تھا

کہ وہ اپنے بیٹے کا اقبال اپنی حیات میں دیکھ بھی سکیں۔ گوسائیں رام لال نے اپنے پوتے کا نام جنم کنڈلی کے مطابق تیرتھ رام مقرر کیا تھا۔ تیرتھ رام سے ایک بڑی بہن تیرتھ دیوی اور ایک بڑا بھائی گورڈ داس گھر میں موجود تھے۔

سوامی رام تیرتھ کے گذشتہ تین جنم

راقم الحروف نے سوامی رام تیرتھ کی جنم کنڈلی کا پھلادیش کپالی سنگتا نام کے ایک پراچین (دستی لکھے ہوئے) سنسکرت کے گرنتھ میں اپریل 1973ء میں نکلوایا تھا۔ کپالی سنگہتا گرنتھ دویہ گیان سے یعنی جہاں انسان کی عقل کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے اور پرماتما کی عطا کردہ شکتی (دویہ گیان) کام کرنے لگتی ہے، ہزاروں برس قبل لکھا گیا تھا۔ اِس گرنتھ کے ایک پترے (ورق) پر سوامی رام تیرتھ کے گذشتہ یعنی پوربے جنموں کا حال لکھا ہوا ہے جس کے مطابق اُن کی آتما ستیہ یگ میں راجہ ستیہ سندر کی شکل میں پیدا ہوئی تھی۔ اور تریتا یگ اور دواپر یگ میں نشاد راج گوہا اور بھگت راج اُدھو تھی و موجودہ کلجگ میں تیرتھ رام (سوامی رام تیرتھ) کے نام سے پیدا ہوئی تھی۔ مذکورہ بالا گرنتھ میں راقم الحروف کے نام (کیدار ناتھ) کا پہلا لفظ "ک" بھی لکھا ہوا ہے جو سوامی رام تیرتھ کے یش (یعنی اُن کی نیک نامیوں کو دُنیا میں پھیلانے کی غرض سے کپالی سنگہتا کو سنے گا۔ کپالی سنگتا کا سوامی رام تیرتھ کی جنم کنڈلی والا پترا (ورق) رام تیرتھ کیندر سہارنپور میں موجود ہے اور کپالی سنگتا کا گرنتھ ہوشیار پور (پنجاب) میں محترم پنڈت جگن ناتھ تیواڑی کے یہاں بھرگو دربار میں ہے۔

بچپن

شریمتی نہال دیوی کے سورگ واس ہو جانے سے گوسائیں ہیرانند کو بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ دودھ پیتے بچے تیرتھ رام اور اس کے بڑے بھائی گورو داس و بڑی بہن تیرتھ دیوی کی پرورش کرنے والا گھر میں کوئی نہ رہنے سے وہ بہت پریشان ہو گئے۔ آخر کار اُن کے والد گوسائیں رامچند کے کہنے پر وہ اپنی بہن شریمتی دھرم کور کو بمع اُن کے بچوں (بیٹی دھرم و گیان چند) کے مُرالی والہ لے آئے شریمتی دھرم کور کی شادی مُرالی والہ سے کچھ دُوری پر واقعہ جنڈیالہ شیر خاں میں

گوسائیں ٹھاکر داس سے ہوئی تھی۔ شریمتی دھرم کور نے مُرالی والہ آکر نہ صرف اپنے سب سے چھوٹے بھتیجے تیرتھ رام کی پرورش ہی کرنی پڑی۔ بلکہ تمام گھر کا کام بھی انھیں ہی سنبھالنا پڑا۔ تیرتھ رام نہ صرف اپنی بھوا کی گودی میں ہی ہر وقت کھیلتا رہتا تھا اور اُنھیں کا دُودھ بھی پیتا تھا۔ شریمتی دھرم کور صبح و شام تیرتھ رام کو گودی میں اُٹھا کر مندر (شوالہ) اور دھرم شالہ میں لے جاتی تھیں اور وہیں بیٹھ کر کتھا سُنا کرتی تھیں۔ رفتہ رفتہ ننھا تیرتھ رام اپنی بھوا کو مندر میں جانے کے لئے اُکسانے لگ گیا اور پھر نوبت یہاں تک آپہونچی کہ جیسے ہی مندر میں سنکھ (ناقوس) بجتا تو ننّھا تیرتھ رام مندر جانے کے لئے ضِد کرنے لگتا۔ ایسے ہی ایک دفعہ (جب تیرتھ رام نے ابھی تیسرے سال میں ہی قدم رکھا تھا) سویرے جب مندر میں سنکھ بجنے کی آواز سُنائی دی تو تیرتھ رام نے رونا شروع کر دیا۔ اُس وقت اُن کے والد گوسائیں ہیرانند وہیں موجود تھے۔ اُنھوں نے اُسے بڑے پیار سے گودی میں اُٹھایا۔ لیکن ننھا تیرتھ رام اُنھیں باہر مندر میں جانے کے لئے اشارہ کرکے اور زیادہ رونے لگا۔ گوسائیں ہیرانند اُسے منانے کے لئے کھلونے اور مٹھائی وغیرہ بھی دی۔ مگر بچّے نے سب کچھ پھینک دیا۔ اِس پر گوسائیں ہیرانند کو غصّہ بھی آیا لیکن اُن کی بہن شریمتی دھرم کور نے اُنھیں مندر جانے کی بات کہی۔ گوسائیں ہیرانند کو اِس بات پر یقین نہ آیا لیکن جونہی اُنہوں نے گھر کے باہر قدم رکھا۔ تیرتھ رام چُپ ہو گیا۔ گوسائیں ہیرانند نے دو چار قدم چلنے کے بعد جب پھر گھر کی واپسی کا رُخ کرنا چاہا تو ننّھا تیرتھ رام زور زور سے رونے لگا۔ آخر کار گوسائیں ہیرانند کو اپنے بیٹے تیرتھ رام کو مندر میں لے جانا پڑا۔ اور وہاں بیٹھ کر کتھا سُننی پڑی۔ جیسے وہ روزانہ اپنی بھوا کے ساتھ آکر سُنا کرتا تھا۔ اِس کے بعد روزانہ سنکھ کی آواز سُنائی دیتے ہی ننھے تیرتھ رام کو جھٹ مندر میں پہنچایا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ تیرتھ رام کسی کے ساتھ اُنگلی پکڑ کر اور پھر خود بخود مندر میں کتھا سُننے جایا کرتا تھا۔ کافی عرصہ مُرالی والہ میں رہنے کے بعد شریمتی دھرم کور کو آخر ایک دن اپنے گھر واپس جانا پڑا۔ تب مجبور ہو کر گوسائیں ہیرانند کو گوجرانوالہ شہر میں پنڈت نانک چند بتورا المعروف تایا کی سب سے چھوٹی

لڑکی شریمتی جمنا دیئی (نرائن دیئی) سے شادی کرنی پڑی۔ شریمتی نرائن دیئی بہت ہی نیک عورت تھی۔ اور اُس نے گوسائیں ہیرا نند کے تینوں بچوں کی پرورش تہہ دِل سے کی۔ گوسائیں ہیرا نند کا گھر دوبارہ آباد ہو گیا۔

اِبتدائی تعلیم

اُس زمانہ میں مُرالی والہ میں صرف ایک ہی سرکاری مدرسہ ہُوا کرتا تھا جو پرائمری تک ہی تھا۔ مدرسہ کی کوئی بلڈنگ وغیرہ نہیں تھی۔ بچے کھُلے میدان میں اینٹوں سے بنے ہوئے ایک چبوترے پر بیٹھ کر تمام دن پڑھتے رہتے تھے۔ مدرسہ کے ایک ہی مدرس (ٹیچر) تھے جن کا نام مولوی محمد علی تھا جو گاؤں کے ڈاکخانہ کے سب پوسٹ ماسٹر بھی تھے۔ مولوی محمد علی موضع کھیالی کے رہنے والے تھے جو گوجرانوالہ اور مُرالی والہ کے درمیان واقعہ ہے اور قدیم زمانہ کا آباد ہے۔ مولوی صاحب روزانہ شام کو گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے گاؤں کھیالی چلے جایا کرتے تھے۔ جو کہ مُرالی والہ سے چار میل دُور ہے گوسائیں ہیرا نند نے اپنے بیٹے تیرتھ رام کو لگ بھگ چھ سال کی عمر میں پڑھنے کی غرض سے مولوی محمد علی کے سپرد کیا تھا۔ تیرتھ رام بچپن ہی میں پڑھنے میں بہت ذہین اور محنتی تھا۔ کھیل کود میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہر وقت کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ شام کو جب مدرسہ بند ہوتا تو تیرتھ رام وہاں سے سیدھا دھرم شالہ یا بھگت دوارے جاتا۔ جہاں بھائی میاں سنگھ یا کوئی باہر سے آئے ہوئے وِدوان پنڈت یا سنت تہا تما کتھا کرتے تھے۔ سویرے سکول آنے سے پہلے (شِوالہ) مندر ہو کر آیا کرتا تھا۔ رات کو سونے سے پہلے اپنے بھائی بہنوں کو دِن میں سُنی ہوئی کتھا کو سُنا کر پھر سوتا تھا۔ اُن دِنوں فارسی کی کُتب گلستاں بوستاں اور دیوانِ حافظ وغیرہ پرائمری میں ہی پڑھائی جاتے تھے۔ تیرتھ رام گرمیوں کی چھٹیوں میں مولوی صاحب کے گاؤں میں اُن کے گھر پڑھنے چلا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا قصّہ ہے کہ گرمی کی چھٹیوں میں اُستاد اور شاگرد کے مابین یہ فیصلہ ہُوا کہ چونکہ گلستاں اور بوستاں کامیابی سے ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب دیوانِ حافظ شروع کیا جائے۔ چنانچہ دوسرے دِن تیرتھ رام بغل میں دیوانِ حافظ اٹھائے مولوی صاحب کے گھر کھیالی پہنچ گئے۔ مولوی صاحب نے دیوانِ حافظ پڑھانا شروع کیا اور اُس کا پہلا شعر پڑھا سہ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

جب مولوی صاحب اِس شعر کا اُردو ترجمہ کر کے اگلے شعر کو پڑھنے کے لئے تیار ہوئے تو اُن کے شاگردنے اُنھیں اِس شعر کی پوری تفسیر کرنے کی یہ درخواست کر کے روک دیا کہ الا اور ساقی اور جام میں فرق کیوں ہے۔ مولوی صاحب بہت حیران تھے کہ ایسا زیرک اور ذہین طالبِ علم تو اُنھوں نے آج تک نہیں دیکھا چنانچہ اس ایک شعر کو سمجھانے میں اُنھیں پورے دو ماہ یعنی گرمی کی تمام چھُٹیاں گزر گئیں اور باقی تمام دیوانِ حافظ اِس شعر کی تضمین یا تفسیر کی شکل میں ہی پڑھا گیا یہی وجہ تھی کہ تیرتھ رام نے پہلے سال میں پہلی اور دوسری اور دُوسرے سال میں تیسری اور چوتھی و تیسرے سال میں پانچویں یعنی کل ملا کر تین سال میں پانچ سال کا کورس درجہ اوّل میں کامیاب ہو کر پاس کیا تھا۔

گورو بھگتی

اُس زمانہ میں نہ صرف مُرالی والہ بلکہ تمام پنجاب کے دیہات میں یہ رواج تھا کہ جب کبھی کا لڑکا پرائمری کا آخری درجہ پاس کرتا اس لڑکے کا باپ یا گھر کا کوئی اور لبشر مدرسہ کے ہیڈ مدرس کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک روپیہ تا دو روپیہ بطور شکرانہ ادا کرتا۔ چنانچہ جب تیرتھ رام نے گاؤں کے مکتب سے پرائمری پاس کی تو ان کے والد شریف بھی نقد دو روپئے ایک تھال میں (مع زیرہ گوچی) رکھ کر مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں جانے کو تیار ہوئے۔ اس موقعہ پر تیرتھ رام بجائے خوش ہونے کے رونے لگ پڑے۔ گوسائیں ہیرانند نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ سامان تھوڑا ہے اسلئے بچّہ رو رہا ہے اسمیں دو روپیہ اور ایک ململ کی پگڑی کا اضافہ کر دیا۔ اتنے پر بھی جب اُن کا پسر بدستور روتے ہی رہا تو انہوں نے ناراض ہو کر اپنے بیٹے سے رونے کی وجہ معلوم کرنی چاہی۔ لگ بھگ آٹھ یا نو سال کے تیرتھ رام نے انھیں روتے روتے عرض کی کہ پتا جی مولوی صاحب نے آپ کے بیٹے کو اتنے سال تک علم کا دُودھ پلایا ہے یعنی پڑھایا ہے لہٰذا آپ کو چاہیئے کہ اُن کی خدمت میں دودھ دینے والی گائے یا بھینس ہی پیش کریں تاکہ وہ اُس کا دودھ پی سکیں۔ گوسائیں ہیرانند یہ الفاظ سُن کر دنگ رہ گئے

اور اُنھوں نے فوراً اپنے گھر کی بھوری بھینس مع مذکورہ بالا سامان کے مولوی صاحب کی خدمت میں بطور شکرانہ پیش کی۔ سوامی رام تیرتھ بچپن سے ہی اپنے گورُو (اُستاد) کے لئے کتنا عقیدہ رکھتے تھے یہ اُس کی ایک زندہ مثال ہے۔

مہاتما دُلڑو رام نندہ کی صحبت

اُن دنوں مُرالی والہ سے دو میل بجانب جنوب و مغرب میں واقعہ موضع بُوپڑا کلاں میں ایک بزرگ رہتے تھے جن کا نام دُلڑو رام نندہ تھا۔ اُن کے گھر میں ہر وقت ست سنگ (حق کی چرچا) ہُوا کرتا تھا جسمیں ہندو، مسلمان و سکھ بغیر کسی بھید بھاؤ کے حاضر ہوا کرتے تھے۔ مہاتما جی کبھی کبھی مُرالی والا بھی آجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تیرتھ رام بھی اپنے ہم جماعت لڑکوں کے ساتھ مُرالی والا سے بُوپڑا گئے تھے۔ مہاتما دُلڑو رام نندہ نے پہلی ہی نظر میں تیرتھ رام کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لڑکا برہم گیانی (جس کی چشم حق بیں کھُل جائیں) ہوگا۔ اس کے بعد ازاں بھی تیرتھ رام مہاتما جی کی خدمت میں اپنے بچپن کے ساتھی لالہ رنجیت رام ودھاون (بعد ازاں مہاتما رنجیت رام) کے ہمراہ بُوپڑہ کلاں اکثر جایا کرتے تھے۔ مہاتما رنجیت رام نے تو مہاتما دُلڑو رام نندہ کو اپنا مُرشد بنا لیا تھا اور ان کی تعریف میں اُنھوں نے پنجابی کی ایک سہ حرفی بھی لکھی تھی جس کے شروع کا ایک شعر مندرجہ ذیل ہے۔

الف :- آپنے آپ دی سار ہوئی ست چت آنند سرُوپ ہاں مَیں
ہر رنگ دے وِچ ہے رنگ میرا سرب رُوپ دا اصل سرُوپ ہاں مَیں
بھُل آپ تھیں مَیں ساں جیو بنیا چھڈ رُوپ نُوں ہویا کرُوپ ساں مَیں
دُلڑو رام دی مہر رنجیت راماں بھیا شُدھ جو شُدھ سرُوپ ہاں مَیں

شادی

گوسائیں ہیرا نند نے اُس وقت کے رواج کے مطابق اپنے پسر تیرتھ رام کی شادی لگ بھگ دس سال کی عمر میں کردی تھی۔ جبکہ اُن کی منگنی (سگائی) تو آٹھ سال قبل ہی کردی گئی تھی۔ تیرتھ رام کی سسرال موضع وِیروکے (تحصیل وزیر آباد۔ ضلع گوجرانوالہ) میں تھی انکے سسر پنڈت مُوندی مل جی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں کمیدان کے عہدہ پر مقرر تھے۔ تیرتھ رام کی دھرم پتنی کا نام شو بھادیئی تھا جو بہت ہی نیک دل اور بلند حوصلہ عورت تھی۔ اُس نے تمام عمر اپنے خاوند کی خدمت میں اور اُسکے حکم کو بجالانے میں ہی گذار دی جو کہ اپنے میں ایک بہت بڑی مثال ہے۔

تیسرا باب

گوجرانوالہ میں تعلیم حاصل کرنا

مُرالی والہ میں اُس زمانہ میں درجہ پانچ یعنی پرائمری تک ہی مدرسہ تھا اور وہ بھی ورنیکلر تھا یعنی وہاں انگریزی نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ صرف اُردو اور فارسی کی ہی تعلیم دی جاتی تھی چونکہ تیرتھ رام پڑھنے میں شروع سے ہی ذہین تھے اسلئے گاؤں کے لوگوں اور رشتہ داروں و برادری کے لوگوں کے مشورہ سے گوسائیں ہیرانند نے اپنے پسر کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کے لئے گوجرانوالہ میں اپنی سسُرال میں بھیجدیا۔ اُس زمانہ میں گوجرانوالہ میں بھی ایک ہی سکول (مشن ہائی سکول) تھا جس کی بلڈنگ مقامی سیالکوٹی دروازہ کے اندر کھلنے والے بازار میں واقعہ تھی جہاں بعد ازاں چرچ بنا دیا گیا تھا۔ مسٹر بی سی چٹرجی (بعد ازاں رائے بہادر) سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ماسٹر (پنڈت) چندو لال (بعد ازاں سکرٹری میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ) سکول میں سیکنڈ ماسٹر تھے۔ گوجرانوالہ میں تیرتھ رام کافی عرصہ تک شروع شروع میں اپنے نانا پنڈت نانک چند جو کہ (حالانکہ پنڈت نانک چند تیرتھ رام کے حقیقی نانا نہ ہو کر ان کی سوتیلی ماں کے والد تھے۔ لیکن اتنے بلند پایہ اور اونچے اخلاق کے مالک تھے کہ شاید تیرتھ رام کے حقیقی نانا بھی اُن سے اتنی محبت نہ کر سکتے) کے گھر رہے تھے۔ اُن کے ماموں پنڈت مول چند بھی اُن کی بہت دیکھ بھال کرتے تھے۔ تیرتھ رام ہر ہفتہ یعنی اِتوار کے دن اپنے گاؤں مُرالی والہ پیدل چلے جایا کرتے تھے۔ اُنھیں پیدل چلنے کا بچپن سے ہی بڑا شوق تھا۔

سپیشل کلاس میں داخلہ

مُرالی والہ سے آنے پر تیرتھ رام کو مشن ہائی سکول گوجرانوالہ میں ایک عرصہ تک سپیشل کلاس میں داخل کیا گیا تھا جہاں اُنھوں نے انگریزی سیکھی تھی۔ کیونکہ انگریزی پڑھے بغیر ہائی سکول کے درجوں میں تعلیم حاصل کرنی ناممکن تھی۔

بھگت دھنّا رام سے مُلاقات

اِنھیں ایّام میں تیرتھ رام کی مُلاقات بھگت دھنّا رام سے ہوئی تھی جو اُن کے والد گوسائیں ہیرانند کے دوست تھے اور شہر گوجرانوالہ میں گلی بھاگیرت لال وکیل (پُل لکڑ والا) کے اِتصال پر گلہ ڈاکٹر رن میں رہتے تھے۔ بھگت صاحب ذات سے اروڑہ (منوچہ) تھے اور پیشہ سے ٹھٹھیار تھے۔ تمام عمر شادی نہیں کروائی تھی۔ بچپن سے ہی پہلوانی کا بڑا شوق تھا۔ کچھ عرصہ تک پنڈ دادن خاں میں بھی رہتے تھے جہاں پر گوجرانوالہ کی طرح پیتل اور کانسی کے دستی برتن بنانے کا کافی کام ہوتا تھا۔ پنڈ دادن خاں (نزد کٹاس راج) میں بھگت دھنّا رام نے لوگوں میں کُشتی لڑنے کا شوق پیدا کیا تھا اور وہاں ایک مرتبہ اپنے سے بہت بڑے طاقتور پہلوان سے اکھاڑے میں بھڑ گئے تھے اور اُسے چت کر دیا تھا۔ جس سے اِن کا بہت نام ہوا تھا۔ ہٹ دھرمی تھے۔ اور پاس آنے والے ہر چھوٹے بڑے کو "رب جی" کہہ کر پُکارا کرتے تھے اِسلئے اُن کا نام بھی تمام شہر میں "رب جی" پڑ گیا تھا۔ آتم گیانی بھی کمال درجہ کے تھے۔ ایک مرتبہ آتم درشن بھی کر چکے تھے شہر میں ان کی بہت عزت تھی۔ ہندو، مُسلمان اور سکھ ان کے گرویدہ تھے جہاتما اُلاوراتمد کے بعد تیرتھ رام کے اندر چھپی ہوئی سوامی رام تیرتھ کی مہان آتما کو پہچاننے والے یہی شخص تھے بالکل اُمّی تھے۔ بعد میں تھوڑا بہت پڑھنا سیکھ گئے تھے۔ تیرتھ رام شروع میں اُن کے پاس روزانہ آیا کرتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ اُن میں گورو بھاؤ پیدا ہوتے پر وہ اپنے والد صاحب کی اِجازت سے اُن کے مکان پر ہی رہنے لگ گئے تھے۔ تیرتھ رام اُنھیں اپنے اور پرمیشور کے درمیان کا تیسرا آدمی جانتے تھے۔ تیرتھ رام نے اُنھیں ۱886ء سے لیکر ۱906ء تک لگ بھگ گیارہ سو (۱۱۰۰) خط لکھے تھے جنھیں بھگت دھنّا رام نے مٹی کے دو بڑے برتنوں میں سنبھال کر رکھا ہُوا تھا۔ یہی خط بعد میں سوامی رام تیرتھ کی خانہ داری (گرہست آشرم) کے حالات جاننے کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ تیرتھ رام نے پہلا خط بھگت دھنا رام کی خدمت میں اپنے سسرال ویرو کے سے مورخہ 24 مئی 1886ء کو لکھا تھا۔ جب اُن کی عمر ساڑھے بارہ سال کی تھی۔ اُس خط کا مضمون مندرجہ ذیل تھا۔

"مہنملئہ سالکان وپیشوائے عارفاں سلامت۔ آپ کا نوازش نامہ مجھے بدّوکی کے

میلے سے ایکدن پہلے ملا تھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ میلے کو آویں گے اس واسطے مَیں بھی میلے کو گیا۔ مگر مجھے آپ کے درشن نہ ہوئے۔ اور یہاں لفافے نہیں ملتے۔ اس واسطے خط میں دیر ہو گئی اور آج اس کارڈ کی خاطر وزیر آباد آیا ہُوں۔ اگر کوئی قصُور سرزد ہو تو معاف فرماویں۔

غُلام تیرتھ رام

مذکورہ بالا خط میں میلے سے مُراد موضع بدوکی (ضلع گوجرانوالہ) کے اُس میلہ سے ہی جو وہاں ٹومبری صاحب کے مقام پر ہر سال بابا سائیں داس کی یاد میں لگتا تھا۔ وزیر آباد کی دیروکے سے دُوری لگ بھگ تین میل ہے۔ جہاں تیرتھ رام پیدل چلکر صرف پوسٹ کارڈ خریدنے گئے تھے۔ راقم الحروف بھی بچپن میں ایک مرتبہ اس میلہ میں اپنی محترمہ والدہ صاحبہ کے ساتھ گیا تھا۔

سوامی رام تیرتھ نے بھگت دھنّارام کی خدمت میں آخری خط اگست ۱۹۰۶ء میں یعنی اس دُنیا سے رُخصت فرما جانے سے لگ بھگ دو ماہ قبل وسِشٹ آشرم (ٹہری۔ ہمالیہ) سے لکھا تھا جیسے مسٹر پورن وہاں سے دستی لے کر گوجرانوالہ تشریف لائے تھے۔ خط کیا ہے رُوحانی مستی کا ایک سمندر ہے۔ خط میں صرف پنجابی میں چار سطریں ہی لکھی ہُوئی تھیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

بھیدتے بھرم دی ماڑیاں نے ہل واہ سُہاگڑا پھیر دِتّیا
فرض مرض تے غرض دے بیلے نوں اگ لا کے شیر نوں گھیر لیتا
بنا رام بے نام بھی ہوز داسی۔ سُرنگ کڈھیہ پلیتڑا گیر دِتّیا
آج نُور دا شور کردا ہڑہ آیا۔ دِشوں دِشا آنند کھلیر دیتا

از مقام حضُور کا دِل

بھگت دھنّارام ۸۰ سال زندہ رہ کر ۱۹۳۰ء میں اِس دُنیا سے رُخصت ہو گئے تھے

اِنٹرینس (دسویں) پاس کرنا

اُن دِنوں انٹرینس (آج کی میٹرک یعنی دسویں کلاس) کا امتحان یونیورسٹی کا امتحان ہُوا کرتا تھا اور گوجرانوالہ سے طلباء کو امتحان دینے لاہور جانا پڑتا تھا کیونکہ پنجاب یونیورسٹی کے امتحان انٹرینس کا اِس علاقہ کا سینٹر ان دِنوں لاہور میں ہُوا کرتا تھا۔ تیرتھ رام بھی مارچ 1888ء کے شروع میں گوجرانوالہ سے لاہور امتحان دینے گئے تھے۔ لاہور جانے کا بھی اُن کا یہ پہلا ہی اتفاق تھا 23 مارچ تک امتحانوں کے پرچے ہوتے رہے تھے اور مئی 1888ء کے شروع میں اِمتحان اِنٹرینس کا نتیجہ نِکلا تھا جس میں تیرتھ رام کامیاب ہو گئے تھے اُسوقت اُن کا کامیاب لڑکوں کی فہرست میں اڑتیسواں 38 نمبر تھا۔ ●

چوتھا باب

مِشن کالج لاہور میں داخلہ

گوجرانوالہ سے انٹرینس پاس کرنے کے بعد تیرتھ رام کے والد گوسائیں ہیرانند اپنے پسر کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے مئی ۱۸۸۸ء کے پہلے ہفتے میں ہی لاہور لے گئے اور وہاں اُنھیں مِشن کالج جو اُن دِنوں نیلا گنبد میں ہُوا کرتا تھا میں داخل کروایا اُن دِنوں کالج کی ماہواری فیس (ایف۔اے میں) ساڑھے چار روپئے ہُوا کرتی تھی گوسائیں ہیرانند اُنھیں لگ بھگ بیس روپیہ کی قیمت کی کورس کی کتابیں خرید کر دے آئے تھے۔ تیرتھ رام لاہور میں سب سے پہلے وچھو والی مصر مہتاب رائے کے مکان میں ایک روپیہ مہینہ کرایہ پر رہتے رہے۔ دو روپیہ ماہوار اُن کا اپنا جیب خرچ ہُوا کرتا تھا اور کھانا و دُودھ کا ماہواری خرچہ لگ بھگ پانچ روپیہ ہوتا تھا۔ اِس طرح اُس زمانہ میں اُنھیں آٹھ روپیہ ماہوار لاہور میں خرچہ کے لئے درکار تھے جسے اُنھیں گوسائیں ہیرانند ہی بھجواتے تھے لیکن کالج میں داخل ہونے کے ٹھیک ساڑھے دس مہینے بعد میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ کی جانب سے انھیں مُبلغ آٹھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ مِلنا شروع ہو گیا تھا جس سے اُنھیں خرچہ میں بہت سہُولیت ہو گئی تھی۔

نہایت تنگی کا زمانہ

طالب علمی کے زمانہ میں تیرتھ رام لاہور میں دو تین سال تک بہت پریشان رہے۔ اِن ایّام میں ان کی دو مرتبہ مورخہ 7 اپریل ۱۸۹۱ء و 8 فروری ۱۸۹۳ء چوری بھی ہو گئی تھی اور دونوں مرتبہ بہت پریشان رہے۔ چور ان کے کمرے میں سے سب سامان اُٹھا کر لے گئے تھے۔ مکان میں کئی بار سانپ نکلنے سے بہت دہشت زدہ ہوئے۔ پھر بیماری نے بھی اِنھیں گھیرے رکھا صحت بہت زیادہ کمزور رہتی تھی۔ جون ۱۸۹۵ء میں انھیں عینک استعمال کرنے

کے لئے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا تھا۔ اُدھر رہائش کے لئے مکان بھی بار بار تبدیل کرنے پڑے تھے۔ مذکورہ بالا حالات کا سامنا کرتے ہوئے تیرتھ رام کو لاہور میں دِن گذارنے پڑے تھے۔

مددگار تیرتھ رام لاہور میں بالکل ہی اجنبی تھے۔ لاہور میں آپ کی سب سے پہلی واقفیت لالہ اجودھیا داس سہگل سے ہوئی تھی جو لاہور میں لالہ گوبند رام وکیل کے ایجنٹ (منشی) تھے اور بھگت دھنّا رام کے مُرید (سیوک) تھے۔ لالہ جی کا اصلی وطن جنڈیالہ شیر خاں (اُن دِنوں ضلع گوجرانوالہ) میں تھا۔ لاہور میں تیرتھ رام کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے یہی مددگار تھے۔ تیرتھ رام نے زمانہ طالب علمی میں سن عیسوی 1888 سے 1895 تک جو خط بھگت دھنّا رام کی خدمت میں لاہور سے لکھے تھے ان میں لالہ اجودھیا داس سہگل کا 85 بار ذکر ملتا ہے۔ اِسکے علاوہ چاہل (ضلع گوجرانوالہ) کے رہنے والے لالہ سوہن لال چوپڑہ جو لاہور میں اینٹوں کے بھٹّہ کا کاروبار چلاتے تھے۔ بھی بھگت دھنّا رام کی وجہ سے تیرتھ رام کی قدر کیا کرتے تھے۔ مشن کالج لاہور کے حلوائی یعنی کینٹین کے ٹھیکیدار لالہ جھنڈُو مل بھاٹیہ نے جو خدمات اُس زمانہ میں تیرتھ رام کے لئے کی تھیں۔ اُن کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے لاہور کے رہنے والے لالہ جھنڈُو مل بھاٹیہ تو تیرتھ رام کے لئے کھانا، کپڑا اور برتن تک مہیا کرتے رہے۔ اِس کے علاوہ پروفیسر گِلبرٹسن (پروفیسر ریاضی مشن کالج لاہور) و ڈاکٹر رگھوناتھ مل (اسسٹنٹ سرجن سِول ہسپتال ہانسی) کی نقد و دُوسری امداد بھی قابلِ تعریف تھی۔ ڈاکٹر رگھوناتھ مل، تیرتھ رام کی والدہ (سوتیلی) بڑی بہن کے خاوند تھے اور تیرتھ رام کو اپنا بیٹا تصوّر کرتے تھے۔ گوسائیں تیرتھ رام نے اپنے گورو بھگت دھنّا رام کو جو خط اہلِ خانہ داری میں لاہور سے لکھے تھے اُن میں ڈاکٹر صاحب کا لگ بھگ تیس 30 بار ذکر ملتا ہے۔ لالہ سرداری لال مدھوک (جو اُن دِنوں میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ کے سکریٹری تھے) و پنڈت (ماسٹر) چندُو لال (جو اُن دِنوں مشن ہائی اِسکول گوجرانوالہ میں سیکنڈ ماسٹر تھے) کی کوششوں سے ہی میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ کا آٹھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ تیرتھ رام کو ملنے لگا تھا۔ یہ دونوں صاحبان گوجرانوالہ کے ہی باشندے تھے۔

اور بھگت دھنّا رام کے دوست تھے۔

پروفیسر گلبرٹسن کی غیر حاضری میں پڑھانا

تیرتھ رام پڑھائی میں اور خاص طور پر ریاضی میں تو بہت ہوشیار تھے۔ تمام کالج کے پروفیسر انھیں بہت پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جون ۱۸۹۱ء میں پروفیسر گلبرٹسن بوجہ بیماری کئی دنوں تک کالج میں تشریف نہ لا سکے تو پرنسپل کے کہنے پر تیرتھ رام اپنے ہم جماعت لڑکوں کو متواتر کئی روز تک ریاضی پڑھاتے رہے تھے اسی طرح جب آپ ایم۔ اے میں پڑھتے تھے تو پروفیسر گلبرٹسن چند مہینوں کیلئے ۱۸۹۶ء میں غالباً اپنے وطن امریکہ چلے گئے تھے تب بھی جون سے نومبر تک تیرتھ رام اُن کی جگہ مشن کالج میں بی۔ اے کے طالب علموں کو ریاضی پڑھانے گورنمنٹ کالج لاہور سے روزانہ آیا کرتے تھے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس دَوران میں تیرتھ رام جو ایک پروفیسر کی حیثیت سے کالج کے لڑکوں کو پڑھاتے تھے اپنے اُستاد (یعنی پروفیسر گلبرٹسن کی کرسی پر کبھی بھی نہیں بیٹھتے تھے بلکہ ہمیشہ اُس کرسی کا ادب کرتے ہوئے کھڑے کھڑے ہی پڑھایا کرتے تھے۔ پروفیسر گلبرٹسن جب امریکہ سے واپس ہندوستان آئے تھے تو اُنھوں نے تیرتھ رام کو خوش ہو کر ایک سُنہری گھڑی (جس کی باڈی و زنجیر سونے کی بنی ہوئی تھی) انعام میں دی تھی۔

پنجاب یونیورسٹی میں اوّل آنا

تیرتھ رام نے ۱۸۹۳ء میں بی۔ اے کا امتحان دیا تھا اور ماہ اپریل میں اُس کا نتیجہ نکلا تھا جس میں اُنھوں نے تمام صوبہ میں یعنی پنجاب یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی تھی۔ انھیں یونیورسٹی کی جانب سے دو وظیفے (35 روپیہ اور 25 روپیہ ماہوار) ملنے لگے تھے اور ایک گولڈ میڈل انعام میں ملا تھا۔ تیرتھ رام نے بی۔ اے کا ریاضی کے پرچہ کا جواب یعنی سوالوں کو حل کرتے وقت تھے یہ لکھ کر پرچہ دیکھنے والے انگریز ممتحن کو چکّر میں ڈال دیا تھا کہ "سولہ سوالوں میں سے کوئی سے آٹھ سوالوں کے حل کیئے ہُوئے جواب دیکھ لیویں"۔ تیرتھ رام نے یہ نوٹ ریاضی کے سوالیہ پرچہ (جو اُنھیں یونیورسٹی کی طرف سے ملا تھا) کے اُوپر چھپے ہوئے

اس نوٹ کے جواب میں لکھا تھا پرچہ میں درج سولہ 16 سوالوں میں سے کوئی آٹھ سوال حل کریں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بی۔ اے میں کامیاب ہونے سے ایک سال قبل (سنہ 1892ء) میں تیرتھ رام باوجود تمام مضامین کے پاس ہونے کے اُس زمانہ کے یونیورسٹی کے کسی قانون کے ماتحت فیل قرار دے دیے گئے تھے۔ جو قانون اسی واقعہ کے ساتھ ہی بدل دیا گیا تھا۔

پرائیویٹ ٹیوشن پڑھانا

جن دِنوں تیرتھ رام گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔ اے میں پڑھا کرتے تھے اُن دِنوں آپ کے پاس لاہور کے کئی معزز گھرانوں کے لڑکے پرائیویٹ ٹیوشن پڑھا کرتے تھے جن میں جیالال ٹکو (بعد ازاں پنڈت جیالال ٹکو اے۔ ڈی۔ ایم۔ ریاست جموّں و کشمیر) رام سرن داس چڈھا (بعد ازاں رائے بہادر لالہ رام سرن داس چڈھا۔ رئیس اعظم لاہور)، پریم ناتھ متر (لیپسر شری چندر ناتھ مترا اسسٹینٹ رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی لاہور) اور ایک انگریز لڑکا (نام نہ معلوم) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ تیرتھ رام اپنے شاگرد جیا لال ٹکو کے ساتھ اگست سنہ 1893ء میں کشمیر بھی تشریف لے گئے تھے۔

کانگرس کا اجلاس

دسمبر سنہ 1893ء میں انڈین نیشنل کانگرس کے صدر و ممبر پارلیمنٹ شری دادا بھائی نارو جی کانگرس کے اجلاس میں لاہور تشریف لائے تھے اُن کا استقبال بڑے اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا تھا ہزاروں کی تعداد میں لوگ اُن کے پیچھے پیچھے جلوس کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ ہندوستان کے تمام حصّوں سے ڈیلی گیٹ اِس موقعہ پر لاہور آئے تھے۔ اِس جشن کو دیکھ کر تیرتھ رام کے دل میں بھی دیش کی آزادی کے لئے ہر ممکن و نا ممکن طریقہ سے اپنی خِدمات پیش کرنے کے جذبات جاگ اُٹھے تھے۔ کانگرس کے جلسہ میں جا کر تو اُنھیں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا مُشکل ہو گیا تھا لیکن چونکہ پرماتما نے اُن سے یہ کام کسی اور طریقہ سے (غیر مُلکوں میں ہندوستان کی آزادی کے لئے کام کرنے سے) لینا تھا۔ اسلئے اُنھیں یہ سب کچھ دیکھ کر بھی جوش نہ آیا اور وہ چُپ چاپ گھر واپس چلے آئے۔

روزنامچہ:- اُن کی اپنے قلم سے (8 فروری سنہ 1894ء) بھگت دھنّا رام کو لکھے گئے

مندرجہ ذیل خط سے اُن کے روزنامچہ کی بابت مکمّل جانکاری ملتی ہے۔

"مَیں آجکل کوئی پانچ بجے صُبح کے قریب اُٹھتا ہُوں اور سات بجے تک پڑھتا رہتا ہُوں۔ پھر پاخانہ وغیرہ جاکر نہاتا ہُوں۔ ورزش کرتا ہُوں۔ اُس کے بعد پنڈت جی کی طرف جاتا ہُوں۔ راستے میں پڑھتا رہتا ہُوں وہاں ایک گھنٹہ کے بعد روٹی کھاتا ہُوں۔ اُن کے ساتھ گاڑی میں کالج جاتا ہُوں۔ کالج سے ڈیرے آتی بار راستے میں دُودھ پیتا ہُوں۔ ڈیرے چند منٹ ٹھہر کر دریا کو جاتا ہُوں۔ وہاں جاکر دریا کے کنارے پر کوئی آدھا گھنٹہ کے قریب ٹہلتا ہُوں۔ وہاں سے واپس آتی بار سارے شہر کے گرد باغ میں پھرتا ہُوں وہاں سے ڈیرے میں آکر کوٹھے پر ٹہلتا ہُوں اتنے میں اندھیرا ہو جاتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ مَیں چلتے پھرتے پڑھتا رہتا ہُوں۔ اندھیرا پڑے وہ مشق کرتا ہُوں اور لیمپ جلاکر سات بجے تک پڑھتا ہُوں۔ پھر روٹی کھانے جاتا ہُوں اور پھر پریم (پرائیویٹ ٹیوشن پڑھنے والا ایک طالبِ علم پریم ناتھ) کی طرف بھی جاتا ہُوں۔ وہاں سے آکر کوئی دس بارہ منٹ اپنے مکان کے وَلے (کھمبے) کے ساتھ ورزش کرتا ہُوں۔ پھر کوئی ساڑھے دس بجے تک پڑھتا ہُوں اور لیٹ جاتا ہُوں۔ میرے تجربہ میں یہ آیا ہے کہ اگر ہمارا معدہ عین صحت کی حالت میں رہے تو ہمیں کمال درجہ کا سُرور۔ فرحت۔ دِل کا یکسُو ہونا۔ پرمیشور کی یاد اور پاک باطنی حاصل ہوتی ہے عقل۔ حافظہ۔ طاقت۔ نہایت تیز ہو جاتی ہے اوّل تو میں کھانا ہی بہت کم کھاتا ہُوں۔ دوم جو کھاتا ہُوں خُوب پچا لیتا ہُوں۔"

مسز اینی بیسنٹ سے مُلاقات

فروری ۱۸۹۴ء میں ہندوستان میں تھیوسوفیکل سوسائیٹی کی کرتا دھرتا مسز اینی بیسنٹ مع کرنل الکاٹ کے لاہور تشریف لائی تھیں۔ تیرتھ رام اُن کے اُپدیش سُننے تھیوسوفیکل سوسائیٹی کے بھون میں جایا کرتے تھے۔ مسز اینی بیسنٹ کے لئے اُن کے مَن میں بہت عقیدت پیدا ہو گئی تھی وہ اُنھیں سچّا ویدانتی مانتے تھے مسز اینی بیسنٹ بھی اُن سے بہت مُتاثر ہوئی تھیں۔ نومبر ۱۸۹۶ء میں جب مسز اینی بیسنٹ دوبارہ تشریف لائیں تو پھر اُنھوں نے تیرتھ رام کو خود ہی بُلا بھیجا تھا۔ تیرتھ رام اُن کے ست سنگ کے ممبر بھی تھے

یوگ واشِشٹ و گیتا کا مُطالعہ

زمانہ طالبِ علمی یعنی ایم۔ اے میں پڑھتے

ہوئے تیرتھ رام نے ویدانت کے مشہور گرنتھ یوگ واسشٹ کا اگست 1893ء میں اور گیان ۔ وگیان ۔ یوگ ۔ بھگتی اور کرم و ویدانت کے عظیم گرنتھ شری مدبھگوت گیتا کو جون 1894ء میں بڑے غور اور مگن سے پڑھ لیا تھا ۔ انھیں ایام میں اُن کی قلبی حالت عام لوگوں کی قلبی حالت کے بالکل برعکس ہوگئی تھی ۔ وہ اپنے گورو صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں :-

" دُنیا کی کوئی چیز اعتبار اور بھروسہ کرنے کے لائق نہیں ۔ نہایت کرپا پرمیشور کی اُن لوگوں پر ہے جو اپنا آسرا اور یقین کیول (صرف) پرماتما پر رکھتے ہیں اور دل سے سچے سادھو ہیں ۔ ایسے مہاپُرشوں کے چرنوں میں سرشٹی غلامی کرتی ہے ۔ "

ایم ۔ اے پاس کرنا

اپریل 1895ء میں تیرتھ رام نے ایم ۔ اے کے امتحان میں کامیابی حاصل کرلی تھی اِس سے پیشتر لگاتار گزشتہ تین سالوں میں کوئی بھی طالب علم ریاضی لیکر ایم ۔ اے پاس نہیں کرسکا تھا اِسلئے ریاضی لیکر پنجاب یونیورسٹی سے ایم ۔ اے پاس کرنے والے اِن چار سالوں میں پہلے وِدیارتھی تھے ۔ اِس طرح سے اُن کا لگ بھگ اپریل 1879ء سے لیکر اپریل 1895ء تک یعنی ۱۶ سال کا عرصہ تعلیم حاصل کرنے میں گزرا تھا

روزگار کی تلاش

بی ۔ اے پاس کرلینے کے بعد تیرتھ رام نوکری کی تلاش میں فکرمند رہتے تھے ۔ ایم ۔ اے کرلینے کے بعد تو اُنھیں ہر وقت روزگار کی تلاش رہتی تھی ۔ کیونکہ اوّل تو گھر کی مالی حالت خستہ تھی اور دُوسرے اُس زمانہ میں اِتنا پڑھ لکھ کر بیکار رہنا بھی مُناسب نہیں تھا اِسلئے اُنھیں کوئی نہ کوئی روزگار ڈھونڈنا لازمی تھا مگر اُن کی دلی خواہش تعلیم کے متعلق یعنی اسکول یا کالج میں ٹیچر (مدرس) بننے کی تھی ۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل مسٹر ڈبلیو بیل نے تیرتھ رام نوکری تلاش کرنے میں بڑی مدد دی تھی اُنھوں نے اور لاہور کے دوسرے کالج کے پروفیسروں نے ملکر تیرتھ رام کو ایف ۔ اے اور بی ۔ اے کے طالب علموں کو ریاضی پڑھانے کے لئے پرائیویٹ درسگاہ جاری کرنے کا مشورہ دیا ۔ مسٹر بیل نے اس کام کے لئے اپنے کالج میں

جگہ دی تھی اور دوسرے پروفیسروں نے اِسکے لئے اشتہار چھپوائے اور پرچار کیا تھا لیکن اُس زمانہ میں لڑکوں کے ماں، باپ اِس طرح کی پرائیویٹ درسگاہوں کا نام تک نہیں جانتے تھے اور لڑکے آجکل کی طرح آزاد نہیں ہوتے تھے لہذا یہ کام چل نہ سکا اور مایوسی ہی ہاتھ لگی۔ اِنھیں ایام میں تیرتھ رام کو نیشنل ہائی سکول پشاور میں بطور ہیڈ ماسٹر رکھ لیا گیا لیکن مسٹر ڈبلیو بیل نے وہاں کے حالات اچھے نہ ہونے کی وجہ سے اِنھیں وہاں جانے سے روک دیا۔ اِنھیں دِنوں خالصہ کالج امرتسر میں ریاضی کے پروفیسر کے ریٹائر ہو جانے پر مسٹر ڈبلیو بیل کی سفارش پر وہاں کی کمیٹی نے تیرتھ رام کو ریاضی کا پروفیسر رکھنا منظور کر لیا لیکن ریٹائر ہونے والے پروفیسر کو ایک سال کی نوکری اور کرنے کی اجازت مل جانے سے یہ کام بھی پورا نہ ہو سکا۔ مسٹر ڈبلیو بیل نے گورنمنٹ کالج لاہور میں جہاں وہ خود پرنسپل تھے تیرتھ رام کو جونیئر پروفیسر (ریاضی) رکھ لینے کیلئے پنجاب گورنمنٹ کو سفارش کی مگر اُسوقت انگریز اور عیسائی لوگوں کو سرکاری سکولوں یا کالجوں وغیرہ میں انگریز حکومت رکھنا پسند کرتی تھی لہذا جواب مل گیا۔ اس سے پیشتر اُنھوں نے خود ڈی۔ اے۔ وی کالج راولپنڈی و ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور اور بریلی کے ایک کالج میں نوکری کے لئے کوشش کی تھی مگر کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ بے روزگاری کے سخت تنگی اور پریشانی کے دِنوں میں لاہور کے گورنمنٹ اور مشن کالج کے پروفیسروں نے ایف۔ اے اور بی۔ اے کے طلباء کے پرچہ جات جو اُن کے پاس دیکھنے کو آتے تھے تیرتھ رام کے پاس بھیجنے شروع کر دیئے اور اُنھیں اِس کام کی اُجرت بھی بطور امداد دی جاتی تھی جس سے اُن کا گذر ہونے لگا تھا۔ اِنھیں دِنوں تیرتھ رام نے ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور میں کالج کے پرنسپل لالہ ہنسراج کی مہربانی سے بغیر فیس ادا کئے ڈرائنگ سیکھنی بھی شروع کر دی تھی۔ اور کچھ ہی دِنوں میں اِس علم میں مہارت حاصِل کر لی تھی۔

تعلیم کمیٹی (سناتن دھرم سبھا) کا سیکریٹری مُقرر ہونا

لاہور میں پنجاب کی سب سے پہلی سناتن دھرم سبھا و چھوالی میں جھجھر (ادویتک) کے نواسی پنڈت دین دیالو شرما ویاکھیان واچسپتی کی کوششوں سے قائم ہوئی تھی

پنڈت دین دیالو کے لیکچروں کو تیرتھ رام لاہور میں اکثر سُننے جایا کرتے تھے اور پنڈت جی ان پر بہت مہربان تھے۔ اُنھیں کے زیر اثر آپ کو سناتن دھرم سبھا لاہور کا ممبر منتخب کیا گیا اور بعد ازاں سبھا کی تعلیم کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ اُن دِنوں لاہور میں سبھا کا (حضوری باغ میں) ایک لڑکوں کا ہائی اسکول تھا جو کہ لگ بھگ نہ ہونے کے ہی برابر تھا۔ لالہ دیوی داس بی۔ اے اِس اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تیرتھ رام کی دِن و رات کی محنت اور لگن نے اُس سکول میں نئی جان پھونک دی۔ اِس کا تمام لاہور کی ہندو جنتا پر اِن کی قابلیت کا بہت زیادہ اثر پڑا۔ تیرتھ رام کی مذکورہ بالا خدمات نشکام تھیں۔

برج لال کی شادی میں شرکتِ فرمائی

انھیں ایام میں تیرتھ رام کو اپنے برادر زادہ برج لال کی شادی کے موقعہ پر مُرالی والہ جانا پڑا۔ برات مُرالی والہ سے جنڈیالہ شیر خاں (اُن دِنوں ضلع گوجرانوالہ اور موجودہ ضلع شیخوپورہ) جانی تھی شادی ۸ جولائی سنہ 1895ء کو قرار پائی تھی اِس موقعہ پر برج لال کے والد گوسائیں گوردھو داس اور اُن کے دادا گوسائیں ہیرانند و دیگر تمام رشتہ دار برات میں گئے تھے برات تین تین روز تک (اُس رواج کے مطابق) ٹھہرا کرتی تھی۔ وواہ سنسکار یعنی شادی ہو جانے کے بعد دولہا کے چچا تیرتھ رام نے دولہا یعنی برج لال کو متواتر چوبیس ۲۴ گھنٹہ تک بالکل چُپ رہنے کا حکم دیا۔ اور دولہا نے ایسا ہی کیا۔ جنڈیالہ شیر خاں کے گرد و نواح کے براہمن لوگ بھی اس موقعہ پر وہاں اکٹھے ہوئے تھے۔ تیرتھ رام نے اِس موقعہ پر سب کو نہایت قیمتی باتیں سُنائیں۔ باہر سے آئے ہوئے پنڈتوں کے دھرم اور کرم کانڈ کے متعلق تمام شک و شبہات دُور کیے تھے۔ جنڈیالہ شیر خاں میں لگاتار تین دِن تک گیان کی گنگا بہتی رہی۔ لالہ الودھیا داس سہگل نے اِس موقعہ پر تمام براتیوں اور خاص طور پر تیرتھ رام کی بہت خدمت کی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ لالہ الودھیا داس سہگل وہ ہی شخص تھے جو تیرتھ رام کے لاہور میں زمانہ طالب علمی کے وقت سے جانکار اور مددگار تھے۔ برج لال کے دو پسر (شیو پرشاد و کرشن لال) ہوئے جن میں کرشن لال (کے۔ ایل۔ گوسوامی) اِسوقت زندہ ہیں اور بہار (رانچی) میں ٹھیکیداری کرتے ہیں۔ برج لال کی بیوی سنہ 1956ء میں اور وُہ خود وسط نومبر سنہ 1961ء میں پٹیالہ میں فوت ہو گئے تھے۔

پانچواں باب

سیالکوٹ میں مُلازمت

ستمبر سنہ 1895ء گوسائیں تیرتھ رام (گوسوامی اور گوسائیں دونوں ہی ہم معنی لفظ ہیں) کو امریکن مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں مُلازمت مِل گئی تھی اور اُنھوں نے مورخہ ۱۷ اکتوبر 1895ء کو وہاں جاکر اپنا عہدہ (سیکنڈ ماسٹر) سنبھال لیا تھا۔ تنخواہ اسّی 80 روپیہ ماہوار تھی گوسائیں تیرتھ رام سکول میں ریاضی پڑھاتے وقت لاکھوں بلکہ کروڑوں کی ضربیں زبانی دے دیا کرتے تھے۔ اُن کی اِس قسم کی غیر معمولی لیاقت کا چرچا تمام سیالکوٹ میں پھیل گیا تھا جس کی وجہ سے مشن ہائی اسکول میں بھرتی ہونے والے طلبار کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہوگیا اور سکول کی کمیٹی کے ممبران بہت خوش تھے۔

وزیر آباد کے پبلک جلسہ میں پہلی تقریر

گوسائیں تیرتھ رام دُسہرہ کی تعطیلات کے دوران ایک برات (گوسائیں مایا رام وکیل شیخوپورہ کی شادی میں) کے سلسلے میں وزیر آباد تشریف لے گئے تھے۔ مُراری والہ سے گوسائیں تیرتھ رام کے برادر زادہ گوسائیں برج لال بھی اِس برات میں شامل ہوئے تھے اُس وقت کے رواج کے مُطابق برات تین دن تک وزیر آباد میں ٹھہری تھی۔ گوسائیں تیرتھ رام وہاں سے اپنے سسرال ویرو کے بھی تشریف لے گئے تھے جو کہ وزیر آباد سے بہت نزدیک پڑتا ہے۔ اِسی موقعہ پر وزیر آباد کی سناتن دھرم سبھا نے گوسائیں تیرتھ رام کا وزیر آباد میں پُرزور سواگت بھی کیا تھا اور وہیں پر گوسائیں تیرتھ نے ایک پبلک جلسہ میں ایک تقریر بھی فرمائی تھی۔ جو کہ اُن کی پہلی تقریر شمار کی جاتی ہے۔

سیالکوٹ میں دیش بھگتی پر پہلی تقریر

گوسائیں تیرتھ رام نے سیالکوٹ کی سناتن دھرم سبھا کی بہت خدمات کی تھیں۔ وہاں لگ بھگ روزانہ آپ پبلک جلسوں (سناتن دھرم سبھا) میں تقریر دیا کرتے تھے آپ کا لیکچر سننے شہر کے ہر طبقہ کے آدمی اور افسر لوگ و دیگر تعلیم یافتہ لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ سیالکوٹ میں موقعہ ۲۰ اکتوبر 1895ء کو آپ نے پہلی تقریر فرمائی تھی جس میں آپ نے دیش بھگتی پر بھی بہت کچھ کہا تھا۔ عام پبلک میں دیش بھگتی پر بولنے کا آپ کا یہ پہلا موقعہ تھا۔

ویشنو دیوی کی یاترا

گوسائیں تیرتھ رام دیوالی 1895ء کے بعد سیالکوٹ سے ویشنو دیوی کی یاترا کرنے تشریف لے گئے تھے۔ اُن دنوں جموں سے ہی دربار ماتا ویشنو دیوی (دوری لگ بھگ چالیس میل) تک پیدل یا گھوڑوں پر براستہ پُرمنڈل یاترا ہوتی تھی۔ گوسائیں تیرتھ رام جموں سے پیدل ہی یاترا پر گئے تھے راقم الحروف نے اِس واقعہ کا ذکر اپنی پہلی ہندی تصنیف "شری ویشنو دیوی یاترا" میں پہلی مرتبہ کیا تھا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مذکورہ بالا کتاب میں درج کتھا کے آدھار پر ہی بھارت میں پہلی مرتبہ (1971ء) میں "ماتا ویشنو دیوی" کے عنوان سے فیچر فلم بنائی گئی تھی۔ علاوہ اِس کے راقم الحروف نے دربار ماتا ویشنو دیوی میں پوتر گپھا کے باہر دفتر انکا فنڈ (محکمہ دھرمارتھ ٹرسٹ جموں و کشمیر) میں سوامی رام تیرتھ کا ایک فوٹو بھی اسی غرض سے لگوا دیا ہے۔ اس نیک کام میں محکمہ دھرمارتھ ٹرسٹ کے سول ٹرسٹی محترم ڈاکٹر کرن سنگھ اور پنڈت پریم ناتھ کھجوریا شاستری و پنڈت مست رام شرما اور پنڈت تاراچند شرما کا تعاون قابلِ تعریف ہے۔

دس رُوپیہ کا اُدھار لینا

گوسائیں تیرتھ رام کی تنخواہ کا بہت سا حصہ مشن سکول کے طلباء کو دودھ پلانے اور روٹی کھلانے میں ہی خرچ ہو جاتا تھا۔ تھوڑے بہت رُوپئے وہ اپنے والد صاحب اور بھگت صاحب (گورو جی) کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے اور باقی جو بھی بچ جاتا تھا اُس میں وہ خود گذارہ کرتے تھے۔ مہمان نوازی بھی خوب ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ گوسائیں تیرتھ رام کے دوست

پنڈت رام دھن کے ایک مُلازم (کرم چند) نے مُبلغ دسؔ روپئے گوسائیں صاحب کو بطور امانت رکھنے کے لئے دیئے تھے۔ گوسائیں صاحب کی عدم موجودگی میں کسی لڑکے نے وہ روپئے وہاں سے چُرا لئے۔ کرم چند کے مانگنے پر جب گوسائیں تیرتھ رام نے اُن روپوں کو غائب پایا۔ تو وہ فوراً ایک دوکاندار سے دسؔ روپئے اُدھار لیکر اُس کی امانت اُسے واپس کر دی۔ اِس واقعہ کے بعد جتنے مہینے گوسائیں تیرتھ رام سیالکوٹ میں رہے اُس دُوکاندار کو ہر ماہ مبلغ دسؔ روپئے یہ کہہ کر واپس دیتے تھے کہ مَیں نے آپ سے دسؔ روپئے قرض لیا تھا۔ اُسے واپس کر رہا ہُوں۔ دُوکاندار کے منع کرنے پر بھی وہ اِس رقم کو بدستور دے آیا کرتے تھے۔

تینتیسؔ میل کی پیدل سیر

گوسائیں تیرتھ رام نے 1895ء میں ایک مرتبہ متواتر آٹھ روز تک اناج نہیں کھایا تھا اور اِس دَوران میں انھوں نے صرف دُودھ پر ہی گذر کیا تھا۔ انھیں دِنوں (جب اناج بند کیا تھا) گوسائیں تیرتھ رام نے ایک دِن (22 دسمبر 1895ء) میں سیالکوٹ کے اِردگرد کے گاؤں میں گھوم کر تینتیسؔ میل کی پیدل سیر فرمائی تھی اُن کا اِس طرح کے تجربہ کرنے کا مقصد دُودھ میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ اِس بات کو عملی طور پر ثابت کرنا تھا۔ سیالکوٹ میں رہتے ہُوئے آپ روزانہ سویرے دریائے چناب پر اشنان (غسل) کرنے جایا کرتے تھے۔ سیالکوٹ شہر سے دریائے چناب لگ بھگ 7 میل دُور ہے۔

پہلی اور آخری مرتبہ نماز پڑھنے والے شیخ صاحب

"کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" کے مُطابق گوسائیں تیرتھ رام کو سیالکوٹ میں ایک دوست مِل گئے۔ جو ذات سے شیخ (مُسلمان) تھے لیکن خیالات سے ویدانتی تھے۔ دونوں کی روزانہ مُلاقات ہُوا کرتی تھی۔ شیخ صاحب نے جیتے جی نماز نہیں پڑھی تھی اُن دِنوں سیالکوٹ میں چوریاں بہت ہُوا کرتی تھیں۔ لوگوں کو ہر وقت چوروں سے ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔ انگریزی سرکار نے چوری کے انسداد کے لئے ایک نامی پولیس افسر وآربرٹن (انگریز) کو سیالکوٹ بھیجا۔ مسٹر وآربرٹن نے سیالکوٹ پہونچتے ہی جرائم پیشہ

قوموں کے تمام لوگوں کی تھانہ میں دن میں تین بار حاضری لینی شروع کر دی جس سے چوری کی وارداتیں بند ہو گئیں۔ انھیں ایام میں ایک دن جمعہ کو سب لوگ مسجد میں نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ گوسائیں تیرتھ رام نے شیخ صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھنے کیوں نہیں جاتے؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ "اِن لوگوں نے چوری کی ہے۔ حاضری دینے جاتے ہیں۔ مَیں نے چوری نہیں کی۔" اُن کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جسم بیگانہ یعنی خدا کا مال ہے جو لوگ اِس جسم کو چرا بیٹھے ہیں۔ یعنی خودی میں ڈوبے رہتے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ مَیں ہندو ہوں۔ مَیں مسلمان ہوں۔ مَیں عیسائی ہوں۔ لہٰذا وہ لوگ چور ہیں اُنھیں حاضری لگوانے جانے دو۔ ؎

سجدہ میں گر پڑوں تو پھر اُٹھنا محال ہے
سر کو اُٹھاؤں کیونکر ہر رگ میں یار ہے

اِس پر گوسائیں تیرتھ رام نے فرمایا کہ شیخ صاحب آپ کے مذہب کے لوگ تو آپ کو اچھا نہیں سمجھتے ہوں گے کیونکہ نماز ادا کرنی یعنی خدا کے حضور میں سر جھکانا تو آپ کیلئے لازم ہے۔ اِس پر اُنھوں نے جواب دیا کہ گوسائیں صاحب مَیں جس دِن اللہ تعالےٰ کے حضور میں گر پڑا یعنی سجدہ میں جُھک گیا تو پھر وہاں سے اُٹھ کر گھر واپس آنا میرے لئے حرام ہو گا۔ کیونکہ ؎

سجدہ میں سر جُھکاؤں تو اُٹھنا حرام ہے

اِس پر گوسائیں تیرتھ رام بولے کہ آپ سجدہ میں پھر کب جھکیں گے یعنی نماز کب پڑھینگے؟ شیخ صاحب نے فرمایا کہ مَیں نماز ادا کرنے کی ابھی تیاریاں کر رہا ہُوں۔ کیونکہ ؎

سجدہ کروں گا تجھ کو دُنیا سے ہاتھ دھو کر
مَیں وہ نہیں جو تجھے بے وضو سجدہ کروں

اِس واقعہ کے چند روز بعد شیخ صاحب ایک دِن نماز پڑھنے مسجد میں گئے سجدہ کرنے کو جو سر جھکایا پھر نہیں اُٹھا۔ رُوح پرواز کر چکی تھی گوسائیں تیرتھ رام کو جب پتہ چلا تو وہ کہنے لگے۔ خُشک نماز۔ خُشک مالا (تسبیح)۔ خشک جپ (خدا کی تعریف) خُشک پاٹھ (دھرم گرنتھوں کا پڑھنا) جن بِنا آنسُو ٹپکے۔ دِل پگھلے خشکی کی راہ مکّہ کو جانا ہے۔ لوگ تری کے راستے جلدی پہنچتے ہیں۔

پنڈت رام دھن سے دوستی

پنڈت رام دھن سیالکوٹ میں صدر دفتر طلب باقی نویس تھے بعد ازاں ترقی کرتے کرتے ریاست جموں و کشمیر کے محکمہ مال کے سب سے اعلیٰ افسر ہو گئے تھے بلکہ جموں صوبہ کے گورنر بھی رہے تھے گوسائیں تیرتھ رام کی ان سے سیالکوٹ میں گہری دوستی ہو گئی تھی کیونکہ پنڈت صاحب بھی سناتن دھرم سبھا کے اعلیٰ کارکن تھے۔ گوسائیں تیرتھ رام اور پنڈت رام دھن کی دوستی پتھر کی چٹان کی طرح آخیر تک قائم رہی۔ سوامی رام تیرتھ کے برہم لین (پرماتما کی ذات میں مل جانا) ہونے کے بعد پنڈت صاحب نے اُن کی یاد میں بزبان اُردو "ست گورو سوامی" کے عنوان سے ایک کتاب لکھ کر بھی شائع کی تھی۔ سوامی رام تیرتھ نے ممالک غیر کے سفر کے دوران جو تقریر بزبان فارسی قاہرہ (مصر) کی جامع مسجد میں فرمائی تھی اُس کی ایک کاپی تو (وہاں کے اخبار میں شائع شدہ) اُنہوں نے پنڈت صاحب کے پاس جموں بھجوائی تھی جو اُن کے پسر پنڈت یوگیشور واسشٹ (اب مرحوم) کی غفلت کی وجہ سے گم ہو گئی تھی جس کی دوسری کاپی آج دن تک کہیں سے بھی راقم الحروف کو دستیاب نہیں ہو سکی۔ راقم الحروف اِس سلسلے میں خود مرحوم پنڈت یوگیشور واسشٹ سے ملنے فروری ۱۹۷۴ء میں جموں گیا تھا۔

ہندوستان کو آزاد کروانے کیلئے نوکری چھوڑ کر کام کرنے کی پرتگیا

گوسائیں تیرتھ رام نے سیالکوٹ میں قیام کے دوران ہی ایک دن اپنے دوست پنڈت رام دھن کے ساتھ یہ قسم (پرتگیا) اُٹھائی تھی کہ ہم لوگ اپنے مادرِ وطن ہندوستان کو آزاد کروانے کے لئے اپنی اپنی نوکریاں چھوڑ کر بہت جلد ہی اِس سلسلے میں کام کرنا شروع کر دینگے۔ یہ واقعہ غالباً جنوری ۱۸۹۶ء کا ہو سکتا ہے۔ گوسائیں تیرتھ رام نے اپنی پرتگیا (قسم) کے مُطابق جولائی ۱۹۰۰ء میں نوکری چھوڑ کر دیس سیوا یعنی ہندوستان کی آزادی کے لئے کام کرنے کے لئے سب سے پہلے جنگلوں میں جا کر اپنی رُوحانی طاقت کو اکٹھا کرنے کے لئے تپسیا کی تھی اور پھر ممالک غیر میں جا کر اِس کام کو پُورا کیا تھا۔ اُس موقعہ پر یعنی لاہور سے ہمالیہ کے جنگلوں کی جانب جانے سے دو روز قبل گوسائیں تیرتھ رام نے

اپنے برادر زادہ گوسائیں برج لال کو پنڈت رام دھن کے پاس اپنے وعدہ کے مطابق نوکری چھوڑنے کے لئے جموں بھیجا تھا۔ لیکن پنڈت صاحب نے یہ کہہ کر کہ اُن کے ساتھ چلنے کیلئے انکار کر دیا تھا کہ میں جب تک ایک لاکھ روپیہ اکٹھا نہ کر لوں تب تک نوکری نہیں چھوڑوں گا کیونکہ کم سے کم اتنا دھن اگر ہمارے پاس ہو گا تو ہم دیش کی آزادی کے لئے کچھ کام کرنے کے لائق ہونگے پنڈت صاحب اپنی تمام عمر اِس موقعہ کو ہاتھ سے نکل جانے کے لئے پچھتاتے رہے۔

گجرات جانا

گوسائیں تیرتھ رام فروری 1896ء کے پہلے ہفتے میں گجرات تشریف لے گئے تھے جہاں وہ اپنے پریمی بھگت ہربھج رائے ٹنڈن اسٹامپ فروش کے گھر ٹھہرے تھے بھگت جی بڑے شانت اور نیک و خدا پرست آدمی تھے۔ گجرات سے واپسی پر گوسائیں جی وزیر آباد میں بھی ٹھہرے تھے جہاں اُنہوں نے انٹرینس کے طالب علموں کو اپدیش دیکر اُنھیں فیضیاب کیا تھا۔

ہندی ہندوستان کی سرکاری زبان ہوگی

گوسائیں تیرتھ رام نے سیالکوٹ میں قیام کے دوران ایک مرتبہ لگ بھگ ۵۰ ہندی بال اُپدیش مُرالی والہ بھجوائے تھے۔ مُرالی والہ میں اُن دِنوں اُن کے پروہت پنڈت لدھا رام رہتے تھے جو سنسکرت و حکمت کے عالم تھے پنڈت لدھا رام کے ذِمّے یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ قصبے کے لڑکوں کو ہندی بال اُپدیش پڑھائیں چنانچہ مُرالی والہ کے بہت سے لڑکوں نے ہندی پڑھنی سیکھ لی تھی۔ اُنھوں نے خود بھی ماہ اکتوبر 1888ء میں ہندی لکھنی و پڑھنی سیکھ لی تھی جب وہ مشن کالج لاہور میں بی۔ اے کے پہلے درجہ کے طالبِ علم تھے اُنھوں نے مورخہ ۱۹ر اکتوبر 1888ء کو اپنے گورو بھگت دھنا رام کی خدمت میں پہلا خط بزبان ہندی تحریر کیا تھا۔

سیالکوٹ سے لاہور آنے پر اُنہوں نے اپنے فرزند مدن موہن اور بھتیجے برج لال کو ڈی۔ اے۔ وی۔ اسکول لاہور میں محض اسلئے بھرتی کروایا تھا کیونکہ وہاں ہندی زبان پڑھائی جاتی تھی۔ اُنھوں نے امریکہ سے جب ینگ مینس انڈین ایسوسی ایشن لاہور کے نام ایک پیغام لالہ ہردیال ایم۔ اے کو بھیجا تھا تو اُس میں اُنھوں نے فرمایا تھا:-

"رام پرچہ شائع کئے جانے والے اخبار کے لئے ہندی حرفوں کے استعمال کی سفارش کرتا ہے۔ کیونکہ بہت جلد ہندی ہندوستان کی قومی زبان ہوا چاہتی ہے۔"

چار گھنٹے متواتر تقریر کرنا مورخہ ۹ فروری 1896ء کو گوسائیں تیرتھ رام سناتن دھرم سبھا کی دعوت نامے پر گھرتل ضلع سیالکوٹ کا ایک مشہور قصبہ) تشریف لے گئے تھے۔ گھرتل میں آپ کا لیکچر سننے کے لئے بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع تھے وہاں آپ دوپہر دو بجے سے شام چھ بجے تک متواتر چار گھنٹے تقریر فرماتے رہے اور حاضرین جلسہ بھی اسقدر مستی میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اس دوران میں وہاں سے ایک بھی آدمی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ گھرتل کے باشندے آپ کی اس عجیب و غریب رُوحانی طاقت پر فدا ہو گئے تھے۔ اسی طرح سیالکوٹ میں بھی مارچ 1896ء کے آخری دنوں میں منعقد ایک دھارمک جلسہ میں گوسائیں تیرتھ رام دوبارہ لگاتار چار گھنٹے تک لیکچر دیتے رہے تھے جس میں بہت سے سادھو سنت اور پنڈت بھی موجود تھے۔

دو گھنٹے کی سمادھی گوسائیں تیرتھ رام سیالکوٹ میں منعقد ایک ست سنگ سبھا میں شامل ہونے گئے تھے وہاں بیٹھے بیٹھے آپ کی سمادھی لگ گئی اور پورے دو گھنٹہ تک آپ اسی حالت میں رہے اور تمام لوگ اُنھیں دیکھتے رہے سمادھی سے اُٹھنے کے بعد جب کہ آدمی کو لیکچر دینے کی بات تو دُور رہی، بات چیت کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔ گوسائیں تیرتھ رام بہت دیر تک اُپدیش دیتے رہے تمام لوگ اُن کی اس حالت کو دیکھ کر حیران تھے۔ یہ واقعہ مورخہ 13 فروری 1896ء کا ہے۔

بورڈنگ ہاؤس کا مہتمم مقرر کیا جانا مشن ہائی سکول سیالکوٹ کے مہتمم کی ایک ناجائز حرکت سے تمام سکول میں گڑبڑ پھیل گئی۔ لہٰذا اُس مہتمم (جو سکول میں اُستاد بھی تھا) اُسی وقت نوکری سے برطرف کر دیا گیا اور مارچ 1896ء کے پہلے ہفتے میں اُس کی جگہ گوسائیں تیرتھ رام کو وہاں مہتمم مقرر کر دیا گیا اور حالات پر قابو پا لیا گیا۔ گوسائیں تیرتھ رام اب سکول کے سیکنڈ ماسٹر

ہونے کے ساتھ ساتھ سکول کے بورڈنگ ہاؤس کے مہتمم بھی تھے۔

ایگزامنر مقرر ہونا

۱۸۹۶ء میں پنجاب یونیورسٹی نے گوسائیں تیرتھ رام کو امتحان انٹرینس (دسویں) کے لئے بطور جونیئر ایگزامنر واسطے مضمون ریاضی مقرر کیا تھا۔ آپ نے دورانِ قیام سیالکوٹ قریب دو ہزار پرچوں کا ملاحظہ کیا تھا۔ اُس زمانہ میں ایک پرچہ دیکھنے کی یونیورسٹی سے چھ آنہ اُجرت ملتی تھی۔

مشن کالج لاہور میں ملازمت اور سیالکوٹ سے روانگی

سیالکوٹ میں ۷۹ یوم کام کرنے کے بعد گوسائیں تیرتھ کی نوکری ننور روپیہ ماہوار پر بطور پروفیسر ریاضی مشن کالج لاہور میں لگ گئی تھی۔ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۹۶ء کو آپ سیالکوٹ سے رُخصت ہو گئے تھے۔ بوقت روانگی مشن ہائی اسکول کے ٹیچران و طلبا نے اور سناتن دھرم سبھا کے ممبران نے اُنھیں ایڈریس پیش کئے تھے اور الوداعی پارٹیاں دی تھیں۔ گوسائیں تیرتھ رام کو اسٹیشن تک چھوڑنے کے لئے شہر کے رؤسا و شرفا اور ٹیچران مع طلبا اور مشن ہائی سکول سیالکوٹ کے ہیڈ ماسٹر مسٹر میک ملن آئے تھے۔

ویرو کے۔ گوجرانوالہ و مرالی والہ جانا

گوسوامی تیرتھ رام سیالکوٹ سے مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۹۶ء کو روانہ ہو کر سب سے پہلے اپنے سسرال ویرو کے تشریف لے گئے تھے کیونکہ کچھ عرصہ پیشتر اُن کے سسر صاحب (پنڈت رامچندر) اور ان کی محترمہ والدہ فوت ہو گئے تھے۔ ویرو کے سے آپ سیدھے گوجرانوالہ تشریف لائے جہاں آپ اپنے گورو بھگت دھنا رام کے پاس چند روز ٹھہرے اور پھر اپنے گھر یعنی مرالی والہ چلے گئے تھے مرالی والہ میں بھی گھر کے تمام لوگ آپ کے آنے کی انتظار میں تھے۔ آپ مُشکل سے دو یا تین روز مرالی والہ میں قیام فرمایا تھا اور پھر مع بیوی بچوں کے گوجرانوالہ سے بذریعہ ریل گاڑی لاہور روانہ ہو گئے تھے۔

چھٹا باب

لاہور میں بطور پروفیسر ریاضی

گوسوامی تیرتھ رام ۳۰ اپریل ۱۸۹۶ء کو بمع اپنی بیوی شریمتی شوبھا دیئی۔ فرزند مدن موہن جس کی عمر اُسوقت لگ بھگ آٹھ یا نو سال کی تھی) بھُوا (پھوپھی) شریمتی دھرم کور (جنھوں نے گوسوامی تیرتھ رام کو بچپن میں اپنا دودھ پلا کر پالا تھا) بھتیجا برج لال اور پنڈت امرناتھ (برادر نسبتی) گوجرانوالہ سے بذریعہ ریل گاڑی شام کے ۴ بجے لاہور تشریف لائے تھے۔ اور وہاں گمٹی بازار (گلی جواہریان) میں ایک کرایہ کے مکان میں آکر فروکش ہوئے تھے آپ نے یکم مئی ۱۸۹۶ء کو مشن کالج لاہور میں بطور پروفیسر ریاضی اپنے عہدہ کا چارج سنبھالا تھا اور مورخہ 2 مئی ۱۸۹۶ء کو اپنے فرزند اور بھتیجے کو ڈی۔ اے۔ وی سکول لاہور میں جو اُس وقت متصل چھاپہ خانہ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ تھا میں پروفیسر دیوی دیال کی سپُردگی میں اور ڈی۔ اے۔ وی سکول (کالج) کے پرنسپل لالہ ہنسراج (مہاتما ہنسراج) کی سرپرستی میں محض اس غرض سے داخل کردیا تھا کہ وہاں اُسوقت تمام لاہور میں ہندی پڑھانے کا انتظام سب سے اچھا تھا کیونکہ گوسوامی صاحب کو خود ہندی سے بہت اُلفت تھی لاہور کی سناتن دھرم سبھا کے ممبران نے آپ کی لاہور تشریف آوری پر بہت خوشی منائی تھی۔

دوارکا مٹھ کے شنکر آچاریہ کی لاہور آمد

اُن دنوں دوارکا مٹھ کے شنکر آچاریہ شری سوامی راج راجیشور شنکر آشرم جی کی تمام ہندوستان میں بڑی دھوم تھی اور اُنھیں اس زمانہ کا ہندو دھرم کے علم اور ادب کا سورج شمار کیا جاتا تھا۔ سنسکرت زبان کے وہ بہت بڑے عالم تھے۔ اُن کے ویاکھیان بھی بزبان سنسکرت ہی ہُوا کرتے تھے۔ دھرم پرچار (وعظ) کی غرض سے

سناتن دھرم کے اُس زمانہ کے واحد نیتا و دیا کھیان واچسپتی پنڈت دین دیالو شرما کے دعوت نامے پر وُہ پہلی مرتبہ 15 امئی 1896ء کو لاہور تشریف لائے تھے جہاں اُن کا قیام لاہور کی سناتن دھرم سبھا کے زیر بند و بست حویلی راجہ دھیان سنگھ میں کیا گیا تھا۔ سناتن دھرم سبھا کے ایک اعلیٰ کارکن ہونے کے ناطے اور بطور مُتلاشی حق (جگیاسو) گوسوامی تیرتھ رام دِن میں کئی مرتبہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ سوامی جی کی جانب سے ہندوستان کے راجگان کو جو چِٹھیاں انگریزی میں جاتی تھیں اُنھیں گوسوامی تیرتھ رام ہی لکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے اور خاص طور پر گوسوامی صاحب کی عادات حسنہ کی وجہ سے سوامی شنکر آچاریہ جی کا اِن سے خاص پیار ہو گیا تھا۔ اور وہ متواتر کئی کئی گھنٹوں تک اُن کے ساتھ ایکانت میں سرد خانہ (راجہ دھیان سنگھ کی حویلی کے بڑے حال کے نیچے سرد خانہ تھا جہاں شنکر آچاریہ جی کو ٹھہرایا گیا تھا) میں ویدانت پر چرچا کرتے تھے۔ ایک دن دورانِ گفتگو گوسوامی صاحب نے اُن سے سنیاس لینے یعنی دُنیا داری چھوڑنے کا موزوں وقت معلوم کرنے کی غرض کی (ہندو دھرم میں ویسے 75 سال کی عمر کے بعد سنیاس لینے یعنی تارک الدُنیا ہونے کی مریادا (قانون) ہے لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی اس عمر میں بھی دِل سے دُنیاداری کا ناطہ توڑ سکتا ہے یا نہیں) جناب شنکر آچاریہ صاحب نے فرمایا۔

"سنیاس اُس وقت لینا چاہیئے یعنی تارک الدُنیا اُس وقت ہونا چاہیئے جب روم روم سے سنیاس پھُوٹ پڑے۔ یعنی دُنیاوی خواہشات کا خود بخود خاتمہ ہو جائے۔ اور ایشور بھگتی (عشقِ الہٰی) کی طرف دِل کھِنچتا چلا جائے۔ اُسوقت ایشور کو حاضر ناظر (ساکشی) جانکر سنیاس لے لینا چاہیئے۔ وہ لمحہ یعنی گھڑی صحیح معنوں میں تارک الدُنیا ہونے کی ہوتی ہے نہ کہ زبردستی سنیاس لینے سے آدمی تارک الدُنیا ہو جاتا ہے۔"

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ گوسوامی تیرتھ رام نے سوا ستائیس 27¼ سال کی چھوٹی سی عمر میں ہی ہمالیہ میں ٹیہری (گڑھوال) میں سنیاس لے لیا تھا۔

تیاگ اور ویراگ

گوسوامی تیرتھ رام بیشک اُس زمانہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پنجاب کے ایک نامور کالج میں ریاضی کے پروفیسر ہو گئے تھے اُنھیں دُنیاوی سُکھ اور عزت دونوں میسّر تھے لیکن اُن کے دِل میں اندر ہی اندر تیاگ اور ویراگ

(سب کچھ ترک کر دینا یعنی دُنیا کے تمام سُکھوں سے مُنھ موڑ لینا) کا سمندر ہر وقت ٹھاٹیں مارتا رہتا تھا۔ پرمیشور (خُدا) کے نام پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو وہ ہر دم تیّار ہوتے ہیں۔ صرف اُنھیں اپنے گوُرو کا اِشارہ چاہیئے تھا مورخہ 5 جون کے مندرجہ ذیل کے ایک خط سے اُن کی قلبی (اندرونی) حالت کا با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو اُنہوں نے لاہور سے اپنے مُرشد بھگت دھنّا رام کی خِدمت میں لکھا تھا:۔

"آپ کا ایک نوازش نامہ آج صادر ہُوا۔ اور ایک کل مِلا تھا۔ مَیں تو بالکل ہی آپ کا ہُوں۔ کِسی چیز کو اپنا نہیں سمجھا ہُوا۔ دولتِ دُنیا کو جمع کرنا خوشی کا کارن (وجہ) نہیں سمجھا ہُوا۔ نہ گہنا (زیور) بنانے کا۔ نہ سامان تہیا کرنے کا خیال ہے۔ آپ کی کرپا سے درخت کا سایہ گھر کی جگہ۔ بھبھوت (راکھ) کپڑوں کی جگہ۔ زمین بچھونوں کی جگہ۔ اور بھیک کا ٹکڑا کھانے کے لئے اگر ملے تو بھی بڑا آنند بانا ہُوا ہے۔ کِسی دولت کی خاطر میں آپ کو خفا کر دوُں؟ اگر فقیروں کی طرح رہنے کا مجھے اب حُکم دو تو مَیں اب حاضر ہوُں۔ سب کچھ چھوڑ کر سادھوؤں کی طرح رہنے کو تیّار ہو کالج میں کام بھی کرتا ہوں گا۔ جو کچھ وہاں سے ملے جس طرح آپ کا چِت (دِل) چاہے برت (اِستعمال) لیا کرنا ہمارے گھر بھی جو مُناسب سمجھیں دے دِیا کرنا۔ عاجز غُلام تو صرف کام کرنے اور پرماتما کو دِل میں قائم رکھنے میں وہ سُکھ پاتا ہے جو کسی بیرونی سُکھ یا جاہ و جلال کی ذرا احتیاج نہیں رکھتا۔ مجھے تو پرمیشور کی خاطر کام کرنے میں سُکھ ہوتا ہے وہی کافی تنخواہ ہے۔ میری تنخواہ جلنے اور آپ جانیں میرا آتما اِن چیزوں سے نہ گھٹتا نہ بڑھتا ہے۔ سدا آنند رُوپ ہے۔ یہ سب آپ کی کرپا کا پھل ہے۔ جب آپ تشریف لائیں گے مُفصّل عرض کروں گا۔ کل کے چاچا جی (والد صاحب) یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ سو مَیں کل سنیچر وار کو قدمبوسی حاصِل نہیں کر سکوں گا جو آپ کا منشا (اِرادہ) ہو۔ کھُلم کھُلا لِکھ دیا کرو۔"

مہاراجہ پرتاپ سنگھ سے مُلاقات

دوُوار کا مٹھ کے شنکر آچاریہ لگ بھگ ایک ماہ لاہور میں قیام کرنے کے بعد مہاراجہ پرتاپ سنگھ والیئے ریاست جموّں و کشمیر کے دعوت نامہ پر لاہور سے جموّں تشریف لیگئے تھے۔ اُن کے ہمراہ پنڈت دین دیال و شرما کے علاوہ لاہور و امرتسر کے بہت سے وِدوان پنڈت

اعداد ئیس لوگ بھی بذریعہ ریل گاڑی جموں گئے تھے۔ لیکن گوسوامی تیرتھ رام بوجہ کالج میں چھٹی نہ ہونے سے دوسرے روز (13 جون 1896ء) کو جموں گئے تھے۔ سوامی شنکر آچاریہ کو ریلوے اسٹیشن تک پہونچانے کے لئے ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا جس میں ہزاروں لوگ شامل تھے جو بھجن اور کیرتن گا رہے تھے۔ جلوس کے پیچھے سوامی شنکر آچاریہ کی سواری تھی جس کے آگے وید پاٹھ ہو رہا تھا اور جس کے چاروں طرف گھی کی مشعلیں جل رہی تھیں۔ جلوس حویلی راجہ دھیان سنگھ سے ہیرا منڈی لنگے منڈی۔ موتی بازار۔ ڈبی بازار۔ کشمیری بازار۔ دلّی دروازہ اور لنڈے بازار سے ہوتا ہوا ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تھا تمام راستے میں ہندو لوگوں نے اپنے مکانوں کی چھتوں سے پھول برسائے تھے۔ اور جے جے کار کے نعروں سے تمام لاہور گونج اُٹھا تھا۔ گوسوامی تیرتھ رام بھی اِس جلوس میں شامل تھے۔ لاہور سے چلکر جموں تک کے تمام بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر ہزاروں ہندوؤں نے سوامی شنکر آچاریہ کا پُرزور سواگت کیا تھا۔ جموں میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ خود اُنھیں لینے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر حاضر ہوئے تھے۔ گوسوامی تیرتھ رام سوامی شنکر آچاریہ کی خاص ہدایت کی وجہ سے ہی اُن کی خدمت میں جموں حاضر ہوئے تھے وہاں اُنھیں کی معرفت آپ کی مُلاقات مہاراجہ پرتاپ سنگھ سے ہوئی تھی۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ خود بڑے دھرماتما اور عالموں کے قدردان تھے لہٰذا اُنھوں نے جھٹ ایک ہی نظر میں گوسوامی تیرتھ رام کو پہچان لیا۔ اور اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ گوسوامی جی۔ اگر آپ میری ریاست کے محکمۂ تعلیم کے انسپکٹر کے عہدہ کو زینت بخشیں۔ یعنی ریاست جموں و کشمیر کے محکمۂ تعلیم کا انسپکٹر ہونا منظور فرمادیں۔ تو مَیں آپ کا بڑا ہی شکر گذار ہوں گا۔ کیونکہ اِس بہانے مجھے آپ کی ذات سے روحانیت کا اَمرت ملتا رہے گا۔" یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اُس زمانہ میں محکمۂ تعلیم کی انسپکٹری آج کے ڈائریکٹر آف ایجوکیشن سے بھی اُونچی پوسٹ ہُوا کرتی تھی۔ گوسوامی تیرتھ رام نے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی اِس پیش کش کو یہ کہہ کر ہنسی میں ٹال دیا کہ مَیں تو ہر وقت آپ کے پاس ہی رہتا ہوں۔ آپ مجھے اپنے سے جُدا کیوں مانتے ہیں۔ گوسوامی تیرتھ رام کا یہ جواب سُنکر مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اُنھیں کشمیر کی سیر کرنے کا دعوت نامہ بھی دیا جسے

اُنھوں نے قبول تو کر لیا تھا مگر جب وہ اگست ۱۸۹۹ء میں کشمیر گئے تو اُنھوں نے اِس کی اِطلاع مہاراجہ صاحب کو نہیں دی تھی۔

جموّں میں اُپدیش

اُن دِنوں اکال گڑھ گوجرانوالہ کے ایک ایشور بھگت سکول ماسٹر جن کا نام مہاتما نرنجن داس تھا۔ جموّں میں رہتے تھے۔ اُنھوں نے سول ہسپتال (پُرانا) کے قریب ایک دھرم سال (علاقہ پنجاب میں جہاں بھاگوت پُران کی کتھا اور گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا تھا اُس کمرہ یا مکان کو دھرم سال کہتے تھے) بنا رکھی تھی۔ اُن کی جموّں میں بہت پرتِشٹھا تھی اور روزانہ دھرم سال میں ست سنگ ہُوا کرتا تھا۔ گوسوامی تیرتھ رام بھی مہاتما جی کے درشن کرنے گئے تھے اور اُس دِن اُن کا وہاں اُپدیش بھی ہُوا تھا۔ اُپدیش سُننے والوں میں لالہ گوروداس سچدیو بھی تھے جو جموّں میں کچہری میں عرضی نویسی کرکے اپنا گذر کرتے تھے لالہ گوروداس ہی بعد میں سوامی رام تیرتھ کے سب سے پہلے سنیاسی شِشیہ (شاگرد) ہوئے تھے جن کا نام سوامی گوبندانند تھا جو رام پور تارڑ (نزد رام نگر ضلع گوجرانوالہ) کے رہنے والے تھے اور بعد ازاں تمام عمر لگ بھگ سانگلہ ہل اور چوُہڑ کانہ (ضلع شیخوپورہ) میں آشرم بنا کر رہتے رہے اور دُور دراز علاقوں میں ویدانت مت کا پرچار بھی کرتے رہے۔ آپ کا شریر 1938ء میں لائل پور میں شانت ہو گیا تھا یعنی فوت ہو گئے تھے اُردو و پنجابی کے بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ آپ کی لکھی ہوئی بہت سی کُتب ہیں جنھیں آپ کے بھتیجے جموّں نواسی مہاتما دولت رام سچدیو (بعد از سوامی سَاشوت آنند) نے گوبند پرکاش کے عنوان سے بزبان اُردو۔ ہندی شائع کروا دیا ہے آپ کی لکھی ہوئی ایک کِتاب گوبند لہر تو سوامی رام تیرتھ کے زمانہ میں ہی چھپ گئی تھی۔ لاہور (اب دہلی) سے شائع ہونے والہ اُردو ماہنامہ "اوم" کے بانی و ایڈیٹر سورگیہ لالہ لکھپت رائے نندہ (سنیاس لینے پر سوامی نجانند) آپ کے ہی شِشیہ تھے۔ جن کے چھوٹے بھائی (ماہنامہ "اوم" کے موجودہ چیف ایڈیٹر) راج رِشی گورکھ ناتھ نندہ بھی سوامی گوبند آنند تیرتھ کے گرہستی شِشیہ ہیں شری نندہ جی کے فرزند شری برہمانند نندہ سوامی بھانتو تیرتھ نند کے گرہستی شِشیہ ہیں۔

ریاضی پر لیکچر:۔ مورخہ ۲۰ جون ۱۸۹۶ء کو مشن کالج لاہور میں کالج کے

پروفیسروں اور طلبا کی طرف سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ اس جلسہ میں گوسوامی تیرتھ رام نے بزبان انگریزی ایک لیکچر علم ریاضی کے متعلق دیا تھا جس کا عنوان تھا۔ (HOW TO EXCEL IN MATHMATICS.) یعنی ریاضی میں کیسے ترقی پائی جاسکتی ہے۔ گوسوامی تیرتھ رام کا علم ریاضی کے متعلق انگریزی میں اس طرح بولنے کا پہلا موقعہ تھا۔ لیکن وہ اتنا کمال کا بولے کہ انگریز پروفیسر اور دوسرے ریاضی داں عش عش کر اُٹھے یہ لیکچر بعد میں انگریزی میں ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع بھی ہوا تھا جس سے اُنھیں بہت شہرت حاصل ہوئی تھی۔

بھگوان کرشن سے پریم

اِنھیں ایام میں برندابن کے راس دھاریے (کرشن لیلا کو دکھانے والے) لاہور آئے ہوئے تھے اور وہ دن کے وقت چونہ منڈی میں راجہ ہربنس کی حویلی میں راس لیلا کھیلتے تھے یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا راس لیلا دیکھنے لاہور کے خاص خاص آدمی ہی جاتے تھے۔ کیونکہ ہر کسی کو حویلی کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ سناتن دھرم سبھا لاہور کے کارکن اعلیٰ ودیا کھیان واچسپتی پنڈت دین دیال شرما جیسی قسم کے دیگر لوگ موجود ہوتے تھے گوسوامی تیرتھ رام کو راس لیلا دیکھنے کا بڑا شوق تھا اور وہ روزانہ کالج سے واپس آکر لیلا دیکھنے چلے جاتے تھے یہیں سے اُن کے من میں اپنے پُورب جنموں کے سنسکاروں کے مطابق بھگوان کرشن کے لئے بے مثال پریم جاگ اُٹھا جیسا کہ ہندی کے پرسدھ مسلمان کوی رس خان (پٹھان) کے دل میں پشاور کی ایک ایسی ہی راس لیلا کو دیکھ کر جاگ اُٹھا تھا اور وہ کرشن کے عشق میں دیوانہ ہوکر متھرا، برندابن میں آکر ہی رہنے لگا تھا۔ اسی طرح راس لیلا دیکھ کر گوسوامی تیرتھ رام بھی شری کرشن کے دیوانے ہوگئے تھے۔ گوسوامی تیرتھ رام سویرے اور شام گھنٹوں راوی ندی کے کنارے بھگوان شری کرشن کے پریم میں مست پڑے رہتے تھے۔ کالے کالے بادلوں کو دیکھ کر اور کوئیل کی سُریلی آواز سُنکر وہ پاگل ہو اُٹھتے تھے اور کرشن، کرشن کہہ کر ناچ اُٹھتے تھے۔ اُن کی یہ دیوانگی حد درجہ کی ہو چکی تھی اور وہ ہر وقت کرشن کے پریم میں مست پڑے رہتے تھے۔ لیکچر دیتے وقت بھی اگر اُنکے منہ سے

کرشن کا نام نکل پڑتا تو بس وہیں ہونٹ بسور بسور کر رونے لگ جاتے اور اُنھیں اپنے شریر کی ہوش تک نہ رہتی۔ لیکچر بیچ میں ہی بند کرنا پڑتا۔ گوسوامی تیرتھ رام کی کرشن بھگتی کے زمانہ کی ہی بات ہے کہ امرتسر کے پرسدھ آریہ سماجی لالہ نرائن داس سیٹھ ان کے پریم اور مستی کے لیکچروں کو سُنکر بھگوان کرشن کا دیوانہ ہو گیا اور ان پر فدا ہو گیا۔ یہی نرائن داس آگے چلکر سوامی نارائن تیرتھ (نرائن سوامی) کے نام سے سوامی رام تیرتھ کے پرمکھ شِشیہ ہوئے تھے جو ان کے ساتھ غیر ممالک میں بھی گئے تھے۔ گوسوامی تیرتھ رام کی بھگوان کرشن کی اِس عجیب قسم کی بھگتی کی چرچا تمام لاہور میں پھیل چکی تھی۔ انھیں دنوں اُنہوں نے دریائے راوی کے کنارے اپنے پیارے بھگوان کرشن دگوسوامی جی بھگوان کرشن کو گول چند یا گوٹو یار کہہ کر پکارا کرتے تھے) انھیں ایام میں آریہ سماج کے پرسدھ شکشا شاستری لالہ ہنسراج (بعد ازاں مہاتما) نے بھی راوی روڈ (لاہور) پر گوسوامی تیرتھ رام کا کرشن بھگتی کے متعلق ایک لیکچر سُنا تھا۔

متھرا برندابن کی یاترا

گوسوامی تیرتھ رام کی اِس طرح کی بیتابی کی حالت دیکھ کر ان کے دوست "دیا کھیان واچپتی" پنڈت دین دیالو شرما نے انھیں بھگوان کرشن کی جنم بھومی اور لیلا بھومی متھرا اور برندابن جانے کی صلاح دی۔ گوسوامی تیرتھ رام نے اُن کی اِس صلاح کو اِس شرط پر منظور کر لیا تھا کہ وہ بھی اُن کے ساتھ یاترا میں چلیں گے۔ چنانچہ اگست ۱۸۹۶ء کے شروع میں جب کالج بوجہ گرمی کی چھٹیوں کے بند ہوا تو گوسوامی جی اور پنڈت جی متھرا پہنچ گئے اور وہاں سے گوکل نندگاؤں، برسانا و برندابن کی پیدل یاترا کرتے رہے۔ برج منڈل کی یاترا کرتے وقت بھی گوسوامی تیرتھ رام بھگوان کرشن کا نام سُنتے ہی بے سُدھ ہو جاتے اور گھنٹوں وہیں سمادھی اوستھا میں پڑے رہتے وہ لگ بھگ ایک مہینہ تک برج بھومی میں رہے تھے۔ پنڈت دین دیالو شرما بھی ان کی اس دشا کو دیکھ کر حیران ہو گئے تھے اور اُن کے من میں بھی بھگوان کرشن کے لئے سچا پریم اِن کی حالت کو دیکھ کر ہی جاگا تھا گوسوامی تیرتھ رام کا یہ پریم میراں اور سُورداس کے کرشن پریم سے کچھ کم نہیں تھا۔

متھرا، دہلی اور شملہ میں لیکچر

برندابن سے واپسی پر آپ کا متھرا شہر میں بزبان انگریزی ایک لیکچر کرشن بھگتی پر ہُوا تھا جو بہت ہی لاجواب تھا۔ لیکچر سُننے والوں کے کپڑے آنسوؤں سے تر بتر ہو گئے تھے متھرا کے بعد دہلی میں گوسوامی تیرتھ رام کچھ دیر کے لئے ٹھہرے تھے اور یہاں پر بھی انہوں نے ایک بہت بڑے جلسے میں کرشن بھگتی بنام دلیش بھگتی پر ایک ویاکھیان دیا تھا۔ دہلی سے وہ پنڈت دین دیالو شرما کے ساتھ جنم اشٹمی کے اُتسو پر منعقد ہونے والے سناتن دھرم سبھا کے ایک جلسے میں شریک ہونے کے لئے شملہ چلے گئے تھے جہاں وہ کچھ دِنوں کے لئے دَوران جلسہ بابو نانک چند (پریذیڈنٹ سناتن دھرم سبھا) کے یہاں ٹھہرے تھے۔ شملہ میں اُن کے وِیاکھانوں (تقریروں) کی دھوم مچ گئی تھی۔ شملہ سے آپ سیدھے لاہور واپس آ گئے تھے اور یہاں آکر اب اُن کا من پہلے کی بہ نسبت کچھ شانت ضرور تھا لیکن کرشن پریم کی اُمنگیں اب بھی بار بار اٹھتی تھیں۔

بھگوان کرشن کے درشن

گوسوامی تیرتھ رام کی بھگوان کرشن کی لا انتہا بھگتی اور متھرا و برندابن کی یاترا کا یہ ثمرہ ہُوا کہ اب وہ کرشن کے پریم میں چُپ چاپ مست ہو کر پڑے رہتے تھے۔ اُنھیں ہر وقت سمادھی کی دشا رہتی تھی۔ آخر ایک دِن اُن کے من کی تڑپ پوری ہو گئی اور انھیں بھگوان شری کرشن نے ساکھشات درشن دیکر اُن کے بیتاب من کو پرم شانتی بخشی۔ اِس بارے میں اُنہوں نے خود ہی شری نارائن سوامی سے ایک مرتبہ فرمایا تھا۔

"آج ہمارے گوپال (کرشن مہاراج) نے اشنان کرتے سمے (وقتِ غُسل) خوب درشن دیئے اور باہم مُٹھ بھیڑ خوب ہوئی یعنی گلے لگ کر خوب گھُٹکر (اچھی طرح) ملے۔ مگر ملنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ہاتھ پہ ہاتھ مار کر گُم ہو گئے اور مجھے ویسے ہی اپنے عشق میں بلبلاتا اور روتا چھوڑ گئے۔"

کرشن بھگتی کے زمانہ میں ہی گوسوامی تیرتھ رام نے مندرجہ ذیل شعر لکھا تھا جسے وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

مزا برسات کا چاہو میری آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابرِ باراں ہے

ساتواں باب

ویدانت (تصوف) کی طرف جھکاؤ

۱۸۹۶ء کے شروع ہوتے ہی گوسوامی تیرتھ رام کی کرشن بھگتی نے ویدانت یعنی وحدانیت کی شکل اختیار کرلی شروع کی تھی اور اب وہ اسی مستی میں کھوئے رہتے تھے۔ اسی سال کے اگست کے مہینہ میں اُنہوں نے اپنی رہائش بھی بدل لی تھی اور اب وہ محلہ وچھووالی دیوڑیاں ہر حرین) میں ایک کرائے کے مکان میں رہنے لگے تھے جہاں اُنہوں نے ماہ ستمبر یعنی دورانِ چھٹیاں کالج ویدانت کی لگ بھگ 20 کتب (بزبان انگریزی) پڑھ ڈالی تھیں۔ شری گوپال سنگھ عارف کی پنجابی کافیاں، حضرت شمس تبریز کا کلام اور شنکر آشٹک بھی اُنہوں نے انھیں ایام میں پڑھے تھے۔

گجرات میں ویدانت پر پہلا لیکچر

گجرات (پنجاب) میں اُس زمانہ میں ایک آشرم تھا۔ جس کا نام تھا شانتی آشرم سوامی شوگن چندر جو پہلے محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر تھے اور دہلی کے رہنے والے ماتھر (کائستھ) تھے اس آشرم کے کرتا دھرتا تھے وہ اپنے گورو سوامی شوگری کی یاد میں ہر سال آشرم میں جلسہ منعقد کیا کرتے تھے۔

۱۸۹۶ء میں غالباً ستمبر کے آخری دنوں میں گوسوامی تیرتھ رام سوامی جی کے دعوت نامہ پر آشرم میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں اُنھوں نے پہلی مرتبہ ویدانت (تصوف) پر لیکچر دیئے تھے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آریہ سماج کے نیتا مہاتما ہنسراج (پرنسپل ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور) بھی اُن کے ہمراہ اس جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔

والد صاحب کے نام خط ۔ اہل ہندو (کچھ لوگ) دیوالی کے موقعہ پر جوا کھیلتے ہیں

اور اس کی ہار جیت سے آنیوالے ایک سال کے متعلق شگن معلوم کرتے ہیں گوسوامی تیرتھ رام جوان دِنوں ویدانت کے رنگ میں پوری طرح رنگے جا رہے تھے نے بھی اِس روز جُوا کھیلا لیکن وہ عام جُوئے سے بالکل برعکس تھا اُنہوں نے اپنے اور بھگوان یعنی پرمیشور (خدا) کے درمیان یہ کھیل اِس طرح کھیلا کہ خود کو تو ہار گئے اور پرمیشور کو جیت لیا۔ اِس خوشی میں اُنہوں نے دیوالی کے دُوسرے روز 25 اکتوبر 1897ء کو یعنی اپنے جنم دِن پر اپنے والد صاحب (گوسائیں ہیرانند) کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط فرالی والہ کو ارسال کیا تھا۔

"چرن بندنا۔ نوازش نامہ سامی صدور لایا۔ از حد آنند ہوا۔ آپکے لڑکے تیرتھ رام کا شریر تو اب بِک گیا۔ بِک گیا رام کے آگے۔ اُس کا اپنا نہیں رہا۔ آج دیوالی کو اپنا جنم ہار دیا اور مہاراج کو جیت لیا۔ آپ کو مُبارک ہو۔ اب جس چیز کی ضرورت ہو میرے مالک سے مانگو۔ فوراً خود دیدینگے۔ یا مجھ سے بھجوا دیں گے مگر ایک دفعہ نشچے کے ساتھ آپ اُن سے مانگو تو سہی۔ اُنیس [19] بیس [20] دن کے میرے کُل کام بڑی ہوشیاری سے اب وہ خود کرنے لگ پڑے ہیں۔ آپ کے کیوں نہ کرینگے۔ گھبرانا ٹھیک نہیں۔ جیسی اُس کی آگیا ہوگی۔ عمل ہوتا جائے گا۔ مہاراج ہم گُسائیوں کا دھن ہیں۔ اپنے نج کے سچے اور قیمتی دھن کو تیاگ کر سنسار کی جھُوٹی کوڑیوں کے پیچھے پڑنا ہم کو مُناسب نہیں اور ان کوڑیوں کے نہ ملنے پر افسوس کرنا تو بہت ہی بُرا ہے اپنے اصلی مال و دولت کا مزہ ایک دفعہ لے تو دیکھو۔"

گوسائیں ہیرانند اس خط کو پڑھتے ہی حیران ہو گئے کیونکہ انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ جن مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے غریبی اور تنگ دستی کی حالت میں اُنہوں نے اپنے لاڈلے بیٹے کو پڑھا لکھا کر اس غرض سے نوکر کروایا تھا کہ وہ بُڑھاپے میں ان کی خدمت کرے گا۔ وہ بیٹا ویدانتی بنکر اُنھیں اپنی کمائی سے دھن بھیجنے سے انکار کر دے گا اُنھیں اس معاملے میں اپنے دوست بھگت دھنّا رام کا ہی سب قصور نظر آیا کیونکہ وہ ہی اُن کے بیٹے کو ایسی نصیحت دے سکتا تھا۔ لہذا اُنہوں نے غصّہ میں آکر مذکورہ بالا خط کے نیچے پنجابی میں یہ لکھ کر بھیج دیا ـــــ

"بھگت جی! تُسادی صحبت وِچّوں پُتر نُوں جواب مِلیا اساں تُساں نُوں سیانا جان کے سپُرد کیتا سی"

بھگت دھنا رام نے جب یہ خط پڑھا تو اُنھیں بھی بہت تکلیف ہوئی کیونکہ گوسوامی تیرتھ رام اپنی تنخواہ میں سے ہر ماہ مبلغ آٹھ رُوپے بھگت صاحب کی خدمت میں اور مبلغ بارہ 12 روپئے والد صاحب کی خدمت میں بذریعہ منی آرڈر بھیجا کرتے تھے اُنھیں بھی یہ محسوس ہُوا کہ گوسائیں ہیرانند کی طرح مجھے بھی جواب مِل گیا ہے در اصل میں گوسوامی تیرتھ رام کی اندرونی حالت کو یہ دونوں ہی نہیں سمجھ پائے تھے کیونکہ وہ دُنیاوی نظروں سے اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ اور تیرتھ رام اُنھیں ویدانت (تصوُّف) کی درشٹی سے دیکھ رہے تھے۔

سوامی وِویکانند سے مُلاقات

اِنھیں ایام میں سوامی وِویکانند مع اپنے شاگردوں کے لاہور تشریف لائے تھے۔ اور وہ ۱۴ سے ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۹۷ء تک لاہور میں ٹھہرے تھے۔ سوامی وِویکانند بہت بڑے ویدانتی اور دُنیا میں ماننے ہوئے ہندو سنیاسی تھے جنھوں نے امریکہ میں جا کر ہندو دھرم کی شان کو چار چاند لگائے تھے۔ پہلے پہل اُن کا لیکچر راجہ دھیان سنگھ کی حویلی میں ہُوا تھا اور پھر شہر میں آئے ہوئے پروفیسر بوس کے سرکس کے پنڈال میں اُن کے کئی ایک لیکچر ہوئے تھے اُن کے لیکچروں کا انتظام گوسوامی تیرتھ رام کے خاص شاگرد لالہ ملونت رائے نے کیا تھا سوامی وِویکانند گوسوامی تیرتھ رام کے دعوت نامہ پر اُن کے مکان پر رات کے وقت کھانا کھانے بھی تشریف لائے تھے۔ لاہور میں اِن دو ہستیوں کی مُلاقات ایک تواریخی مُلاقات تھی۔ گوسوامی تیرتھ رام نے اِنھیں کھانا کھا لینے کے بعد اپنی سونے کی گھڑی بطور یادگار پیش کی تھی جسے سوامی وِویکانند نے واپس انھیں کے ہاتھ پر یہ کہہ کر باندھ دی تھی کہ تمھارے اور میرے شریر میں کوئی بھید نہیں ہے۔ سوامی وِویکانند کے ویدانت کے متعلق لیکچر ملنے گوسوامی تیرتھ رام کے دِل و دماغ کو ویدانت سے اور زیادہ تر کر دیا تھا۔

زبان اُردُو ویدانت کے گرنتھ پڑھنے

باوا انگیتہ سنگھ آتم درشی ریاست کپورتھلہ کی ایک بہت بڑی معزز ہستی تھے اُنہوں نے اِشاواسیہ اُپنشد کا اُردو میں جگجیت پر گیا کے نام سے ترجمہ کیا تھا۔ اور ویدانت کے متعلق اور بھی گرنتھ اُردو میں لکھے تھے۔ جن میں

ویدانوچن تو بہت ہی مشہور ہے سنہ 1898ء کو ماہ جنوری میں گوسوامی تیرتھ رام نے ویدانوچن کا مُطالعہ کیا تھا۔ اور پھر بعد میں اُن کے دیگر گرنتھ بھی پڑھے تھے۔ اسلئے انہیں پھگواڑہ بھی جانا پڑا تھا

ادویت امرت ورشنی سبھا

گوسوامی تیرتھ رام نے لگ بھگ فروری 1898ء کے شروع میں ویدانت کے متعلق چرچا کرنے کے لئے ادویت امرت ورشنی سبھا قایم کی تھی جس کی بیٹھک ہر ہفتہ (بروز برہسپت یعنی جمعرات) اُنھیں کے مکان پر ہُوا کرتی تھی۔ اِس سبھا کا وجود بہت دیر تک قائم نہ رہ سکا۔

پشاور میں ویدانت پر لیکچر

فروری 1898ء کے آخری دِنوں میں پشاور کی سناتن دھرم سبھا کے سالانہ جلسہ پر گوسوامی تیرتھ رام لاہور سے پشاور تشریف لے گئے اور وہاں آپ لگ بھگ تین روز تک ٹھہرے تھے پشاور کے نِواسیوں کی فرمائش پر آپ نے وہاں کے مشن کالج میں بھی ایک لیکچر بزبان انگریزی دینا منظور فرمایا تھا جسے ہندوؤں کے علاوہ مسلمان اور عیسائی بھائیوں نے بھی بڑے غور سے سُنا تھا۔ پشاور نواسیوں نے گوسوامی تیرتھ رام کی بہت ہی عزت کی تھی۔ اور جلوس کی شکل میں اُنھیں تمام شہر کی سیر کرائی تھی۔

کٹاس راج کی یاترا

گوسوامی تیرتھ رام بیساکھی کے موقعہ پر اپریل 1898ء میں لاہور سے کٹاس راج تیرتھ کی یاترا کرنے گئے تھے یُوں تو یہ تیرتھ بڑا پراچین ہے اور اسے ہندو دھرم گرنتھوں میں پرتھوی کے نیتر (آنکھ) کے نام سے بڑا پوتر (پاک) استھان بتایا گیا ہے۔ آج سے لگ بھگ ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے مہابھارت کے زمانہ میں پانڈو لوگ اِس تیرتھ پر آئے تھے۔ اُسوقت یہاں ایک بڑا تالاب (امر کنڈ) تھا جسمیں اشنان کیا جاتا تھا۔ تقسیم ہندوستان سے پیشتر تک یہاں ہر سال بیساکھی کے موقعہ پر بڑا بھاری میلہ لگتا تھا جس میں کابل سے لیکر مدراس تک کے ہندو لوگ تیرتھ یاترا کرنے آتے تھے۔ گوسوامی تیرتھ رام کے گورو بھگت دھنّا رام چونکہ ایک عرصہ تک پنڈ دادن خان (تحصیل چکوال۔ ضلع جہلم پنجاب) میں رہے تھے جو کٹاس راج تیرتھ کے بہت ہی نزدیک ہے۔ اِسلئے اُن سے اِس استھان کی مہما اکثر سُنا کرتے تھے۔ کٹاس راج جانے کیلئے

چکوال یا کھوڑہ (جہاں نمک کی کان ہے) ہو کر جایا جاتا تھا۔ کٹاس راج میں ایک قدیم چشمہ (چوع سیدن شاہ) ہے جس کے پانی سے گلاب کی کھیتی کو سیراب کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کا عرق گلاب اور عطر گلاب بہت مشہور ہے۔ گوسوامی تیرتھ رام چونکہ ان دنوں وحدانیت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اور انہیں تمام دنیا کا آنند اپنے اندر یعنی انتر آتما میں ہی نظر آتا تھا لہذا کٹاس راج تیرتھ میں جاکر انھیں وہ روحانی غذا دستیاب ہو سکی جس کی طلب میں وہ وہاں گئے تھے۔ لاہور واپس آنے پر انھوں نے اِس بارے میں 17 اپریل 1898ء کو بھگت دھنا رام کی خدمت میں ایک حسب ذیل خط لکھا تھا۔

"کٹاس راج کے راستے نے جو اُپدیش کیا وہ نہایت درست ہے جو سکھ ایکانت اور نج دھام میں ہے وہ کہیں بھی نہیں۔

اے نرگ تیری سُگندھ سوں بھیو یہ بن بھرپور
کستوری تو نکٹ ہے کیوں دھاوت ہے دُور

اپنا ہی آنند جگت کے پدارتھوں میں آنند بھاونا کر دکھلاتا ہے سب وید کتب بھی ہمارے اندر موجود ہیں۔"

ہردوار اور رشی کیش جانا

اگست 1898ء کے شروع میں جب کالج بوجہ گرمی کی چھٹیوں کے بند ہو گیا تھا گوسوامی تیرتھ رام بمع گوجرانوالہ کے دو طالب علموں (ٹھاکر داس پانڈہ اور بالمکند پانڈہ) کے ہردوار تشریف لے گئے تھے یہ دونوں سگے بھائی تھے اور گوسوامی جی کے طفیل سے لاہور کے مشن کالج میں پڑھتے تھے اور اُن کی فیس بھی معاف کروا دی گئی تھی کیونکہ ان کی مالی حالت بہت خستہ تھی۔ یہ دونوں بھائی ہردوار میں کچھ دن ٹھہرے تھے اور پھر انھیں واپس بھیج دیا گیا تھا ہردوار میں گوسوامی جی کچھ دنوں تک حویلی مہاراجہ جموں (جواب مسمار کی جا چکی ہے) میں ٹھہرے تھے۔

گنگا جی میں سچا اشنان

اُن دنوں (آج بھی) گنگا جی میں اشنان کرنیوالے یاتری لوگ گنگا جی میں پھول، بتاشے چڑھاتے تھے مچھلیوں کو آٹے کی گولیاں بنا بنا کر کھلاتے تھے۔ بندروں کو کھانے کا سامان دیتے تھے جس سے

وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ شام کے وقت گنگا جی کی دھارا میں پتوں کے کشتی نما دونوں میں جوت (چراغ) جلاکر بطور آرتی بہاتے تھے۔ گوسوامی تیرتھ رام بھی گنگا ماتا کی اسی طرح پوجا اور سیوا کرنا چاہتے تھے مگر اُن کا اِن تمام کو کرنے کا ڈھنگ بالکل الگ تھا یعنی یہ باتیں سچائی میں (اصلیت میں) کرنا چاہتے تھے جیسے پھولوں کی جگہ اپنے اصلی پھول (پنجاب میں آدمی کی اُن ہڈیوں کو بھی پھول کہا جاتا ہے جنھیں ہندو لوگ شمشان سے اُٹھاکر گنگا جی میں جاکر بہاتے ہیں) گنگا جی کو بھینٹ کرنا چاہتے تھے ہندروں (جو سوبھاؤ سے ہی شرارتی (چنچل) ہوتے ہیں کو وہ اپنا چنچل مَن دے دینا چاہتے تھے جس سے اُن کے من کی چنچلتا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ایسے ہی اپنا چت (جو ہمیشہ اشانت رہتا ہے) مچھلیوں کی بھینٹ کرکے اِسے سدا کے لئے شانت کر دینا چاہتے تھے جوت یعنی چراغ جلانے کی بجائے وہ اپنے پاپ اور پُنیہ (گناہ اور ثواب) جلاکر روشن کرنا چاہتے تھے تاکہ ہمیشہ کیلئے ان کا جھگڑا ہی جل کر ختم ہو جائے اور غرور کو گنگا جی کے کنارے کسی پربت کی گپھا میں دبا دینا چاہتے تھے تاکہ پھر اس کا کبھی سر اُونچا نہ ہو سکے اور اپنی عقل یعنی بُدھی کو گنگا جی کے تیز بہاؤ میں بہاکر اُسے صرف خدا پرستی یا آتم گیان کی طرف لگانا چاہتے تھے اسی طریقے سے وہ گنگا جی میں ایسی ڈُبکی لگانا چاہتے تھے جس کے بعد وہ اس سنسار میں باہر نہ آسکیں یعنی پرم آنند میں غرق ہو جائیں اور گنگا جی کے سُروپ میں ملکر گنگا جی ہی بن جائیں۔ گوسوامی تیرتھ رام اس طرح سے گنگا جی میں سچا اشنان کرکے اپنے آپ کو ستیہ (حق) سے مِلاکر چاروں طرف اپنا ہی آپ دیکھنے کے خواہشمند تھے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس واقعہ کے ٹھیک آٹھ سال بعد (17 اکتوبر ۱۹۰۶ء) کو گوسوامی تیرتھ رام (اُسوقت سوامی رام تیرتھ) نے واقعی ہی اپنا سب کچھ گنگا جی کی بھینٹ کرکے اپنے جسم کو بھی ٹیہری (گڑھوال۔ ہمالیہ) میں، گنگا جی میں بہا دیا تھا۔ ہردوار میں اُنھوں نے اپنے مذکورہ بالا خیالات کو ایک کویتا میں اِسطرح ظاہر کیا تھا

گنگا تُھیوں (تمہارے سے) صدقے جاؤں

ہاڑ چام سب وار کے پھینکوں ؛ یہی پھول پتاسے لاؤں ... گنگا تھیوں ......

من تیرے بندرں کو دے دوں ؛ بُدھ دھارا میں بہاؤں ... "

چت تیری مچھلی چب کھا جاویں ؛ آہنگ گرگپھا میں دباؤں ..... "

پاپ پن سبھی سُلگا کر ؛ یہ تیری جوت جگاؤں...... گنگا تھیوں ....
مُجھ میں بڑوں تم تُو بن جاؤں ؛ ایسی ڈُوبکی لگاؤں...... " "
پینڈے جل تھل پون دشوں دِک ؛ اپنے رُوپ بناؤں ...... " "
رمن کہوں ست دھار امایئں ؛ نہیں تو نام نہ رام دھراؤں .... " "

عزم وصال یعنی آتم شاکھشیات کار

ہردوار میں چند روز ٹھہر کر گوسوامی تیرتھ رام رشی کیش آ گئے تھے اور یہاں سے بھی وہ اور آگے لچھمن جھولا سے لگ بھگ آٹھ میل بطرف شری بدری ناتھ گنگا جی کے کنارے برہم پُوری نام کی ایک سُنسان جگہ میں پہنچ گئے تھے اُس وقت اُن کے پاس چند اُپنشدوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اِسی جگہ پر اُنھیں عزم وصال یعنی اپنی ہی آتما (رُوح) کا شاکھشیات کار (درشن یا دیدار) ہوا تھا اور وہ اِسی مستی میں بیہوش ہو کر گنگا میں گِر گئے تھے اور میلوں پانی میں بہتے چلے گئے تھے۔ قدرت نے ابھی اُن سے بہت کام لینے تھے اِس لئے اُن کا جسم خودبخود گنگا کے کِنارے کِسی چٹان کے ساتھ ٹکرا کر اٹک گیا اور انھیں کئی گھنٹوں کے بعد ہوش میں آیا تھا۔ یہیں سے اُنہوں نے ایک خط اپنے گورو بھگت دھنا رام کی خدمت میں گوجرانوالہ لکھا تھا جو اِس طرح ہے :-

اوم

पूर्णमदः पूर्णमिदं पूर्णात् पूर्णमुदच्यते।
पूर्णस्य पूर्णमादाय पूर्णमेवावशिष्यते॥

کیا ہم اکیلے ہیں؟

تنہا ستم تنہا ستم در بحر و بر یکتا ستم ؛ جز من بنا شد ہیچ شے نہ جا ستم من ما ستم

کوئی دِیا بھی ساتھ نہیں نوکر پاس نہیں — گاؤں بہت دُور ہے۔ آدمی کا نام کافور ہے بیابان ہے۔ سُنسان ہے۔ تاروں بھری رات۔ آدھی اِدھر آدھی اُدھر ہے۔ پھر کیا ہم اکیلے ہیں؟

اکیلی ہماری بَلا! ابھی برشالونڈی سنسان کرا کر گئی ہے۔ ہوا با ندی چاروں طرف دَوڑ رہی ہے۔ وہ کسی رفیق نے درختوں میں آواز دی "حاضر جناب" معلوم ہوتا ہے شیر کا نعرہ ہے یا ہاتھی کی چنگھاڑ ہے) سینکڑوں خادم ہمارے جھاڑیوں میں دَبے بیٹھے ہیں۔ بلوں میں آرام کر رہے ہیں ؛

ہم اکیلے کیوں؟

پَر ہاں ہم اکیلے ہیں۔ یہ خادم وادم کوئی نہیں ہیں۔ ہم ہی ہیں۔ یہ درخت نہیں ہیں ہم ہی ہیں۔ ہوا نہیں ہم ہی ہیں۔ گنگا کہاں ؟ ہم ہیں۔ یہ چاند نہیں۔ ہم ہیں خدا نہیں۔ ہم ہیں معشوق کون ؟ ہم ہیں۔ وصل کیا ؟ ہم ہیں ارے "اکیلے" کا لفظ بھی ہم سے بھاگ گیا ہے۔

این نعرہ و این نعرہ زن و نیز این صحرا | اشجار و کہستان و شب و روز نگارا
این یار و معشوق۔ وصال دم ہجراں | باد۔ انجم و گنگا جل و ابر و مہ تاباں
کاغذ، قلم حشمت و مضمون و تو خود جاں | این جُملگی رام است مرادان مرادان

ہمارا پتہ پُوچھو تو یہ ہے

نشانم بے نشاں میداں | مکانم در قلب میخواں
جہاں در دیدہ ام پنہاں | مرا جو نید گُستاخاں

کیا ہم بے کار ہیں؟

من کا مانسرووَر امرت سے لبالب ہو رہا ہے۔ اور آنند کی ندی ہردے میں سے بَہ رہی ہے۔ ہر ایک روم کِرت کرت ہے۔ وِشنو کے اندر ستوگُن اتنا بھر پُور ہُوا کہ سما نہ سکا اُس چشمہ ستوگُن سے پیروں کی راہ گنگا جل بَن کر ستوگُن بہ نکلا: ٹھیک اُسی طور پر اس وقت

نارا (جل یا ستوگُن) میں شین کرنے والا } .... نارائن

تیرتھ (جل رُوپ۔ ستوگنی) میں رمن کرنے والا } .... تیرتھ رام نارائن
تیرتھوں کو رمنیہ (شوبھا والا) بنانے والا

ستوگُن یا آنند سے بھرپُور ہو رہا ہے۔ اُس کا بر سمانند سمیٹے سے سمٹتا نہیں۔

پرم آنند کا منبع یا سوتا بنکر - یہ تیرتھ رام ساکھشات وِشنو - پُورن آنند کی دھارا (ندی) جگت کو کِرتارتھ کرنے کے لئے بھیج رہا ہے - خوش حالی اور فارغ البالی کی بادِ نسیم سنسار کو روانہ کر رہا ہے - کون کہتا ہے وہ بیکار بیٹھا ہے ؟ مَیں سچ کہتا ہوں اِس تیرتھ رام کے درشنوں سے کلیان ہوتا ہے - وُہ گنگا ہے - وُہ تُریا رام ہے - وُہ رام ہے :-

دھن بھُومی - دھن کال دیش وہ | دھن ماتا - دھن کُل - دھن سمدھی
دھن دھن لوچن کرہیں درس جو | رام تہارو - سربگ سم دھی

میری

بانکی ادائیں دیکھو ! چند کا سا ٹکھڑا پیکھو !
سوائیوں بہتے جل ہیں - بادل ہیں میری لٹکیں
تاروں ہیں - ناز نیں ہیں - موروں ہیں میری مٹکیں
بانکی ادائیں دیکھو - چند کا سا ٹکھڑا پیکھو
چلنا ٹھُمک ٹھُمک کر - بالک کا رُوپ دھر کر
گھُونگھٹ ابر اُلٹ کر - ہنسنا یہ بجلی بن کر
بانکی ادائیں دیکھو ! چند کا سا ٹکھڑا پیکھو
شبنم - گُل - اور سُورج چاکر ہیں تیرے پد کے
یہ آن بان سچ دھج ! اے رام تیرے صدقے
بانکی ادائیں دیکھو ! چند کا سا ٹکھڑا پیکھو

جگت سارا وار ڈاروں رام تیرے نام پر :: اِندر برہما وار ڈاروں رام تیرے دھام پر
میں کیسا خوبصورت ہُوں ! میری سوہنی صُورت - میری موہنی مُورت - میری جھلک - میری ڈلک - میرا حُسن - میرا جمال ! اِس کو میری آنکھ کے سوا کسی کی آنکھ دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی ::

راقم رام

آجکل لچھمن جھُولے سے پرے گنگا تیر پر پہاڑوں میں لواس ہے - گنگا کیا ہے - ویراٹ بھگوان (پرماتما) کا ہرا - پرماتما کے ہردیہ یا چھاتی پر ماتما کا آتمہ بن کر بسرام کرتا ہُوں ::

گو سوامی تیرتھ رام نے مذکورہ بالا حالات کو اس واقعہ کے دو سال بعد یعنی ۱۹۰۱ء میں جلوۂ کہسار کے عنوان سے خود قلمبند کر کے شائع کیا تھا - انکی قلبی و دماغی حالت کیسی اعلیٰ اور بہترین تھی - کہ واقعہ کے دو برس بعد بھی اپنے خطوں کا مضمون کو انکی ملازم موجودگی میں ہو بہو قلم بند کر سکے -

آٹھواں باب

سرورِ ذات

جب سے گوسوامی تیرتھ رام اُترا کھنڈ یعنی ہردوار۔ رِشی کیش اور برہم پوری وغیرہ کی یاترا سے واپس لاہور آئے تھے تب سے عزم وصال کی مستی نے اُن کی زندگی کا رُخ ہی پلٹ دیا تھا۔ اُنھیں اپنے چاروں طرف برہم ہی برہم یعنی اپنی ہی ذات نظر آتی تھی اور روزمرہ کی زندگی کے واقعات کو بھی وہ ایک عجیب و غریب طریقے سے دیکھنے لگ گئے تھے انھیں ایام میں جب وہ ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے تو مُرالی والا سے اُن کے بڑے بھائی (گوسائیں گورو داس) اور تایا زاد بھائی گوسائیں باغ بُوٹا مل بھی اُن کی مزاج پرسی کے لئے لاہور تشریف لائے تھے اُن کے واپس چلے جانے پر گوسوامی تیرتھ رام نے اپنی بیماری اور صحت یابی کی اطلاع اپنے گورو بھگت دھنا رام کی خدمت میں 6 نومبر 1898ء کو بذریعہ خط جس ڈھنگ سے ارسال کی تھی وہ مندرجہ ذیل ہے:۔

"ہمارے شریر رُوپی محل میں تندرستی رُوپی کنچری (ناچنے والی عورت) کو اپنا راگ سُناتے اور تماشا دکھاتے بہت دیر ہو گئی تھی۔ اب بُخار۔ دردِ معدہ۔ سانس کی نہایت سُرعت۔ اور کھانسی رُوپی بھانڈوں کے مجُرے کی باری تھی۔ سو اُنہوں نے ایک پُورا ہفتہ اپنی شور و غل والی نقلوں سے دھوم مچائے رکھی۔ کالج کا جانا بند رہا۔ آج بھائی گورو داس اور باغ بُوٹا مل بھی یہ تماشا دیکھ کر مُرالی والا کو رخصت ہوئے ہیں۔"

اِسی طرح ایک مرتبہ گوسوامی تیرتھ رام کو لگاتار بہت تنگدستی کے دن دیکھنے پڑے تھے چونکہ وہ بہت ہی شاہ خرچ تھے اور اُن کے گھر میں مہمانوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ گھر میں آنے والے تمام مہمانوں کو اور دوسرے لوگوں کی تواضع دُودھ سے کی جاتی تھی۔ سادھو سنتوں اور غریب طالب علموں کو بھی زر لُٹانے میں اُنہوں نے کمی

نہیں رکھی ہوئی تھی۔ لہٰذا مہینہ کے آخری دِنوں میں اُنھیں بہت تنگی کے دِن گزارنے پڑے تھے، مگر اسے بھی وہ پرماتما کا وردان (عنایت) سمجھ کر خوشی سے پھُولے نہیں سماتے تھے۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مندرجہ ذیل خط اپنے گوُرو بھگت دھنّا رام کو گوجرانوالہ لکھا تھا۔

"...... خط لکھنے میں دیر کی ایک وجہ ہے کہ کارڈ لفافہ پاس نہیں تھا اور کوئی پیسہ وغیرہ بھی پلّے نہ تھا۔ آج ایک کتاب میں سے تین ٹکٹ مِل گئے اور آپکا جواب طلب کارڈ بھی سامنے موجُود پایا۔ خط لکھا گیا ہے۔ یہی حال کھانے۔ پینے کے متعلق کی اشیاء (مثلاً آٹا گھی۔ وغیرہ) کے بارے میں رہتا ہے آج لیمپ میں تیل نہیں ہے، اسلئے آج رات بھر گھر نہیں ٹھہرینگے شہر کے اِرد گرد سیر کی جاوے گی۔ دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں۔ اُوپر کے حالات سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ ہائے ہائے رام بڑا تنگدست اور دُکھی رہتا ہے، ہرگز نہیں، اس بیرُونی تنگدستی اور غریبی ہی کی وجہ سے لاانتہا درجے کی امیری اور بادشاہی کر رہا ہے ...."

آہستہ آہستہ گوسوامی تیرتھ رام جو اپنے گورو بھگت دھنّا رام کو بڑے لمبے لمبے خط عموماً ایک دو دِن کے وقفہ پر لکھا کرتے تھے اب اُنھیں یہ سب کچھ بھی اکھڑنے لگا تھا جیس کی زندہ مثال مورخہ 22 نومبر ۱۸۹۸ء کا اُن کا مندرجہ ذیل خط ہے جسمیں صرف ایک ہی لائن اُنہوں نے لکھی تھی ۔

بِنیم پتیاں تب لکھوں جب تُم ہو بدیس ؛ تن میں من میں نَین میں واکو کیا سندیس؟

فروری ۱۸۹۹ء کو جب گوسوامی تیرتھ رام کے گھر لڑکا (گوسوامی برہمانند) پیدا ہُوا، تو اُس کے جنم لینے کی اطلاع بھی اپنے گُورو مہاراج کو بڑے نرالے ڈھنگ سے دی گئی تھی، "سمندر میں ایک اور ندی آن پڑی"۔

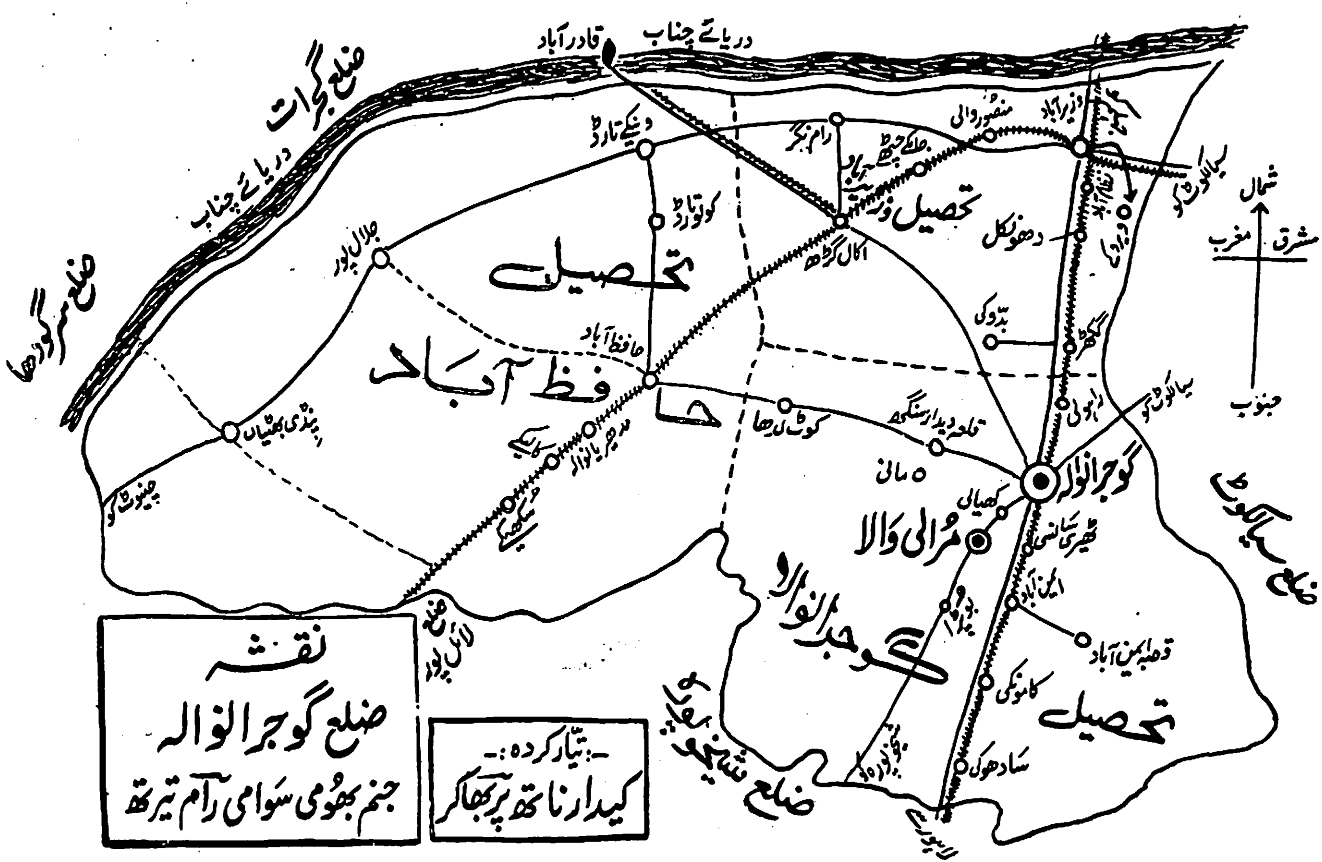
مشن کالج سے علیحدگی

سرُور ذات کے لُطف نے گوسوامی تیرتھ رام کے دِل میں ایکانت سیون (گوشہ تنہائی) کا شوق اسقدر بڑھا دیا تھا کہ اب اُنھیں سوائے ویدانت چرچا اور آتم چنتن کے کسی بھی کام کو کرنے

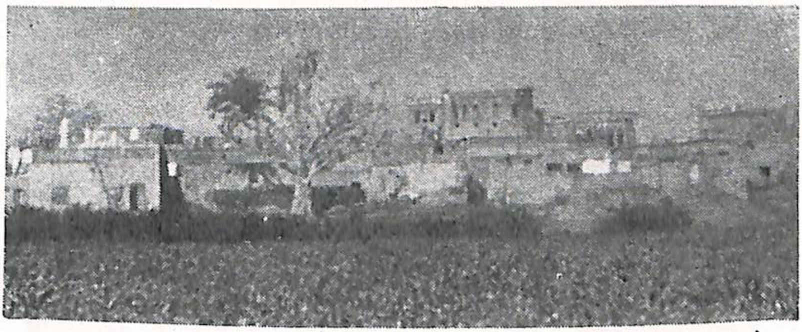
کے لئے اُن کا دِل نہیں چاہتا تھا۔ مشن کالج کی روزانہ چھ گھنٹے کی مُلازمت اب اُنھیں بہت بھاری معلوم دیتی تھی اور وہ اسے چھوڑنے کا ابھی اِرادہ ہی کر رہے تھے کہ اُنھیں اورنٹیل کالج لاہور میں بطور ریڈر (ریاضی) مُلازمت مِل گئی۔ اِس نئی جگہ پر اُنھیں صرف دو گھنٹے روزانہ کام کرنا پڑتا تھا اور باقی کا وقت اُنھیں آتم چنتن اور برہم چرچا میں گزارنے کا سُنہری موقعہ مِل گیا۔

شیخ محمدؐ اقبال سے دوستی

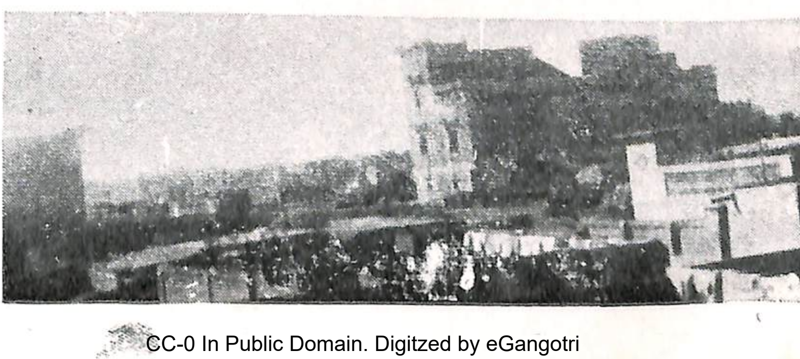
شیخ محمد اقبال (بعد ازاں سر ڈاکٹر اور علامہ اقبال) اُن دِنوں اورنٹیل کالج لاہور میں میکلوڈ عربک ریڈر تھے اور پروفیسر تیرتھ رام سے جونیئر تھے۔ شیخ محمد اقبال کے بزرگ سپرُو گوت کے کشمیری پنڈت تھے جو سیالکوٹ میں ایک عرصہ سے آباد تھے گوسوامی تیرتھ رام اور شیخ محمد اقبال کی جان پہچان تو کافی عرصہ سے تھی۔ لیکن جب گوسوامی تیرتھ رام اورنٹیل کالج میں بطور ریڈر مقرر ہو کر آئے تب سے یہ جان پہچان گہری دوستی میں تبدیل ہو گئی۔ ہر روز شام کو وقتِ مقررہ پر شیخ محمد اقبال اور گوسوامی تیرتھ رام باہم مِلا کرتے تھے اور دورانِ بات چیت شاعری کا استعمال کثرت سے کرتے تھے۔ شیخ محمد اقبال کو ہندو فلسفہ ویدانت کے متعلق جانکاری اِنھیں ایام کے دوران گوسوامی تیرتھ رام کی دوستی سے ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ (غالباً دسمبر 1898ء میں) گوسوامی تیرتھ رام بہت بیمار ہو گئے اُنھیں پیٹ کی جان لیوا درد کا بار بار دورہ اُٹھتا۔ تب شیخ محمد اقبال انھیں دیکھنے کے لئے اُن کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ اپنے دوست کی ایسی حالت دیکھ کر جب وہ بہت مایُوس ہوئے تو گوسوامی تیرتھ رام نے جو اُس حالت میں بھی کھِل کھِلا کر ہنس رہے تھے شیخ محمد اقبال سے کہا تھا۔ "اقبال رام تو ہنسنے ہنسانے کے لئے دُنیا میں آیا ہے یہ رونا دھونا تو اِس جسم کو بانٹے (حصّے) میں مِلا ہے۔" شیخ محمد اقبال کے دِل پر اِس بات کی بہت گہری چھاپ لگی تھی او۔ اُنہوں نے پہلی مرتبہ گوسوامی تیرتھ رام کے عملی ویدانت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اِن دِنوں کی دوستی کی تائید شیخ محمد اقبال کے صاحبزادے جناب جسٹس جاوید اقبال (ہائیکورٹ لاہور۔ پاکستان) کے مندرجہ ذیل خط سے بھی


نقشہ
ضلع گوجرانوالہ
جنم بھومی سوامی رام تیرتھ
تیار کردہ:-
کیدار ناتھ پربھاکر
ضلع گجرات
دریائے چناب
قادر آباد
ضلع سرگودھا
جلال پور
پنڈی بھٹیاں
چنیوٹ کو
ضلع لائل پور
تحصیل حافظ آباد
حافظ آباد
تحصیل وزیر آباد
اکال گڑھ
رام نگر
منصور والی
وزیر آباد
سیالکوٹ کو
دھونکل
گکھڑ
گوجرانوالہ
مرالی والا
تحصیل گوجرانوالہ
کھیالی
ایمن آباد
کامونکی
سادھوکی
ضلع سیالکوٹ
ضلع شیخوپورہ
شمال
جنوب
مشرق
مغرب

پربھو درشن سے تمنّا ہے جنھیں اب لو لگانے کی
وہ سوامی رام تیرتھ کے جنم استھان پر پہنچے
مُرالی والہ کی رنگیں فضا میں رام رہتا ہے
چلے آؤ چلے آؤ فدائے رام رہتا ہے
— مرحوم پنڈت وِلستہ پرشاد فدا (بلبلِ ہند)

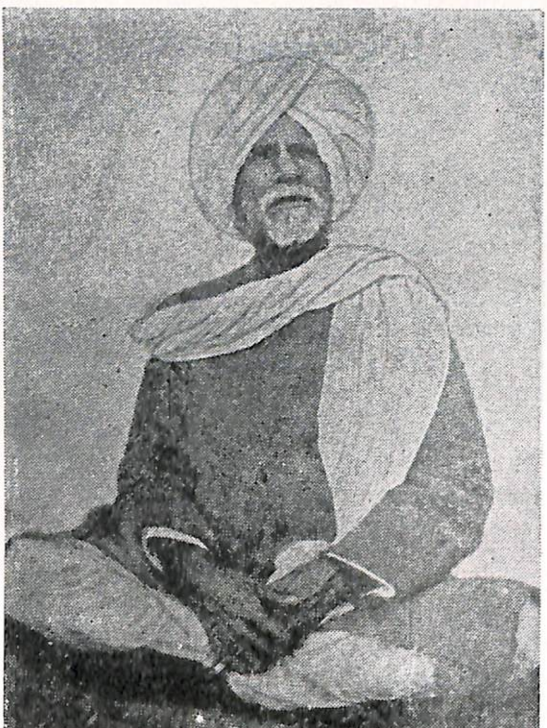


سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش
مُرالی والہ (ضلع گوجرانوالہ پنجاب) پاکستان کا منظر





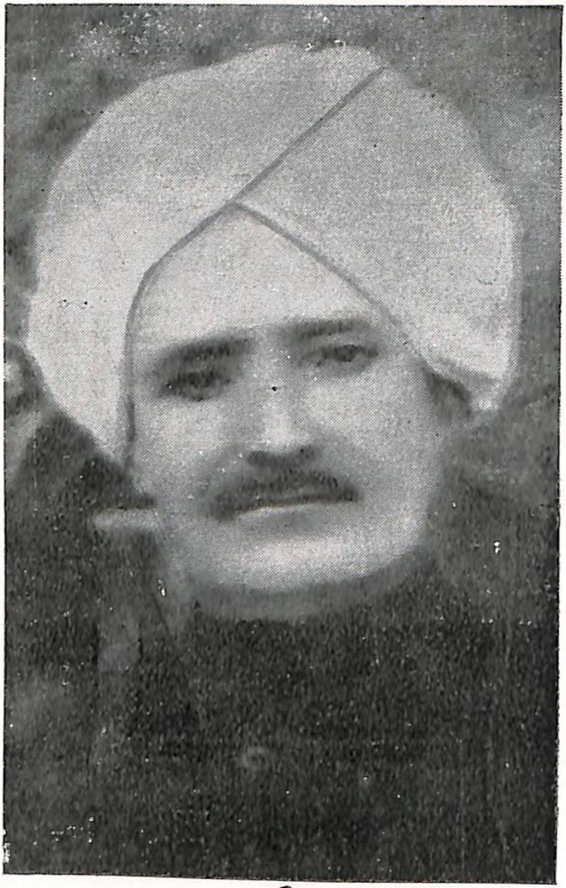
سوامی رام تیرتھ کے مُرشد اوّلین مہاتما رُلدو رام نندہ



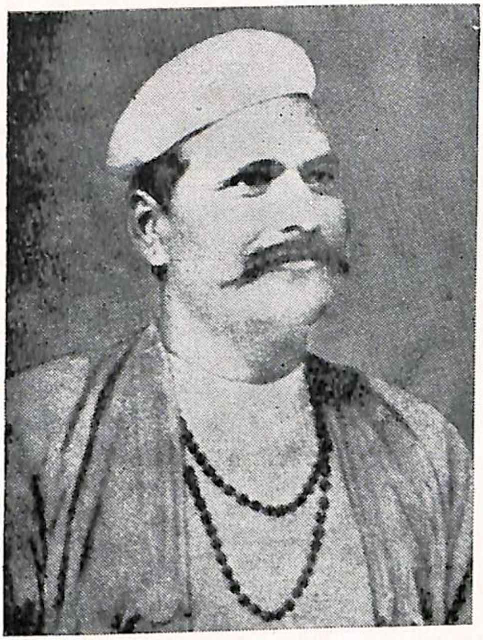
سوامی رام تیرتھ کے گورو بھگت دھنّا رام ٹھٹیار (رب جی)



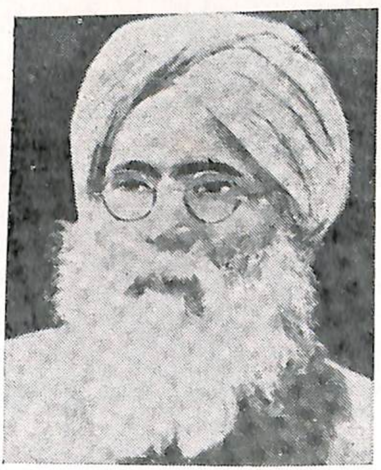
پروفیسر تیرتھ رام گوسوامی ایم۔ اے
(سنیاس لینے سے پیشتر سوامی رام تیرتھ)



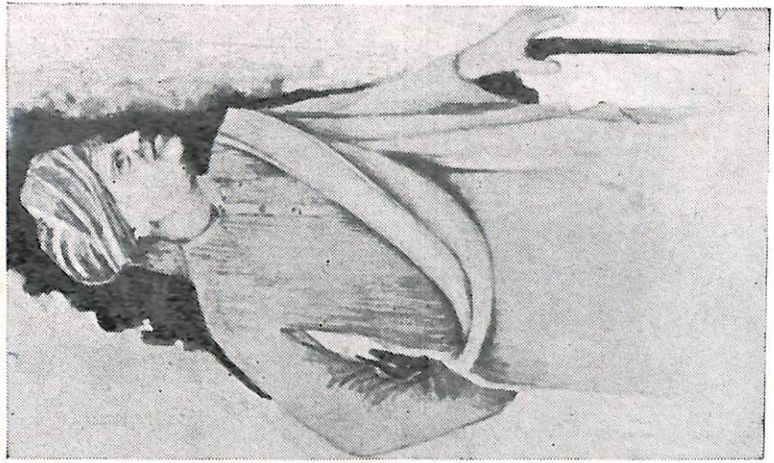
سوامی رام تیرتھ کے برادر زادہ
گوسوامی برج لال (ریٹائرڈ تحصیلدار ریاست جموں و کشمیر)



سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر سناتن دھرم کے مہان نیتا "ویا کھیان واچسپتی"
پنڈت دین دیالو شرما



سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر آریہ سماج کے مہان نیتا مہاتما ہنسراج



سوامی رام تیرتھ کے گرویدہ
سادھارن دھرم تحریک کے کارکن اعلیٰ
سوامی شیوگن آچاریہ (متھرا)



سوامی رام تیرتھ کے دوست پنڈت رام دھن
(ریاست جموں وکشمیر کے صوبہ جموں کے سابق گورنر)



سوامی رام تیرتھ کے شِشیہ سوامی گوبند آنند



سوامی رام تیرتھ کے شِشیہ سوامی نارائن تیرتھ (نارائن سوامی)



سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ

پنڈت مدن موہن مالویہ



سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ

سوامی وِویکانند

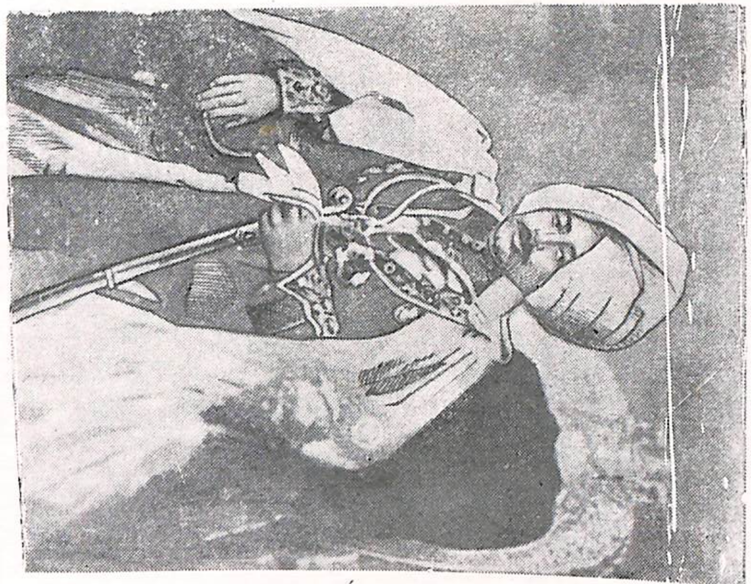


سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ

تھیوسوفیکل سوسائٹی کی کارکن

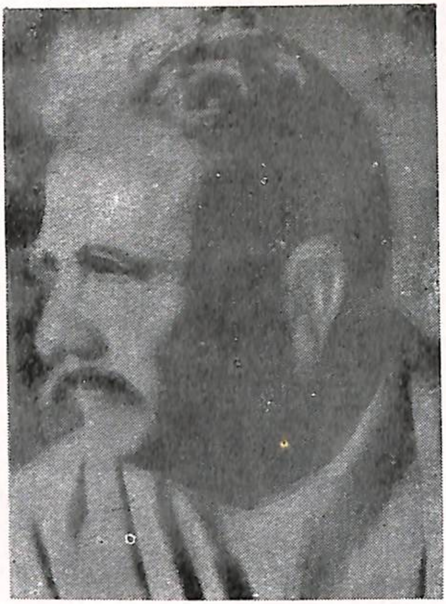
مسز اینی بیسنٹ

سوامی رام تیرتھ کے بھگت
ریاست جموں وکشمیر کے سابق مہاراجہ شری پرتاپ سنگھ

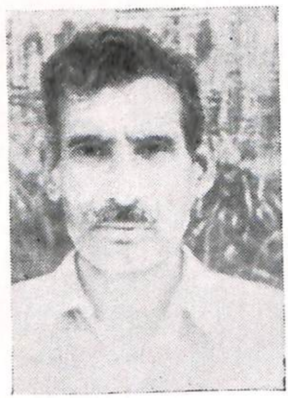


سوامی رام تیرتھ کے بھگت
ریاست ٹیہری (گڑھوال) کے سابق مہاراجہ شری کیرتی شاہ





سوامی رام تیرتھ کے دوست
شیخ (ڈاکٹر) محمد اقبال (علامہ اقبال) ۔ لاہور



پاکستان میں سوامی رام تیرتھ کے شیدائی
شری ایم ۔ اللہ دتا بسرا
کتب فروش
مرالی والہ (گوجرانوالہ)



سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر
مولوی محمد حسین خاں آزاد (لیہ)



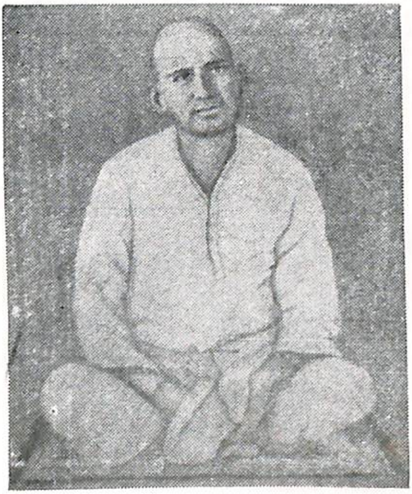
سوامی رام تیرتھ (ہمالیہ میں تپ کرنے کے بعد پہلا فوٹو)



سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر لالہ تیج ناتھ ریٹائرڈ جج (آگرہ)



سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر
پنڈت گوپی ناتھ گڑٹو
جرنلسٹ و لیکچرار (لاہور)



سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر
شری بابا رام ناتھ
سابق مینجر کالی کملی والا انّ کھیتر (رشی کیش)



سوامی رام تیرتھ کے شیدائی (مہاتما شانتی پرکاش کے فرزند) شری اجودھیا ناتھ
(آنریری سکریٹری رام تیرتھ پرتشٹھان لکھنؤ)



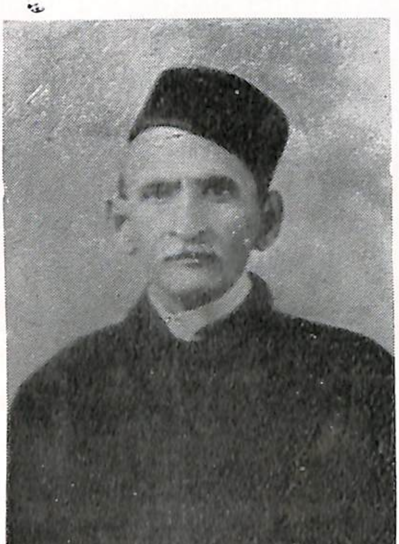
سوامی رام تیرتھ کے پرم بھگت بابو سرجن لال پانڈے (مہاتما شانتی پرکاش
(سابق آنریری سکریٹری رام تیرتھ پرتشٹھان لکھنؤ)



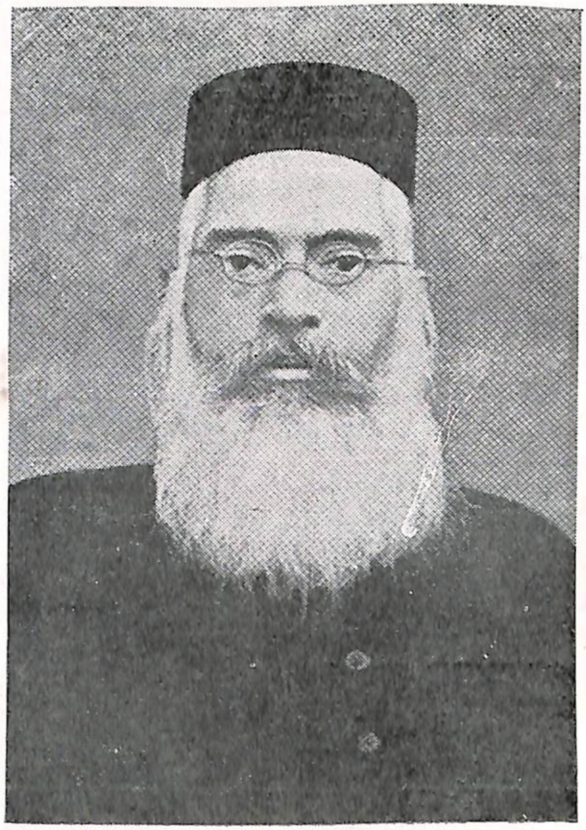
سوامی رام تیرتھ کے زمانہ طالب علمی میں امداد گار
لالہ جھنڈو مل بھاٹیہ (حلوائی) لاہور



سوامی رام تیرتھ کے معتقد
بابو جیوتی سروپ پلیڈر
(پردھان آریہ سماج ڈیرہ دون)



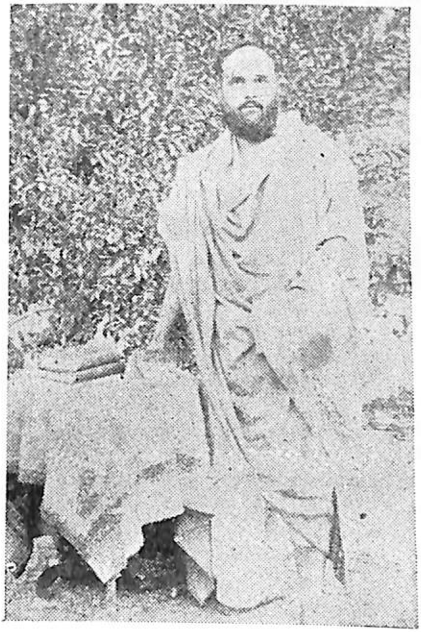
سوامی رام تیرتھ کے بھگت
آنریبل لالہ نہال چند (مظفر نگر)



سوامی رام تیرتھ کے بھگت آنریبل بابو گنگا پرشاد ورما (لکھنؤ)



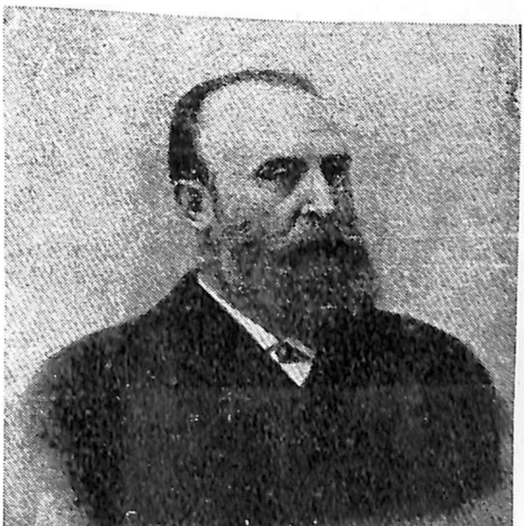
سوامی رام تیرتھ (ممالک غیر میں بطور فلاسفر و جرنلسٹ)



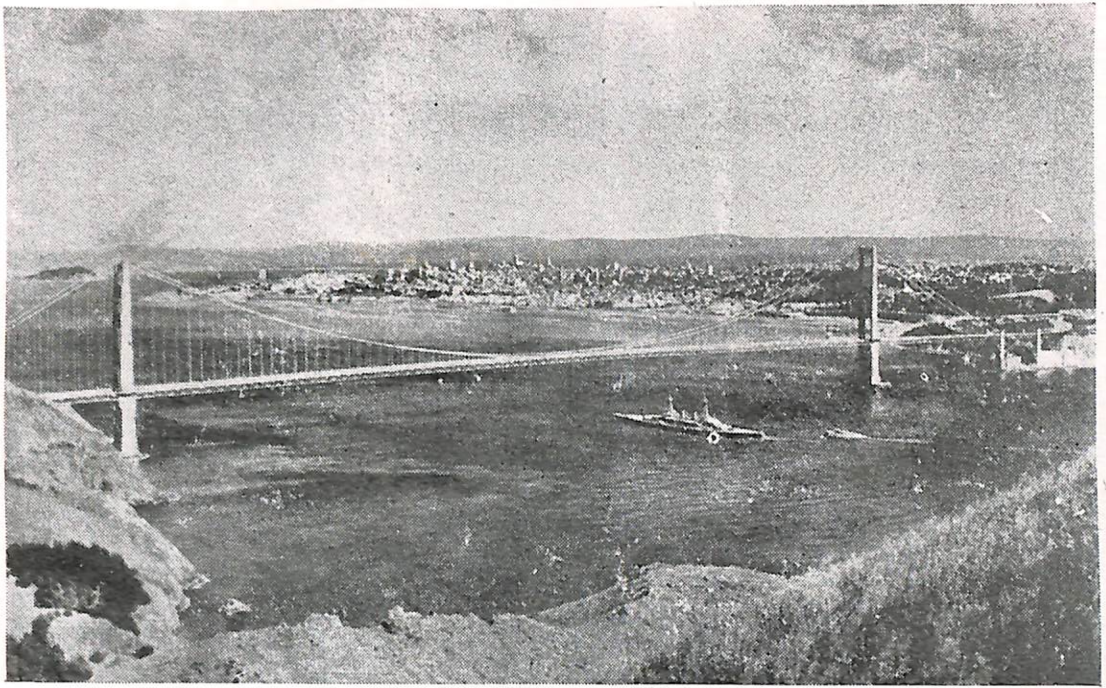


سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر
لالہ ہردیال ایم۔اے

سوامی رام تیرتھ کے شِشیہ سردار پُورن سنگھ (پُورن)



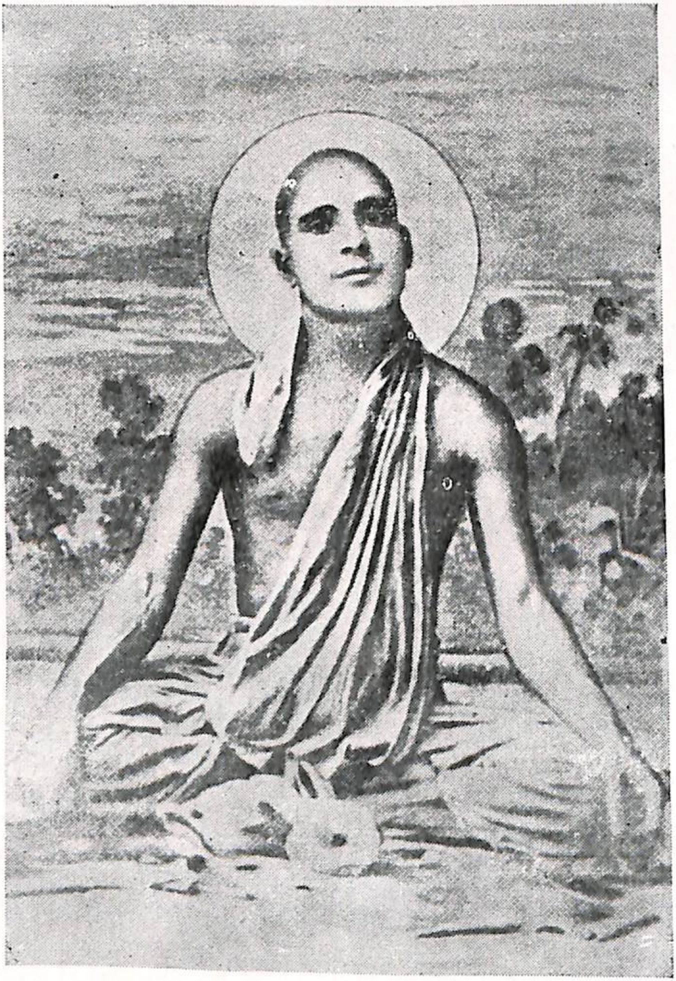
امریکہ میں سوامی رام تیرتھ کے میزبان۔
ڈاکٹر البرٹ ہیلر (سنفرانسسکو)



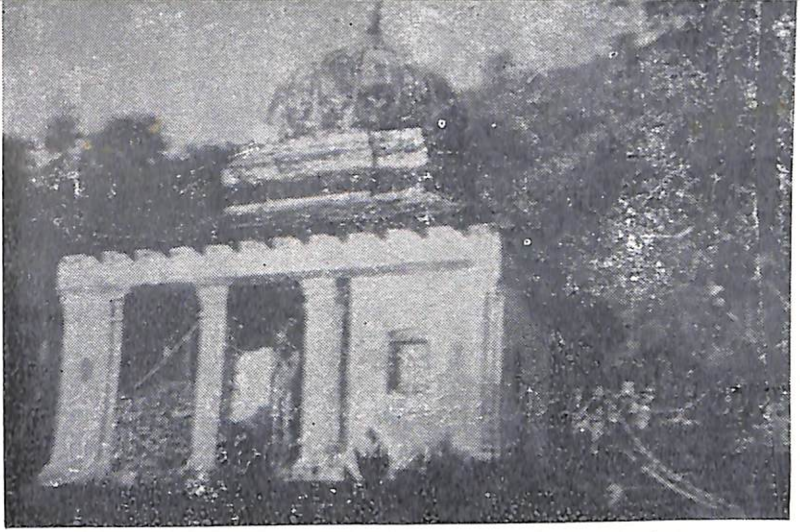
سنفرانسسکو (امریکہ) جہاں سوامی رام تیرتھ نے (گولڈن گیٹ ہال میں) لگاتار کئی مہینوں تک لیکچر دیئے۔



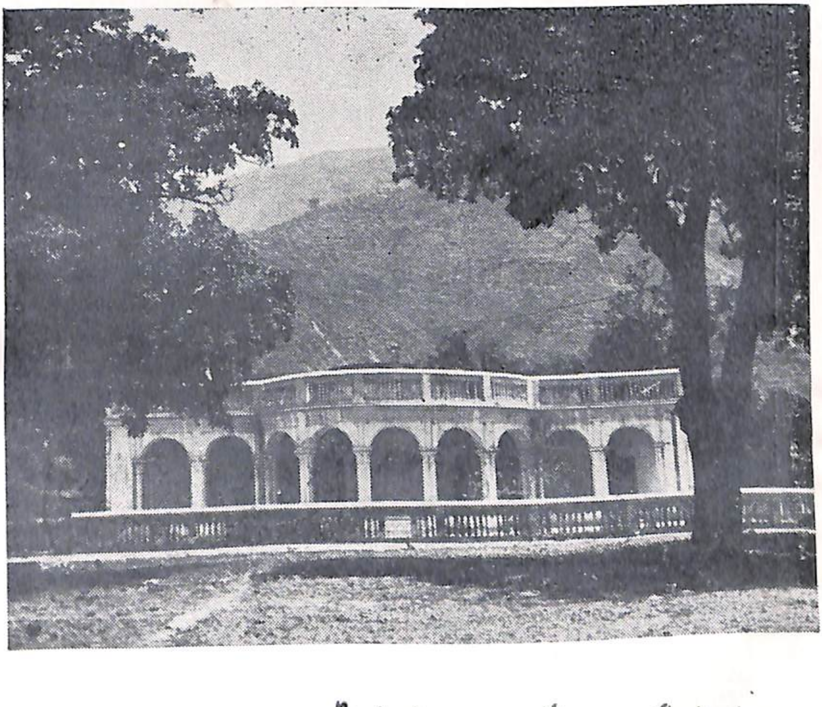
قاہرہ (مصر) کی جامع مسجد جہاں سوامی رام تیرتھ نے بزبان فارسی لگاتار دو گھنٹہ تک تقریر فرمائی



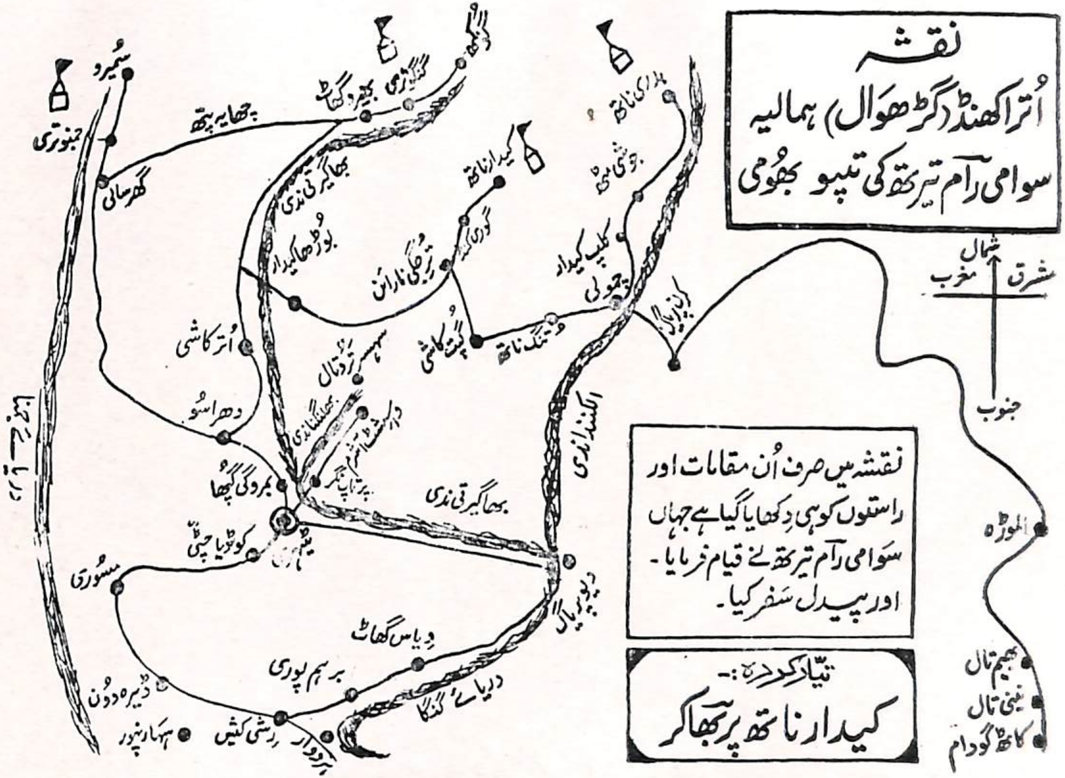
یُگ سَنت سوَامی رَآم تیرتھ
(سَنیاس لینے کے بعد پرَوفیسَر تیرتھ رَآم گوسوامی ایم۔اے)



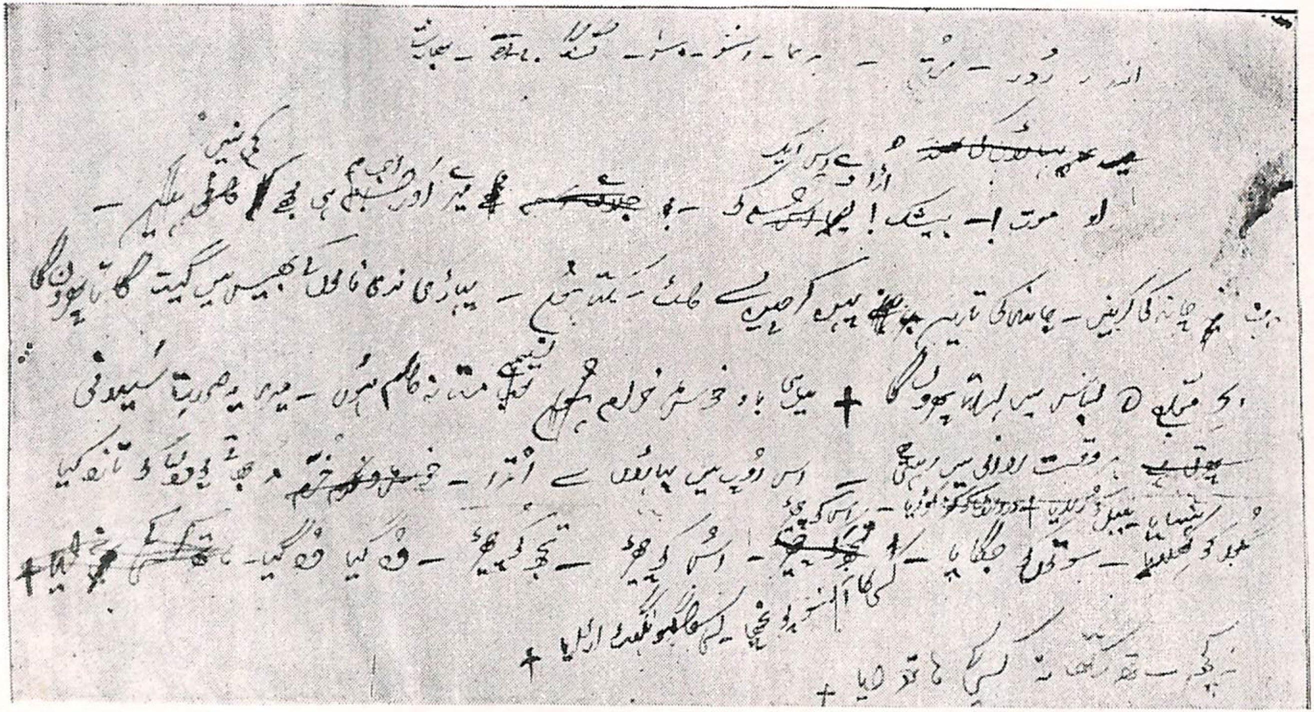
ٹیہری (گڑھوال) میں واقعہ مُرلی دھر کی کُٹیا جہاں تارک الدُنیا ہونے کے بعد
(جولائی سنہ ۱۹۰۰ء) میں سوامی رام تیرتھ مع بیوی. بچّوں و سشیوں کے لاہور سے آکر ٹھہرے تھے۔



سملاسُو ٹیہری (گڑھوال) کا گیسٹ ہاؤس (گول کوٹھی) جہاں سوامی رام تیرتھ نے
اپنی زندگی کے آخری ایام میں قیام فرمایا تھا اور موت کے نام آخری فرمان قلمبند کیا



نقشہ
اُتراکھنڈ (گڑھوال) ہمالیہ
سوامی رآم تیرتھ کی تپو بھومی
نقشہ میں صرف اُن مقامات اور
راستوں کو ہی دِکھایا گیا ہے جہاں
سوامی رآم تیرتھ نے قیام فرمایا۔
اور پیدل سفر کیا۔
تیّار کردہ:۔
کیدار ناتھ پربھاکر
شمال
جنوب
مشرق
مغرب
سُمیرو
جمنوتری
گھرسالی
چھایہ پتھ
گنگوتری
بھیروگھاٹ
بھاگیرتی ندی
بوڑھا کیدار
کیدار ناتھ
گوری کنڈ
ترجگی نارائن
بدری ناتھ
جوشی مٹھ
کلپ کیدار
چمولی
کرن پریاگ
اُتر کاشی
سہسرتر تال
ونگ ناتھ
گپت کاشی
الکنندا ندی
دھراسُو
بھلنگنا ندی
پرتاپ نگر
بھاگیرتی ندی
ٹہری
کوٹیا چیٹی
مسُوری
دیو پریاگ
دیاس گھاٹ
برہم پوری
دریائے گنگا
ڈیرہ دون
سہارنپور
رشی کیش
ہردوار
المورہ
بھیم تال
نینی تال
کاٹھ گودام



سوامی رام تیرتھ کے دستِ مبارک سے مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو لکھے گئے آخری مضمون کے آخری پیراگراف (موت کے نام آخری فرمان) کی اصل کاپی

ہوتی ہے جو اُنہوں نے راقم الحروف کو مورخہ 5 ر فروری ۱۹۷۶ء کو لکھا تھا۔

"......... واقعی سوامی جی علاّمہ اقبالؔ کے گہرے دوست تھے۔ علاّمہ اقبالؔ نے سوامی جی کی رہبری میں سنسکرت کا مطالعہ کیا اور فلسفہ ویدانت میں سُوجھ بُوجھ حاصل کی۔ علاّمہ اقبالؔ اُنھیں بڑی محبّت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے سوامی جی کا صُوفیوں میں بڑا مرتبہ ہے اور مُسلمان بھی اُن کی روحانیت کے قائل تھے گو پاکستان میں اُن کے بارے میں معلُومات زیادہ نہیں ہیں۔........"

ایسے ہی جب گوسوامی تیرتھ رام نے جب گھر بار چھوڑنے کے ارادے سے جولائی ۱۹۰۰ء میں اورنٹیل کالج کی ریڈری سے بھی استعفےٰ پیش کر دیا تب پنجاب یونیورسٹی کے سینٹ کے ممبران کی ایک خاص میٹنگ بُلائی گئی تھی جسمیں انگریز ممبروں کے علاوہ شیخ محمد اقبالؔ بھی اُسمیں شامل ہوئے تھے۔ گوسوامی تیرتھ رام کے استعفےٰ کو پڑھ کر جسمیں یہ لکھا ہوا تھا کہ ـــ رامؔ اب کسی کی نوکری نہیں کر سکتا۔ ایک انگریز ممبر نے یہ ریمارک کسا تھا کہ ـــ گوسوامی تیرتھ رام پاگل ہو گیا ہے۔ اس پر شیخ محمد اقبالؔ ہی ایک ایسے شخص تھے جنھوں نے اُس ناسمجھ انگریز کو وہیں تُرکی بہ تُرکی یہ جواب دیکر شرمندہ کر دیا تھا کہ ـــ اگر تیرتھ رام پاگل ہو گیا ہے تو پھر سمجھداری نام کی دُنیا میں کوئی شے باقی نہیں رہ جاتی ـ شیخ محمد اقبالؔ کے اِس جواب کو سُنکر گوسوامی تیرتھ رام کا استعفےٰ فوراً منظور کر لیا گیا تھا شیخ محمد اقبال نے اپنے جگری دوست گوسوامی تیرتھ رام کی 33 سال کی چھوٹی سی عمر میں وفات ہو جانے پر اپنے خیالات کا اظہار ایک اُردو نظم میں ـــ وفات رام تیرتھ ـــ کے عنوان سے کیا تھا جو اُن کے کلام "بانگ درا" میں موجود ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اُنکی نظم وفات رام تیرتھ بزبان اُردو فلاسفی کا لاجواب خزانہ ہے۔ گوسوامی تیرتھ رام کے بڑے صاحبزادے گوسوامی مدن موہن جب انگلینڈ سے مائننگ انجینئرنگ پاس کر کے لگ بھگ ۱۹۱۰ء میں ہندوستان واپس آئے تو اُن کی مُلاقات جب شیخ محمد اقبال (تب ڈاکٹر محمد اقبال) ہوئی۔ اُنہوں نے مزاحیہ لہجہ میں گوسوامی مدن موہن سے کہا ـــ "واہ یہ بھی خوب رہی باپ (یعنی سوامی رام تیرتھ) نے تو زندگی بھر آکاش (عرش) کی کھوج میں (خدا کی تلاش میں) گزاری اور بیٹے نے اب زمین کی

کھوج (کامل کی کھدان کرنے) کرنے کا کام سنبھالا ہے۔

امرناتھ (کشمیر) کی یاترا

گوسوامی تیرتھ رام سنہ 1899ء کی گرمیوں کی چھٹیوں میں یعنی ماہ اگست میں کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ وہ لاہور سے براستہ راولپنڈی (لاہور سے راولپنڈی تک بذریعہ ریل گاڑی اور راولپنڈی سے سرینگر تک براستہ کوہ مری و بارامولہ بذریعہ لاری) سرینگر گئے تھے۔ سرینگر میں اُنہوں نے لالہ فتح چند (سیکنڈ کلرک دفتر ریذیڈنسی) کے مکان پر کچھ دن قیام فرمایا تھا اور پھر چند دنوں کے لئے لالہ منگومل (پوسٹ ماسٹر سری نگر) کے مکان پر بھی ٹھہرے تھے۔ یہ دونوں صاحبان ویدانتی تھے اور اُن کے معتقد تھے۔ سرینگر میں انھیں لوگوں نے گوسوامی تیرتھ رام کی زیر صدارت کئی ایک ویدانت کی مجلسیں بھی منعقد کروائی تھیں جن میں ہندو مُسلمان لوگ یکساں تعداد میں شامل ہوئے تھے۔ چونکہ اُنھیں ایام میں شری امرناتھ کی یاترا کے لئے سری نگر سے "چھڑی مبارک" کا جلوس چلنا تھا لہذا گوسوامی رام تیرتھ بھی اسی میں شامل ہو گئے۔ اور وہاں سے لگ بھگ ۹۰ میل کی دُوری پر سطح سمندر سے ساڑھے بارہ ہزار فٹ کی اونچائی پر واقعہ امر گپھا میں برف کے بنے ہوئے قدرتی شولنگ (بھگوان امرناتھ) کے درشن کرنے پیدل چل دیئے۔ اُسوقت اُنہوں نے یہ تمام سفر (جبکہ پہلگام سے امر گپھا تک (لگ بھگ تیس میل کا سفر) برف کے ڈھکے ہوئے اونچے اونچے پہاڑوں پر چل کر طے کرنا پڑتا ہے) ننگے پاؤں اور جسم پر صرف ایک دھوتی (سُوتی) لپیٹ کر (جو آدھی اُن کی کمر کے نیچے تھی۔ اور آدھی اوپر تھی) طے کیا تھا جو کہ اُن کی آتمک شکتی (یعنی جسم و جان دونوں الگ الگ ہیں اس فلسفہ کو عملی جامہ پہنا کر) کا زندہ جاگتا ثبوت ہیں۔ اُنہوں نے مورخہ ۲۱ اگست سنہ 1899ء کو بھگوان امرناتھ کے درشن بروز پورنماشی (رکھشا بندھن) کئے تھے اور وہیں بیٹھ کر جو نظم لکھی تھی اسکی چند سطریں اس طرح ہیں۔

چڑھائی مُصیبت۔ اُترنا یہ مُشکل | پھسلنی برف۔ بس یہ آفت یہ بادل
قیامت یہ سردی کہ بچنا ہے باطل | یہ بُو بُوٹیوں کی کہ گھبرا گیا دِل

یہ دِل لینا جان لینا کس کی ادا ہے؟
مری جاں کی جاں جس پہ شوجی فِدا ہے

عجب لُطف ہے کوہ پر چاندنی کا
یہ نیچر نے اوڑھا ہے جالی ڈوپٹا
دِکھاتا ہے آدھا، چھُپاتا ہے آدھا
ڈوپٹے نے جوبن کیا ہے دوبالا
نشے میں جوانی کے معشوق نیچر
ہے لیٹی ہوئی رامؔ سے مست ہو کر
برف جس میں سُستی جڑتا ہے لاشے
امرلنگ اُستادہ چیتن کی جا ہے
ملے یار۔ ہو وصل سب فاصلہ طے
یہی رُوپ دائم امرناتھ کا ہے
وہ آئے اُپاسک تعین مِٹا سب
رہا رامؔ ہی رامؔ میں تو مِٹا سب

کشمیر میں وہ بہت سے مقامات کی پیدل گھومتے ہوئے سیر کرتے رہے اور اُنھیں یہاں پر بھی چاروں طرف اپنی ہی ذات یعنی برہم ہی برہم نظر آیا ؎

جدھر دیکھتا ہوُں جہاں دیکھتا ہوُں
مَیں اپنی ہی تاب اور شان دیکھتا ہوُں

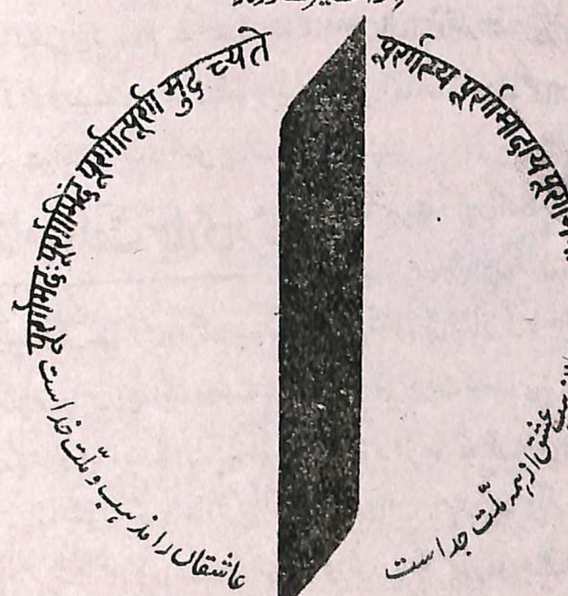
گوسوامی تیرتھ رام نے کشمیر کی یاترا کا مفصل حال اپنی قلم سے "سیرِ کشمیر" کے نام سے لکھا تھا جسے راقم الحروف نے مورخہ 2 اکتوبر 1982ء کو بزبان اُردو خود کی لکھی ہوئی رام تیرتھ کیندر سہارنپور سے ایک کتاب کی شکل میں شائع کروایا ہے۔

ماہنامہ "الف" جاری کرنا

کشمیر کی سَیر سے واپس آنے پر گوسوامی تیرتھ رام کا لالہ نرائن داس (بعد میں شری نارائن سوامی) سے پریم ہو گیا جو اُن کے آخری دم تک ایک گوُرو اور چیلا کی شکل میں چٹان کی طرح قائم رہا۔ انھیں ایام میں لالہ نرائن داس اپنے ایک دوست بابو ہیرا لال کی معرفت گوسوامی تیرتھ رام کی خدمت میں بوجہ آریہ سماجی خیالات کے اپنے کچھ شکوک دُور کرنے حاضر ہوئے تھے۔ لیکن ان دونوں کی باہمی مُلاقات نے ایسا جادوُ کا سا اثر کیا کہ لالہ نرائن داس تمام عمر کیلئے رامؔ کے ہی ہو گئے۔ لگ بھگ نومبر یا دسمبر 1898ء کا واقعہ ہے کہ گوسوامی تیرتھ رام کو بخار اور پیٹ کے درد نے گھیر لیا تھا بعض وقت اُنھیں ایسا پیٹ درد ہوتا تھا کہ وہ بیتاب ہو کر بیہوش ہو جاتے تھے اُن کی جِسمانی

حالت بہت ہی خراب ہو چکی تھی جبکہ اندرونی (مانسک) دشا میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ لالہ نرائن داس نے اِن ایام میں اُن کی دِن رات دِل و جان سے سیوا کی تھی جب آہستہ آہستہ گوسوامی تیرتھ رام کو صحت یابی ہونی شروع ہوئی تو اُنہوں نے ایک دِن لالہ نرائن داس کو یہ الفاظ کہے کہ "دیکھو نارائن! بھارت ورش کے نصیب شاید جاگنے والے ہیں جو رام کے جسم کو پھر صحت نے مُنہ دِکھایا ہے۔ دماغ میں بے شمار مضامین و خیالات بھرے پڑے ہیں کیا معلوم صحت اس لئے ملی ہے کہ یہ خیالات و مضامین قلمبند ہو جائیں۔ اگر یہ خیالات قلم بند ہو کر پبلک تک نہ پہنچے تو ممکن ہے کہ جسم پھر بستر پر لیٹ جائے۔ اور بھارت ورش کے لوگوں کی سیوا کئے بغیر رحلت جاودانی کر جائے۔ اِسلئے بہتر یہ ہے کوئی ایسا انتظام کیا جائے جس سے یہ تمام خیالات قلمبند ہو کر لوگوں تک پہنچ جائیں"۔ گوسوامی تیرتھ رام کی ایسی قلبی آواز سُنکر لالہ نرائن داس لالہ ہرلال (ناظر ضلع لاہور) سے فوری مشورہ کرکے بزبان اُردو ایک ماہنامہ جنوری ۱۹۰۰ء سے شائع کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ رسالہ کا نام گوسوامی تیرتھ رام نے الف ALIF

اِکو الف تیرے درکار



دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء

یعنی ا کیونکہ وہ خود کہا کرتے تھے۔ ؎

اِکائی ذات میں میری ہزاروں رنگ ہیں پیدا
مزے کرتا ہوں میں کیا کیا آہا ہا ہا! آہا ہا ہا!

یعنی کروڑ میں پوری کروڑ اکائیاں شامل ہوتی ہیں۔ اور لاکھ کئی ہزار اکائیوں سے مرکب ہوتا ہے لیکن اِکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار اور سو کا نظارہ دِکھلانے والا تو اکیلا ا۔ یعنی واحد ایک ہی ہے اِسی لئے اُنھوں نے ویدانت (تصوّف) کے جام کو پلانے والے اس رسالہ کا نام۔ الف۔ ہی رکھا۔ اس کا سالانہ چندہ بھی ایک ہی رُوپیہ تھا اس کے سرورق پر بھی الف یعنی ایک ہی کا حروف چھپا ہوتا تھا۔ گوسوامی تیرتھ رام نے الف۔ کو اپنی مرضی کے مطابق شائع کرنے کی غرض سے ایک نیا چھاپہ خانہ (سُوتر منڈی۔ لاہور) کھولا تھا جس کا نام بھی بعد ازاں آنند پریس مقرر کیا گیا تھا کیونکہ "الف" میں شائع شدہ پہلا مضمون جس کا عنوان "آنند" تھا اِسقدر مقبول ہوا تھا کہ اُسے دوبارہ۔ سہ بارہ شائع کرنے پر بھی اُس کی مانگ پوری نہیں کی جا سکی تھی اِسی وجہ سے مذکورہ بالا چھاپہ آنند پریس کے نام سے ہی موسوم ہو گیا۔ "الف" میں شائع شدہ تمام مضامین گوسوامی تیرتھ رام کی خود کی قلم سے نکلے ہوئے تھے۔ "الف" میں شائع شدہ سب سے پہلے مضمون 'آنند' کا پہلا پیراگراف مندرجہ ذیل تھا۔

"او اِس مضمون سے آنکھ لڑانے والے پیارے! ذرا اُس دِن کو یاد کر جبکہ تیرا آنند ماتا کے آنچل تلے ڈھکا تھا۔ ماں کی آستین سے بندھا تھا۔ حُوریں بُلاتی ہیں۔ اپسرا گود میں لیا چاہتی ہیں مگر تم ہو اور ماں کا دوپٹہ۔ آپ چُھپتے ہو۔ مکھڑا چھپاتے ہو۔ راجہ صاحب بُلاتے ہیں۔ مجسٹریٹ یاد فرماتے ہیں۔ تمہاری بلا سے۔ تم تکتے تک نہیں۔ بلکہ پری رُخساروں اور ذی وقاروں پر سچ مچ پیشاب کرنا آپ کا ہی کام تھا۔ ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ ڈی کی تمہارے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں۔ قیمتی کتابیں تمہارے خیال میں صرف پھاڑ دینے کو بنائی گئی تھیں۔"

الف کے دوسرے نمبر میں شائع شُدہ مضمون۔ زندہ جاوید۔ کے شروع میں گوسوامی تیرتھ رام نے کائنات کا جو نقشہ کھینچا تھا وہ حسب ذیل ہے۔

"اے پرکرتی (کائنات)! اپنے پُرش (خاوند) کے درشن کر لے۔ اے جواہرات انجم!

تم اس آفتابِ عالمتاب پر نثار ہو جاؤ۔ تاریکی بھاگ! اور غنچہ ہائے چمنِ امید! آنکھیں کھولو جانِ جہاں کا جلوہ دیکھو! بسترِ جہالت پر انگڑائیاں لینے والو! تمہارے نیترِ کنول (کنول کے پھول جیسے چشم) کیوں نہیں کھلتے؟ اپنی ہی آنکھوں کے نور کو باہر دیکھ لو۔ عالمِ خواب میں خیالات کے اڑھائی (ڈھائی) چاول کہاں تک پکاؤ گے؟ رات تو ہو چکی۔ طائرانِ باغِ دنیا! آنند بھرے سوہلے گائے جاؤ۔ دولہا (سورج روپ گیان وان) کا جلوس آ رہا ہے۔ اے زمین و آسمان! دولہا کی خاطر گلال (شفق) اُبٹنا تیار کرو۔ بادِ بہاری! رنگ رلیاں منائے جاؤ! بارانِ رحمت! سڑک پر پانی چھڑک۔ عروسانِ (درخت) سبز پوش! بن ٹھن اپنے کانوں میں موتی سجا، نکھر کر (انتظار میں) صف آرا ہو جاؤ۔ !JOY !JOY !!JOY !!JOY اسی طرح اُن کی قلم سے نکلے ہوئے ایک دوسرے مضمون۔ وحدت میں اُن کے لکھنے کا کمال دیکھئے:۔

" او دلربائے وحدت کی موج! پیارے (HUMAN FACE DIVINE) (انسان صورت فرشتے) اہلِ نشاط کے قہقہے میں، بلبل کے چہچہے میں، رستم کے نعرہ کا زرار میں، مظلوم کے نالۂ دلفگار میں، غنچوں کی چٹک میں، غنچہ لبوں کی مٹک میں تیری ہی کھٹک ہے کیا بازار۔ اور کیا گلزار۔ کیا کچکول گدائی۔ اور کیا تاجِ شاہی تیرے دربار میں بار پانے کو ترستے ہیں۔ گلرخوں کی آواز اور بلبلوں کے نغمے تیری تصدیق کے بھوکے اور پیاسے ہیں نافۂ ختن (کستوری) کو خوشبو اور پیاز کو بدبو کا سرٹیفکیٹ تیرا ہی دیا ہوا ہے۔"

"صلح کہ جنگ گنگا ترنگ" کے عنوان سے جو ایک لمبا مضمون گوسوامی تیرتھ رام نے مقام ٹہری (ہمالیہ) میں گنگا کے کنارے بیٹھ کر بحالت بان پرستھی (رام بادشاہ) اور بحالت سنیاسی (سوامی رام تیرتھ) لکھا تھا۔ اُس کی بھی ایک جھلک ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

" دُنیا میں ہر ملک اپنی ایک خاص ڈیوٹی (فرض) کو لئے ہوئے ہے۔ ہند کو برہمن پن (PRIESTS OF NATURE) کی ڈیوٹی ملی ہوئی ہے۔ کسی کو ہوس نے پریشان کیا ہے۔ کسی کو نفس نے حیران کیا ہے۔ ہندو تو وہی ہے۔ جو صرف رام (برہم۔ خدا) پر جان باختہ ہے ....

یورپ والوں کو پہاڑوں کے طبقے اور پہاڑوں کی بناوٹ جانچنے دو۔ اہلِ ہند تو شو شنکر اور شکتی ہی دیکھیں گے۔ کوئی دریاؤں کا طول عرض اور دہانہ پڑا ڈھونڈے۔ اہلِ ہند

تو دریا کی رُوح و جان (گنگا) ہی سے باتیں کریں گے۔ کسی کے لئے ہوا (وایو) اور اگنی (آگ) عنصر (تتو) ہوں۔ کسی کے لئے مُرکب ہی۔ ہندوؤں کو تو پرم دیو (پرماتما) ہی سوجھتا ہے جس کا جی چاہے پھولوں کو کاٹ کاٹ کر بکھریاں پرا گئے [illegible] جس کا جی چاہے انسے عورت کی سیج سجائے ہندو تو انھیں پوجا کی خاطر عزیز رکھتے ہیں۔ اُن کو تو پیپل۔ تلسی۔ گائے۔ اور سانپ میں بھی دیوتا ہی درشن دیتا ہے۔ مچھلی اور کچھوا بھی اوتار (پرمیشور) ہیں۔ کُشا (جنگل کی گھاس) اور بھوج پتر (درخت کی چھال) بھی پوتر (پاک) ہے۔ کون چیز ہے جو آنند کند (الیشور) کی جلوہ گاہ (مظہر) نہیں۔ سچا ہندو تو نارائن (خدا) ہی میں رہتا سہتا اور بود و باش کرتا ہے۔ بیّت دان یورپ! آپ کو ستاروں کا زمین نظر آنا مُبارک ہو۔ اہلِ ہند تو وہاں نُورُ اعلیٰ نُور کو دیکھیں گے۔"

الف میں گوسوامی تیرتھ رام چھوٹی چھوٹی سبق آموز کہانیاں بھی لکھ کر شائع کرتے تھے جن کا لوگوں کے دِل و دماغ پر بہت گہرا اثر پڑتا تھا۔ ذیل میں ان کی لکھی ہوئی ایک کہانی درج ہے:-

"ایک فقیر کی گُدڑی ([illegible]) چوری ہوگئی۔ کس نے چُرائی؟ کون چور پڑا؟ ایک کانسٹبل (شاید امتحان کے لئے چُرالی ہوگی)۔ پاسبان ہی چور بن گیا (نہ معلوم کس خیال سے)

فقیر پولیس اسٹیشن (تھانہ) کے کہیں آس پاس ہی رہتا تھا۔ موج میں آکر رپورٹ لکھوانے گیا۔ لُٹ گیا! لُٹ گیا!! غریب لُٹ گیا!!!

مال مسرُوقہ کی رپورٹ

تھانہ دار:- تمہارا کیا کیا کھویا گیا ہے؟

فقیر:- سب کچھ۔ ایک تو رضائی گُم ہوگئی ہے۔

تھانہ دار:- اور کیا؟ فقیر:- بچھونا۔ چادر۔ کوٹ اور انگرکھا۔ تکیہ۔ آسن۔

تھانہ دار:- کچھ اور؟ ہاں چھتری بھی جاتی رہی۔

تھانہ دار:- بس اتنا ہی۔ کچھ اور نہیں؟

فقیر:- حضور تہ بند (دھوتی) بھی چوری ہوگیا۔

تھانہ دار:- خوب یاد کرلے۔

فقیر:- اور........اور.........

وہ کانسٹیبل جس نے چوری کی تھی پاس ہی کھڑا ہُوا تھا۔ مال مسرُوقہ کی اتنی لمبی فہرست سُنکر بے اختیار ہنس پڑا اور گالی دیکر بولا:- "اور اور بولے جاتا ہے! تیرا مال مسروقہ بس بھی ہوگا کہ نہیں؟ تیری جھونپڑی ہے کہ سوداگر کی کوٹھی؟ اتنا اسباب آکہاں سے گیا؟" یہ کہہ کر پولیس مین (کانسٹیبل) فقیر کی گُدڑی اُٹھالیا اور تھانہ دار کی طرف مخاطب ہوکر کہا: "حضُور بس اتنا تو اِس کا کُل مال مسرُوقہ ہے اور اِس نے درجن چیزیں گِن ماریں؟ تھانہ دار (فقیر کو):- کیا تو پہچان سکتا ہے؟ یہ گدڑی تیری ہے؟

فقیر:- "ہاں میری ہے۔ اور کِس کی؟"

اِتنا کہا اور جھٹ پٹ گُدڑی کندھے پر ڈال تھانہ سے باہر دوڑ چلا۔

تھانہ دار نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اِسے فوراً گرفتار کرلو۔ جانے نہ پائے۔ اور فقیر کو دھمکا کر کہا۔ "تیرا چالان ہوگا۔ تُو نے جھُوٹی رپورٹ کیوں لکھوائی۔؟ ہم کو دھوکا دینا چاہا؟"

فقیر جو فکر جسم وجان اور بند کُفر و ایمان سے بالکل آزاد تھا۔ گرفتارِ بیم وہ (تھانہ دار) کی تُرش روئی کو کیا سمجھتا تھا۔

تبسم کُناں جواب دیا کہ "ہم جھُوٹ بولنے والے نہیں ہیں"

یہ کہا اور اُس گُدڑی کو اوپر اوڑھ کر بتایا۔ یہ دیکھو رضائی" اُسی گدڑی کو نیچے بچھا کر بتایا" یہ دیکھو میرا بچھونا"۔ دھُوپ میں وہی گُدڑی سر پر رکھ کر کہا۔ یہ دیکھو چھتری۔ گدڑی کو تہہ کر کے زمین پر ڈالا۔" اُوپر بیٹھ کر کہا۔ "یہ دیکھو آسن"۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ شخص جس نے پُشت پناہ وتکیہ گاہِ عالم (برہم یعنی خدا) کو جانا ہے اُس کا تو سبھی کچھ برہم ہی برہم ہوگیا۔ خویش واقارِب ہیں تو برہم۔ حاکم ومحکوم ہیں تو برہم۔ محبّت کرنے والے یا عداوت رکھنے والے ہیں تو برہم۔ ماتا۔ بہن۔ بھائی ہیں تو برہم اس کے باغ وگلزار برہم۔ اسکے عِلم وتلوار برہم۔ اس کے لئے تو برہم ہی فقیر کی گُدڑی ہے۔ سارا گھر بار جائیداد برہم ہے"۔

گوسوامی تیرتھ رام نے بزبان پنجابی ایک وحدت نامہ لکھا تھا۔ وہ وحدت نامہ اُنہوں نے الف۔ میں شائع کیا تھا جس کے چند ایک شعر حسب ذیل ہیں۔

آپے لاڑا۔ آپے لاڑی۔ آپے ماپے ہو۔ فقیرا! آپے اللہ ہو
آپ ودھایاں۔ آپ سیاپے۔ آپ اُلاپے ہو۔ فقیرا! آپے اللہ ہو

سُولی، صلیب، زہر دے مٹکے کدے نہ مُکدا جو
کدے نہ ٹکدا! جو میرے پیاریا! آپے صاحب ہو

لاہ چلے یُوسف گھُٹ رل گئے۔ دُوئی دے پٹ ڈھو
دُوئی دے پٹ ڈھو سوہنیا! آپے اللہ ہو

جے رب بھالیں باہر کدھرے۔ ایس گلوں مُنھ دھو
ایس گلوں مُنھ دھو پیاریا! آپے اللہ ہو

کھُلیاں تینوں بھاؤ نہ کھاندے۔ لُک لُک قید نہ ہو
لُک لُک قید نہ ہو، مر جانیاں! آپے اللہ ہو

رام، رحیم، سب بندے تیرے۔ تیتھوں بڑا نہ کو
تیتھوں بڑا نہ کو میرے پیاریا آپے اللہ ہو

چھڈ سوہرا سُن رام دوہائی۔ اپنا آپ نہ کوہ
اپنا آپ نہ کوہ میرے پیاریا! آپے اللہ ہو

گوسوامی تیرتھ رام ماہنامہ الف میں ویدانت یعنی تصوّف پر دوسرے عالموں کے خیالات کو اپنی قلم سے نظم میں ڈھالکر ایک نئے انداز سے پیش کیا کرتے تھے جو اپنے میں لاجواب

ہُوا کرتے تھے۔ الف کے پہلے ہی نمبر میں اُنہوں نے "ویدانت درشن" کے ایک سُوتر کو اسطرح پیش کیا تھا۔

شاہنشاہ جہاں ہے سائل ہُوا ہے تو
پیدا کُن زمان ہے ڈائل ہُوا ہے تو
شتو بادِ غرض ہووئے تو دھو دھوئیں قدم
کیوں چرخ و مہر و ماہ پہ مائل ہُوا ہے تو
خنجر کی کیا مجال کہ اِک زخم کر سکے
تیرا ہی ہے خیال کہ گھائل ہُوا ہے تو
کیا ہر گدا و شاہ کا رازق ہے کوئی اور
افلاس و تنگدستی کا قائل ہُوا ہے تو
ٹائم ہے تیرے مجُرے کے موقعہ کی تاک میں
کیوں ڈر سے اُسکے مُفت میں زائل ہُوا ہے تو
ہم بغل تجھ سے رہتا ہے ہر آن رام تو
بن پردہ اپنی وصل میں حائل ہُوا ہے تو

رسالہ الف کے ریویُوز تقریظات

ہندوستان کے اُس زمانہ کے بے شمار اخباروں و میگزینوں میں رسالہ الف کے ریویُوز شائع کئے تھے جن میں سے چند ایک ریویُوز (تقریظات) مندرجہ ذیل ہیں۔

" یہ ایک تصوّف کا ماہوار رسالہ ہے۔ جس کا نام "الف" ہے اور جس کو پنڈت تیرتھ رام گوسوامی ایم۔اے نے مطبع آنند پریس سے شائع کیا ہے یہ اس رسالہ کا پہلا نمبر ہے جس میں ویدانت اور تصوّف کے کئی مضمون ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاق کے مُطابق درج ہیں اور جہاں بہت سے سنسکرت کے اشلوک ہیں وہاں ساتھ ہی کئی ایک فارسی کی اُسی مضمون کی کتابوں کے اشعار بھی درج ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ جہاں ویدانت اور تصوّف ہے وہاں ہندو اور مسلمان کا کیا ذِکر ہے۔ اس مضمون کا کوئی ماہوار رسالہ

اِس سے پہلے جہاں تک مُجھے علم ہے نہیں شائع ہُوا۔ گو متفرق رسالے کئی لکھے گئے ہوں گے۔"

—— "پیسہ" اخبار۔ لاہور

"اخبار الف۔ اک الف نامے دا اُردو وِچ چالی صفحے دا ماہوار رسالہ گوسائیں تیرتھ رام صاحب ایم۔اے پروفیسر ریاضی اورنٹیل کالج لاہور نے نکالیا ہے۔ اس رسالہ وِچ ویدانت دا ورنن کیتا ہے۔ اِس دے مضمون وِچ ویدے منترا وِ اُپنشدوں دے پرماناں نال گسائیں جی نے اپنے آتما دا ہلاس اور سِدھانت لکھنا آرنبھ کیتا ہے۔ ایہہ رسالہ ویدانت مت دے پیاریاں نوں جو سنسکرت نہیں جاندے بہت ہی لابھ دایک ہے۔ موکھ اسدا اِک روپیہ چھ آنہ سالانہ ڈاک محصول سمیت ہے۔"

—— خالصہ اخبار۔ لاہور

"یہ رسالہ حال میں لاہور سُوتر منڈی آنند پریس سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کے دو نمبر ہمارے مطالعہ میں آئے۔ یہ رسالہ دراصل ویدانت کی جان اور ویدانیتوں کا ایمان ہے۔ کروڑوں میں کروڑ اکائیاں شامل ہیں۔ اِسی طرح لاکھ ہزار اور سو اکائیوں سے مرکب ہوتے ہیں لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار کا نظارہ دکھانے والا ایک ہے۔ خواہ وہ دس میں ہے یا سو میں یا ہزار میں۔ اس مسئلہ کی تشریح اس رسالہ میں بخوبی ہوئی ہے۔ اِس کے علاوہ دیگر مضامین کے کل کامل ویدانت درشن۔ بھگوت گیتا اور ساری اُپنشدیں (معہ بھاشا) آہستہ آہستہ اردو میں شائع ہُوا کریں گی نئی روشنی والوں کیلئے بھی روحانی غذا کافی ہوگی۔"

—— صادق الاخبار۔ بہاولپور

"........ یہ نصیحت و حکمت و تصوّف کا ایک دریا ہے اور فقیر دوست صاحبان کے لئے ایک رہنما ہے۔ اِس کے فاضل ایڈیٹر گوسوامی جی نے جا بجا شعروں کی چاشنی سے اس کے حُسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ یہ رسالہ ضرور اِس قابل ہے کہ ہر شخص خواہ وہ مسلمان ہو خواہ ہندو اِس کو ہر یہ بہا سے فائدہ اُٹھائے۔ اور پھر اپنے اخلاق حسنہ کو سُدھارے۔"

—— اخبار معلومات دُنیا۔ لاہور

"We welcome this Venture of Pandit Tirath Rama Goswami. It is an exceedingly needed and important move in the right direction. In a simple, chasety and amusing style, Pandit Tirath Rama brings home to the heart of his readers, the blessed truths of Advatia Vedanta. Pandit Tirath Rama will earn the gratitude of all lovers of this noble philosophy."

Prabuddha Bharat (Awakened India)

Almoroa (1900 A.D.)

"Alif (not the word but the letter) is the name of an erudite monthly, which has for its object the dissemi-nation of Vedantic philosophy. We believe Goswami Tirath Rama M.A., one of the most brilliant and promising of our young graduates, is the editor. Some of the articles will amply repay careful study."

The daily "Tribune"

(6 th Mar. 1900) Lahore.

"........ اِس کا واجب التعظیم فاضل ایڈیٹر جیسا کہ علوم زبان انگریزی میں ایم۔اے کا ڈگری یافتہ ہے ویسا ہی زبان اُردو، فارسی میں ایک قادر الکلام اور سحر بیان شخص ہے جس کے موثر فقرات کانوں سے اُترتے ہی نشتر بن کر قعر رگ و جان پر جا بیٹھتے ہیں اور اپنے عجیب و غریب اثر سے آدمی کو مسحور کر کے طبیعت پر ایک وجد کا عالم پیدا کر دکھاتے ہیں ...."

— اخبار کوہ نور۔ لاہور

"رسالہ الف کے تین نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ مگر ایک سے ایک بڑھکر مسائل تصوّف کو اس خوبی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے بہتر کیا ہوگا۔ گوسائیں تیرتھ رام صاحب ایم۔ اے پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور۔ اسکے ایڈیٹر ہیں جن کو انگریزی فارسی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں کامل دسترس حاصل ہے اور ویدانت کے مسئلوں کو خود اچھی طرح سمجھتے اور دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔ شائقین تصوّف ایک نظر ضرور دیکھیں کہ فیثا غورث۔ شنکر آچاریہ۔ حافظ شیراز۔ مولانا روم۔ عمر خیام۔ ہوبن ہاور اور میکسمولر کی فلاسفی کس سحر بیانی کے ساتھ اردو زبان میں ادا کی جاتی ہے۔ یہی فلاسفی ہے جو ساری حکمت کا خلاصہ اور جملہ علوم کا عطر ہے اِسکے جاننے کے بعد پھر کچھ سیکھنا باقی نہیں رہتا۔ یہی فلاسفی ہے جو بیمار کو تندرست۔ قیدی کو آزاد۔ غلام کو آقا اور گدا کو بادشاہ بناتی ہے۔"

اخبار سول اینڈ ملٹری نیوز۔ لاہور

کراچی و سکھر کی سیر

فروری سنہ ۱۹۰۰ء میں گوسوامی تیرتھ رام کے اندر ایک ترنگ اُٹھی اور وہ اپنی حسب عادت بغیر سروسامان و نقدی چُپ چاپ ایک روز شام کے وقت ٹکٹ خرید کر تن تنہا ریل گاڑی میں سوار ہو کر کراچی جا پہونچے اور وہاں ریلوے اسٹیشن سے اُتر کر سیدھے سمندر کی طرف چلدیئے جہاں جاکر وہ مست ہو کر پڑے رہے اتفاق سے انھیں کچھ لوگوں نے پہچان لیا اور کراچی میں اُن کا ایک لیکچر کروا دیا۔ کراچی سے وہ انھیں لوگوں کے ساتھ سکھر آگئے اور یہاں کی بھی اُنہوں نے خوب سیر کی اور لیکچر بھی دیا۔ سکھر سے وہ بغیر کسی کو بتائے واپس لاہور آگئے اور یہاں آکر اُنہوں نے کراچی و سکھر کی سیر" "سمندر کی سیر" کے عنوان سے قلمبند کر کے رسالہ الف میں شائع کیا تھا جس کی شروعات کی سطریں اس طرح تھیں

"سمندر کے کنارے رام کھڑا ہے پیچ کھاتی ہوئی موجیں چرنوں میں گذر رہی ہیں تیز ہوا کپڑے اُڑا رہی ہے۔ سمندر کی باڑھ جو خیال دُنیا کو غرق کر رہی ہے۔ جسم میں حس و حرکت ندارد۔ کیا کیفیت ہے۔ رام کہاں ہے ؟"

بن باس یعنی تارک الدنیا ہونا

گوسوامی تیرتھ رام کو۔ رام بادشاہ ہوئے بہت دن گذر گئے تھے اب وہ کسی کی نوکری کرنے کو

تیار نہیں تھے۔ اُن کا من اب لاہور کے چھوٹے سے مکان میں نہیں لگتا تھا۔ لہٰذا اُنھوں نے جولائی سنہ ۱۹۰۰ء میں کالج سے استعفےٰ دیدیا اور گھر بار چھوڑ کر ہمالیہ کے جنگلوں میں ایسی جگہ جانے کا ارادہ کر لیا تھا جس کے بارے میں اُنہوں نے خود اس طرح سوچ رکھا تھا ؎

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

دُشمنِ جاں ہو نہ کوئی مہرباں کوئی نہ ہو

پڑیئے گر بیمار تو آکر کوئی پُوچھے نہ بات

اور گر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

چُنانچہ دُنیا کے تمام سُکھوں کو لات مار کر۔ کالج کی پروفیسری کو تیاگ کر اپنے گھر کا سب سامان اور اپنی زندگی کی بیش قیمتی جائیداد (یعنی اپنی پیاری کتابوں کو ضرورت مندوں میں لُٹا کر اور اپنے ماں، باپ و دوست یاروں اور گُورو سے مُنھ موڑ کر رام بادشاہ نے ہمالیہ پربت کی جانب جانے کا رُخ کر لیا۔ اُسوقت اُن کے ساتھ اُن کی بیوی اُن کے دو بیٹے (مدن موہن اور برہمانند) سوامی شِوگن چندر (آچاریہ) لالہ تُلا رام (بعد ازاں سوامی رامانند تیرتھ)۔ لالہ گُورو داس (بعدازاں سوامی گوبند آنند تیرتھ) لالہ نرائن داس (بعد ازاں سوامی نارائن تیرتھ) اور امرتسر نِواسی لالہ نکّے شاہ تھے۔ جب رام بادشاہ اپنے مکان سے لاہور کے ریلوئے اسٹیشن کی طرف چلنے لگے تو لاہور نِواسی اُنھیں بہت بڑی تعداد میں اسٹیشن تک چھوڑنے گئے تھے۔ تمام راستے میں ویراگ کے بھجن گاتے ہوئے لوگ آنکھوں سے آنسُو بہاتے ہوئے چلے جا رہے تھے اور مکانوں کی چھتّوں سے لوگ پھُول برسا رہے تھے۔ ریلوے اسٹیشن پر جب رام بادشاہ ریل گاڑی میں بیٹھ گئے تو لالہ نرائن داس نے ذیل کا بھجن (جسے رام بادشاہ نے گذشتہ رات خود لکھا تھا) سُنا کر تمام لوگوں سے وداع چاہی۔

الوداع اے میری ریاضی! الوداع — الوداع! اے پیاری راوی الوداع

الوداع اے اہلِ خانہ! الوداع — الوداع! معصوم ناداں الوداع

الوداع اے دوست دشمن الوداع — الوداع! اے شیت اوشن الوداع

الوداع اے کتب و تدریس! الوداع — الوداع اے خبث و تقدیس الوداع

الوداع اے دلِ خدا! اے الوداع — الوداع! رام الوداع اے الوداع

جُونہی بھجن ختم ہُوا اور گاڑی چل دی اور تمام لوگ بہت دُور تک غم زدہ آنکھوں سے اپنے پیارے رام بادشاہ کو دیکھتے رہے۔

نواں باب

بن باس لاہور سے چلکر رام بادشاہ کی منڈلی جس کے لیڈر لالہ نرائن داس مقرر کر دیئے گئے تھے دُوسرے روز ہردوار پہنچی اور پھر وہاں سے رشی کیش پیدل سفر کرتے ہوئے دیو پریاگ آ گئے جو ہردوار سے لگ بھگ 60 میل دُور ہے اور بہت بڑا تیرتھ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دلکش مقام بھی ہے۔ سوامی شِوگُن آچاریہ تو یہاں سے ہی منڈلی سے الگ ہو کر براستہ سرنیگر (گڑھوال) متھرا کی طرف چلے گئے جہاں انہوں نے شانتی آشرم کی بُنیاد رکھی اور پھر وہیں رہنا شروع کر دیا۔ رام بادشاہ بمع دوسرے ممبران کے دیو پریاگ سے پیدل گنگاجی کے کنارے چلتے ہوئے ٹیہری دگڑھوال کی راجدھانی) پہونچ گئے ٹیہری میں رام بادشاہ نے آبادی سے دو میل دُور گنگا کنارے مُرلی دھر کی کُٹیا میں جاکر ڈیرہ لگا دیا اِس کُٹیا کو سادھو (فقیروں) سنتوں کے ٹھہرنے اور ابھیاس کرنے کی خاطر سیٹھ مُرلی دھر نے کچھ عرصہ پیشتر 20 ہزار رُوپیہ خرچ کرکے بنوایا تھا۔ رام بادشاہ کو یہ کُٹیا بہت ہی پسند آئی اور اُنہوں نے بمع اپنی منڈلی کے یہیں رہنا شروع کر دیا۔

رام بادشاہ نے اپنی منڈلی کے تمام ممبران کو یہ کہہ کر اُن کا تمام روپیہ پیسہ و زیور وغیرہ گنگاجی میں پھنکوا دیئے تھے کہ۔" اب پرآربدھ یا بھگوت اِچھیا (خدا کی مرضی) پر شریر (جسم) کو چلانا ہے اور روپیہ وغیرہ کے آسرے (بھروسے) اسے نہیں رکھنا ہے۔ پرماتما (خُدا) کو سب کا خیال ہے اور اگر آپ سب کو اُس پر پکّا وِشواس (یقین) ہے تو آپکے پاس بیٹھے بٹھائے سب کچھ سامان موجود ہو جائے گا۔ آپ لوگ اُس کی (خُدا کی) یاد کریں اور وہ (پرماتما) آپ کا پُورا پُورا خیال رکھے گا۔ اگر آپ لوگوں کے وِشواس یعنی یقین میں کمی ہوگی تو پھر بھُوکا مرنا پڑے گا۔" چنانچہ سب لوگ الگ الگ استھانوں پر چُپ چاپ بیٹھ کر ایشور کو یاد کرنے لگے۔

بابا رام ناتھ (کالی کملی اٹّن کھیتر والے) سے مُلاقات

رام بادشاہ کے حکم کے مُطابق اپنی نقدی و زیور گنگا جی کی بھینٹ کر دینے کے بعد اِن لوگوں کو پرماتما کی یاد میں بیٹھے ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی مشکل سے گذرے ہوں گے کہ کالی کملی والا اٹّن کھیتر رشی کیش کے منیجر بابا رام ناتھ اپنے ساتھ ایک دوکاندار کو ساتھ لیکر رام بادشاہ کی تلاش کرتے ہُوئے جنگل میں آ پہونچے۔ بابا رام ناتھ رام نگر ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ کالی کملی والا اٹّن کھیتر کلکتہ (موجودہ نام شری ۱۰۸ بابا کالی کملی والا پنچایتی کھیتر۔ رجسٹرڈ) کے بانی شری سوامی وِشُدھانند (جن کا لباس صرف ایک کالی کملی ہی ہوتا تھا اور ہاتھ پر رکھ کر بھوجن کرتے تھے) تھے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سوامی وِشُدھانند کالی کملی والے کا اصلی وطن جلال پور کِکنا (ضلع گجرات۔ پنجاب) میں تھا اور اُن کا گرہست آشرم کا نام لالہ وساوا سِنگھ تھا۔ جو کہ ذاتی سے ویش تھے۔ پنجاب کی دھرتی کے واسیوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ تمام بھارت میں سوامی وِشُدھانند کالی کملی والے ہی ایک ایسے سنت ہُوئے ہیں جنھوں نے اُس زمانہ میں بدری ناتھ۔ کیدار ناتھ۔ گنگوتری اور جمنوتری جانے والے نِردھن اور بے سہارا یاتریوں کو تمام راستوں میں اناج۔ لکڑی۔ کپڑا۔ برتن دوائی و پانی بِلا قیمت اور بِلا جان پہچان اور ٹھہرنے کے لئے لگ بھگ ۷ میل کے فاصلہ پر چٹیاں (چھوٹی رہنی) دھرم شالائیں) تعمیر کروائی تھیں (یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی بہت موزوں ہو گا کہ امرناتھ (کشمیر) کی یاترا کے راستہ میں (پہلگام سے امرگپھا تک جو لگ بھگ ۳۰ میل ہے اور جہاں پر کھانے اور پینے کو کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی یعنی سب کچھ اپنے ساتھ ہی لے جانا پڑتا ہے) بابا کالی کملی کے نقش قدم پر چلنے والے آشرم (کھیتر) کے موجودہ منیجر (جو رام تیرتھ کیندر سہارنپور کے سرپرست بھی ہیں) ڈسکہ (ضلع سیالکوٹ۔ پنجاب) کے نِواسی سوڈ گیہ پنڈت کرمچند رشی کے سپُتر شری بلدیو سہائے رشی (بی۔ اے گولڈ میڈلسٹ) ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی (ریٹائرڈ پولیس آفیسر اتر پردیش) نے بابا کالی کملی والے کا لنگر (جہاں چائے۔ بھوجن اور رات کو ٹھہرنے کے لئے ٹینٹ و گرم کپڑا

اور جلانے کو لکڑی اور دوائیاں دستیاب ہوں) جاری کرنے کا نشچے (پکا ارادہ کیا ہے)۔
جیسے ۱۹۸۳ء میں اُسے عملی جامہ پہنانے کی تیاری کر رہے ہیں) جب بابا رام ناتھ نے رام بادشاہ
کو مُرلی دھر کی کُٹیا کے باہر الیشور کے دھیان میں مست بیٹھے ہوئے دیکھا اُس وقت اُن کے و
رام بادشاہ کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ بقول شری نارائن سوامی (اُس وقت لالہ نرائن داس سیٹھ)
اس طرح تھی۔

بابا رام ناتھ۔ مہاراج! آپ یہاں گنگا کنارے کب آئے؟
رام بادشاہ۔ کل۔ بس اتنا کہہ کر پھر خاموش ہو گئے۔
بابا رام ناتھ۔ (تھوڑی دیر بعد) مہاراج! بھوجن کا کیا پربندھ ہے؟
رام بادشاہ۔ (اوپر آسمان کی طرف اشارہ کر کے) یہ اُس (پرماتما) سے پُوچھو۔
اس کے بعد چند منٹ خاموشی طاری ہو گئی۔ ذرا غور کے بعد
بابا رام ناتھ۔ مہاراج! یہ شخص (لالہ نواری لال اسوال) اوپر راستہ میں دوکاندار
ہے اُس کو حکم دیئے جاتا ہُوں کہ دس روپیہ ماہوار کا آٹا۔ دال، چاول
وغیرہ یہاں آپ کے بھوجن کیلئے پہنچا دیا کرے۔ برائے مہربانی اسکو قبول فرمائیں۔
رام بادشاہ۔ اس بارے میں اگر پُوچھنا ہے تو اُس برہمچاری (نارائن) سے جو دُور
گنگا کنارے پر اکیلے بیٹھا ہے پُوچھو
بابا رام ناتھ۔ (نارائن داس سے) مہاراج! آپ لوگوں کے بھوجن کے لئے میں
دس روپیہ ماہوار کی رسد کا انتظام اس دوکاندار سے کیا چاہتا ہوں
(تاکہ آپ کے بھجن میں جب تک آپ لوگ یہاں رہیں بھوجن کا خیال وِگھن نہ ڈالنے پائے)
اسے آپ قبول فرمائیں۔
(نارائن نے آج تک کبھی دوسرے کا دان کھایا نہیں تھا اور نہ ہی دل ہی مانگ کر کھانے
کو تیار ہوتا تھا۔ جھٹ انکار کر دیا اور کہا سوائے الیشور کے کسی دوسرے کا دیا ہوا ہمیں
قبول نہیں۔ اس پر......)
رام بادشاہ۔ دیکھو نارائن! اگر رسد کا انتظام یہ خود کرتے ہیں تو بیشک نامنظور

کرو۔ اور اگر یہ انتظام بھگوان اِن کے ہاتھ سے کرواتے ہیں تو منظوری میں پس و پیش کی کوئی وجہ نہ ہونی چاہیئے۔ تس پر.......

بابا رام ناتھ ــ مہاراج! مَیں حقیقت میں کچھ بھی نہیں کر رہا ہُوں۔ نہ میں اِس انتظام کے خیال سے یہاں آیا تھا۔ بلکہ محض درشن کے لئے یہاں آیا تھا (چونکہ آپ اور میں ایک ہی ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں) آپ کے مست درشن سے ایشور نے میرے دِل میں یہ پوچھنے کی اُمنگ پیدا کر دی جس پر ان کی ہی تحریک (خُدا کی رضا سے) سے مجھے ایسا انتظام کرنے کی سُوجھی۔ یہ سب بھگوان ہی کرا رہا ہے۔ مَیں حقیقت میں کچھ نہیں کر رہا ہُوں اسے آپ بخوشی قبُول فرمالیئے۔ اِس پر انتظام قبُول کر لیا گیا۔

چُنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد دُوکاندار (لالہ بنواری لال اسوال) جن کی اُوپر دو باٹاہیں دوکان تھی) جس کا نام اب جگدیش بھون ہے اور جہاں ان کے سپُتر شری چرنجی لال اسوال۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر رہتے ہیں) نے وہاں رسد بھجوا دی اور رام بادشاہ کی بتنی نے بھوجن بنانا شروع کر دیا اور اس طرح سے اب روزمرّہ کی زندگی میں بھوجن کا سِلسلہ رام بادشاہ کے فارمُولے سے (جیسے رام بادشاہ جیسی برگزیدہ ہستیاں ہی بتا سکتی ہیں یا کام میں لا سکتی ہیں) ختم ہوگیا اور تمام پارٹی کو ایشور پر اٹل وشواس ہو گیا۔ کسی نے کہا بھی ہے ۔

"گورُو کامِل۔ شیشہ عامِل پھر خُدا شامِل"

خطوں کے جواب

پروفیسر تیرتھ رام کے گھر بار چھوڑنے کی خبر دُور دُور تک پھیل گئی چنانچہ رام بادشاہ کی خدمت میں اُن کے پریمیوں کے طرح طرح خط آنے لگے اور اُنہوں نے ان میں سے کچھ ایک کا جواب دِیا تھا۔ ذیل میں درج اُن خطوں کے جواب سے رام بادشاہ کی اُس وقت کی قلبی حالت کا نقشہ صاف نظر آتا ہے ؎

"رات کا وقت ہے بیابان ہے — خوش وضع پربتوں میں میداں ہے
آسماں کا بتائیں کیا ہم حال — موتیوں سے بھرا ہوا ہے تھال
چاند ہے موتیوں میں لال دھرا — اَبر ہے تھال پر رومال پڑا
سر پہ اپنے اُٹھا کے ایسا تھال — رقص کرتی ہے نیچر خوش حال

باد کو کیا مزے کی سوجھی ہے   رام کے دل کی بات بوجھی ہے
پاس جو بہہ رہی ہے گنگا جی   ابخرے اس کے لدلداتے ہیں
لا رہی لپک کر ہے رام کے پاس   کیا ہے ٹھنڈک بھری ہے گنگا باس"
فخرِ خدمت سے باد ہے خورسند   جا ملی بادلوں سے ہو کے بلند
اب تو اٹکھیلیاں ہی کرتی ہے   دامنِ ابر کو الٹتی ہے
لو اڑایا وہ پردہ و رومال   آسماں ہے دکھایا مالا مال
شاد پنجر ہے۔ جگمگاتی ہے   آنکھ ہر چار سو پھراتی ہے
کیا کہوں چاندنی میں گنگا ہے   دودھ ہیروں کے رنگ رنگا ہے
واہ! جنگل میں آج ہے منگل   سیر کر اس طرف کی۔ چل، چل، چل

ای جان! بیا بیا کہ ایں دنیائے دیگر است
آب دیگر۔ ہوائے دیگر۔ جائے است

"In no way can the overflowing joy of Rama be described. Peace reigns supreme here. Bliss fills the mind. There is heavenly cheerfulness shedding its divine sunshine all the time. The mental horizon is growing more clear every day. This betokens something very good and grand for India, nay, for the world at large........"

سرود و رقص و شادی دمبدم ہے   تفکر دور ہے اور غم کو رم ہے
غضب خوبی ہے بیروں از قلم ہے   یقیناً جان تیری ہی قسم ہے

مُبارک ہو طبیعت کا یہ کھِلنا
یہ رس بھینی[1] اوستھا[2] جامِ جم ہے

مبارک دے رہا ہے چاند جُھک کر
سلاموں سے کمر بھی اُسکی خم ہے

پیئے جاؤ دمادم جام بھر کر
تمہارا آج لاکھوں پر قلم ہے

گُلوں سے پُر ہُوا ہے دامنِ شوق
فلک خیمہ ہے کیواں پر علم ہے

ترے دیدوں پہ بھُولے سے ہو شبنم
کبھی دیکھا سُنا سُورج پہ نم ہے

رکھیں آگے کو کیا کیا ہم نہ اُمّید
کہ مارا گُرگِ غم۔ پہلا قدم ہے

دِکھایا پرکرتی[3] نے ناچ پُورا
رسیلے ہیں اُڑگئی۔ اِم ہے اِتّم ہے

غلط گفتم۔ شکایت کی نہیں جا
ملی آپرش[4] ہیں۔ علال وکرم ہے

نہ کہتا تھا تمہیں کیا رامؔ پہلے؟
صباحِ عید آئی! رات کم ہے

لوگ کہتے ہیں میدانوں میں رہنا خوب ہے
کون جائے رامؔ اب گنگا کی لہریں چھوڑ کر

"ہر چہ در دُنیاست بر آزادگاں آمد حرام
خاطرِ جمع ست درِ زیرِ فلک سامانِ ما"

رام بادشاہ کی بیوی کا واپس آنا

سوامی شِوگن آچاریہ ٹِہری سے پہلے یعنی دیوپریاگ سے ہی الگ ہوگئے تھے ٹِہری

اگر لالہ گورو داس کو بحالت بیماری (پہاڑی آب و ہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے) سرکاری ہسپتال میں بھرتی کروا دیا گیا تھا جہاں سے وہ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق پنجاب واپس بھیجدیئے گئے ٹِہری سے رخصت ہونے سے پیشتر رام بادشاہ نے اُنھیں سنیاس لینے کی اجازت دے دی تھی اور اُن کا نام بھی غالباً وہیں پر سوامی گوبندا آنند مقرر کر دیا گیا تھا۔ رام بادشاہ کی بیوی ضِد کر کے لاہور سے اُن کے ساتھ چلی تو آئی تھیں لیکن یہاں بیابان جنگل میں چپ چاپ پڑے رہنے سے اُس بیچاری کی حالت خراب ہوگئی۔ اِسی درمیان ایک دن رام بادشاہ اپنی پُرانی عادت

---

۱ رس سے بھری ۲ حالت ۳ قدرت ۴ پرماتما

کے مطابق کسی کو بھی اطلاع دئے بغیر اُس جنگل میں سب کو سوتا چھوڑ کر آدھی رات کے وقت مہاتما بُدھ کی طرح نہ معلوم کس مقام کو چلے گئے اور لگ بھگ سات دن کے بعد خود بخود واپس آگئے اِس درمیان میں اُن کی بیوی کی جسمانی اور دماغی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی اور انھیں لالہ بنواری لال اسوال (دوکاندار) اپنے گھر لے آئے تھے جہاں اُن کی ماتا اُنھیں بہت دِلاسا دیتی رہیں۔ جب۔ رام بادشاہ (جو گنگوتری کی طرف چلے گئے تھے) اپنے آپ ہی واپس آئے تو اُنھوں نے اپنی بیوی کی حالت کو دیکھ کر اُنھیں بمع اپنے چھوٹے بیٹے برہما نند کے ہمراہ لالہ نارائن داس اپنے ماں۔ باپ کے پاس مُرالی والا بھیجدیا تھا اور بڑے بیٹے کو ٹیہری کے ہائی سکول میں بھرتی کروادیا تھا: اب رام بادشاہ کے لئے آگے کا راستہ بالکل صاف ہو گیا تھا۔

"کیلاس کوک" یعنی اہلِ ہند کو جہالت رغلامی کی نیند سے بیدار کرنا

رام بادشاہ مُرلی دھر کی کُٹیا میں بیٹھ کر اہلِ ہند یعنی ہندوستان کے باشندوں (بھارت واسیوں) کو جہالت رغفلت کی نیند سے جگانے کی خاطر "کیلاس کوک" (صدائے آسمانی) کے عنوان سے نظمیں لکھ لکھ کر لالہ نرائن داس کے ذریعہ لاہور بھیجکر انھیں ماہنامہ الف میں شائع کرواتے تھے۔ ہمالیہ کی گودی میں گنگاجی کے کنارے پر بیٹھ کر اُنھیں اگر کوئی غم یا دکھ یا درد تھا تو وہ صرف اپنے وطن کے لوگوں یعنی بھارت واسیوں (اُس زمانہ میں انگریز اور غیر ممالک کے دوسرے لوگ ہندوستان کے رہنے والوں چاہے وہ ہندو ہوں یا مُسلمان ہوں کو ہندو کے نام سے ہی پکارتے تھے یعنی اُسوقت انڈین کا مطلب ہندو ہوتا تھا۔ اِسلئے رام بادشاہ بھی ہندوؤں کو یعنی اِنڈین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کرتے تھے نہ کہ صرف ہندو دھرم کو ماننے والے ہندو لوگوں کی خاطر ہی وہ کچھ کہتے تھے۔) اپنے پیارے ہندوستان کو آزاد کروانے کی خاطر رام بادشاہ کے دل و دماغ میں سب سے زیادہ تڑپ تھی اُن سے بڑھ کر ہندوستان کو آزاد کروانے میں اِس ڈھنگ سے (تصوّف (ویدانت) اور روحانیت (ادھیاتم) کے سانچے میں لوگوں کے خیالات کو ڈھال کر پھر انھیں اپنی یعنی آتما (رُوح) کی آزادی اور اِسکے بعد اپنے مادرِ وطن (ماتری بھومی) کی آزادی کیلئے

مدعو کرنے یعنی کام کرنے والا کوئی دوسرا شخص پیدا نہیں ہوا۔ ذیل میں اُن کے کچھ خیالات درج کئے جارہے ہیں ؎

مصر کی کھودلیں جو مینار ہیں — ہائے مُردوں بھری وہ مینار ہیں
ممّی مُردے اُنھوں میں رکھے تھے — ایسی ترکیب و عقلمندی سے
گو ہزاروں برس کبھی ہو بیتے — مُردے آتے نظر ہوں جُوں جیتے
پیارے بھارت کے ہندو یا سِندو — غصّہ مت کرنا زاہدو۔ ہندو
جی رہے ہو کہ مر گئے ہو تُم — ممّی مینار بن گئے ہو تم
جیتے تو تھے رِشی مُنی تھے جب — ممّی کیوں بن گئے ہزار سال کے اب
کیوں ہو زندہ بدست مُردہ آپ — نام روشن ڈبویا اُن کا آپ
وہ تو جیتے تھے تم بھی جی اُٹھو — مُردہ بچے نہ اُن کے ہو بیٹھو

ہائے چیچک نے وائے چیچک نے — اس اودیا (لاعلمی) کے ہائے چیچک نے
کر دیا آتما قریب المرگ — قید کثرت میں ہو گیا سنسرگ
چہرہ روشن تھا صاف شیشہ تھا — ہو گیا داغ داغ یہ کیا
مہر طلعت پہ داغ آن پڑے — تارے سورج پہ کیسے آن چڑھے
ایک رس صاف روئے زیبا تھا — داغِ کثرت کا لگ گیا دھبّا
ہو گیا پُرش مال ماتا کا — یعنی باہن یہ سیتلا کا ہُوا
مرض ایسا بڑھا یہ متعدی — ہند سارے کی خبر اِس نے لی
وہ دوا جس سے مرض جائے گا — گئو ماتا کے تھن سے آئے گا
پر ضروری ہے ویکسی نیشن — ورنہ مرتی ہے یہ ابھی نیشن
چھوڑ دو تم ذرا تعصّب کو — ٹیکا لگوائیے گا اب سب کو
گائے کے تھن سے الف کی نشتر — لا رہی ہے علاج لیجئے کر

پُرش = ہندوستانی / ماتا = چیچک کی بیماری کا نام / باہن = سواری (جو کہ گدھے کی ہوتی ہے) سیتلا = چیچک

اہلِ اخبار! اپنے پیپرز پر "کوک کیلاس" کی چھپا دینا
اہلِ تعلیم! مدرسوں میں تم بچیوں بچیوں کو یہ پلا دینا
ناظرین! ہندوؤں کے جلسوں میں کوک سے سب کے سب جگا دینا
چوک۔ مندر میں ریل میں جاکر اُونچے پنچم کی سُر سے گا دینا
کوک کیلاس سے اُٹھا ہے آوم آوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

اہلِ ہند (بھارت واسیوں) کو ہشیار کرنے کے لئے یعنی غفلت کی نیند سے جگانے کی خاطر اُنہوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ ذیل میں ان کی قلم سے نکلے ہوئے چند الفاظ درج کئے جاتے ہیں۔ جن میں رام بادشاہ کو بھارت کی آزادی کا منظر نظر آیا۔ —

"اے پیارے بھارت ورش (موہن۔ کرشن۔ ہند)! اب جاگو! اودیا (جہل) کی نیند بہت سو لئے۔ میں صدقے! بلہار! اب بیٹھے ہو جاؤ ہشیار ہو۔"
"وہ دیکھو۔ ننھا کرشن (ہند) جاگ پڑا۔ اُوں اُوں اُوں نہیں۔

آوم! آوم!! آوم!!! (آزادی کے لئے جنگ شروع ہو گئی)

آہاہاہا! وہ بھارت نے سُورج کی طرح روشن آنکھیں کھولیں (اپنے آپ کو پہچاننے لگا) لبِ خنداں پر بانسری دھری (دلیش کی آزادی کے لئے لوگوں کو بیدار کیا جانے لگا) اور دل و جگر میں سما جانے والا رُوحانی نغمہ ہوا کے پردہ پر سوار ہو چاروں طرف (تمام دُنیا میں بھارت کی آزادی کے لئے جدّوجہد شروع ہو گئی) گونجنے لگا۔ (یعنی بھارت ورش آزاد ہو گیا)۔ گُل گو گُل (دُنیا بھر) میں پھیلنے لگا (آسمان میں راکٹ (مصنوعی) چاند چھوڑے جانے کی بابت پیشین گوئی)۔ جے جے جے۔ اب چوں چوں پیوں پیوں اور کائیں کائیں کس کو بھانے کی ہے۔؟ خیال تو یہ تھا کہ — ننگے عمر بتائیں گے۔ آنند کی جھلک دکھائیں گے۔ رُوکھی روٹی کھائیں گے۔ مست پڑے رہ جائیں گے۔ سوکھے ٹکڑے کھائیں گے۔ سوہم سوہم گائیں گے لیکن میوے پیڑے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ ہر وقت خدمت میں حاضر کھڑے رہتے ہیں۔

دسواں باب

سنیاس
رام بادشاہ نے گرہست آشرم (خانہ داری) اور سنیاس آشرم (تارک الدنیا) کے درمیان طرزِ زندگی یعنی بان پرست آشرم میں لگ بھگ چھ ماہ کا عرصہ گزارا تھا۔ دِل سے تو آپ پہلے سے ہی تارک الدُنیا ہو چکے تھے یعنی وہ اندر سے تو سنیاسی ہو چکے تھے۔ لہذا اب وہ اپنے باہر والے کپڑوں کا بھی رنگ بھگوا کرنے (ہندو دھرم کے مُطابق سنیاس (تارک الدنیا) لینے کے بعد بھگوے رنگ (آگ کے شعلوں کا جو رنگ ہوتا ہے اُسے بھگوا رنگ کہتے ہیں کیونکہ سنیاس لینے کے بعد انسان کو ایک طرح سے زِندہ جی اپنے آپ کو یعنی اپنی خواہشات کو آگ میں جلانا پڑتا ہے) کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں اچانک ہی ایک دن گنگا جی میں کھڑے ہو کر اپنے آپ ہی سنیاس لے لیا اور اپنا نام دسنام سنیاسیوں میں سے۔ تیرتھ۔ نام کے سنیاسی سے جوڑ کر رام تیرتھ رکھ لیا کیونکہ اس وقت دوارکا مٹھ کے شنکر آچاریہ بھی تیرتھ نام کے سنیاسی (سوامی مادھو تیرتھ) تھے۔ جو لاہور میں سنہ ۱۸۹۶ء میں تشریف لانے والے شنکر آچاریہ کے شریر چھوڑ دینے کے بعد وہاں کی گدی پر بیٹھے تھے۔ اور اُن سے ہی رام بادشاہ نے اُس وقت سنیاس لینے کا موزوں وقت دریافت بھی کیا تھا جواب ہُوبہُو ویسا ہی آ چکا تھا۔ لہذا یہی وجہ تھی کہ اُن کا تعلق دوارکا مٹھ سے جُڑا ہوا تھا۔ پروفیسر تیرتھ رام گو سوامی اب سوامی رام تیرتھ ہو گئے تھے لیکن وہ اپنے آپکو رام ہی پکارا کرتے تھے۔ ویسے بھی رام تیرتھ نام تیرتھ رام کا اُلٹ ہے یعنی پہلے تیرتھ میں رام تھا یعنی باہر تھا اور اب رام میں تیرتھ آ گیا یعنی سب کچھ اپنے اندر ہی آ گیا۔

بحالت سنیاسی پہلی مُلاقات
رام بادشاہ کو سنیاس لئے مشکل سے ابھی دس بارہ دِن ہی گذرے ہوں گے

کہ اُس زمانہ کے سناتن دھرم کے مشہور و معروف وِدوان "وِدیا وارِدھی" یعنی علم کا سمندر کے نام سے پرسِدھ پنڈت جوالا پرشاد مِصر مُراد آباد سے مہاراجہ ٹیہری کے دعوت نامے پر ٹیہری نگر میں تشریف لائے تھے اور ان کے لیکچر گنگا جی کے کنارے پر مندر شری بدری ناتھ میں ہوئے تھے پنڈت صاحب کو جب رام بادشاہ کی بابت معلوم ہُوا تو وہ خود مُرلی دھر کی کُٹیا میں سوامی رام تیرتھ کے درشن کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اُن کے ہمراہ پنڈت دُرگا دت ربانی پرشی کُل آشرم ہردوار) بھی تھے ۔سوامی رام تیرتھ اور پنڈت جوالا پرشاد مِصر کی کئی گھنٹوں تک بات چیت ہوئی تھی۔ بحالت سنیاسی یہ اُن کی پہلی مُلاقات تھی۔

بمرو گی گپھا میں نواس

مُرلی دھر کی کُٹیا میں سوامی رام تیرتھ کے پاس آنے جانے والوں کی بھیڑ ہو جانے سے وہ ماہ جولائی ۱۹۰۱ء میں ایک دِن چُپکے سے وہاں سے لگ بھگ پانچ میل دُور گھنے جنگل میں گنگا جی کے کنارے ایک پراچین گپھا (بمرو گی گپھا) میں چلے گئے جہاں پر ہر کسی کا پہنچنا بہت مشکل تھا لالہ نارائن داس جو اُن دِنوں ماہنامہ "الف" کو چھپوانے لاہور گئے ہوئے تھے جب واپس ٹیہری پہنچے تو کُٹیا کو خالی دیکھ کر گھبرا گئے مگر پھر انھیں پوچھ تاچھ کرنے پر بمرو گی گپھا کی بابت معلوم ہُوا اور وہ اگلے دِن سویرے وہاں پہنچ گئے وہاں جا کر اُنہوں نے دیکھا کہ سوامی رام تیرتھ نہ جانے کب سے (یعنی گذشتہ رات سے) گنگا جی کے کنارے پر ریت پر مسرور و مدہوش پڑے تھے ان کے چہرہ پر مستی چھائی ہوئی تھی ۔تھوڑی دیر بعد جب دُھوپ خوب چڑھ آئی تب رام کو ہوش آیا اور ان کی آنکھیں نارائن سے چار ہوئیں تو کہنے لگے ۔

"رات سے رام یہاں ہی لیٹا ہے ۔علی الصباح چار بجے جب گنگا جی کنارے پر زیادہ چڑھ آئیں اور سوتے ہوئے رام کے چرنوں کو چھُونے لگیں تو رام کو جاگ آ گئی ۔اُسی وقت صبا نے خوب وجد کا عالم پیدا کر دیا ۔اور مست دِل طرح طرح کی غزلیات میں اُمڈ پڑا۔ اُن غزلیات کو لکھتے لکھتے جب دل و دماغ اپنے خیال کی حد کو پار کر گئے تو اِدھر قلم گر پڑی اور اُدھر جسم ریت پر لیٹ گیا۔"

سوامی رام تیرتھ نے جو غزلیں وجد میں آ کر لکھی تھیں اُن میں سے پہلی غزل کا

عنوان ہے "مُبارک بادی"۔ اور دوسری کا عنوان ہے "بچھڑتی دُولہن وطن سے ہے جب"
اِن دونوں غزلوں کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

چلنا صبا کا ٹھُم ٹھُمک لاتا پیامِ یار ہے   ٹُک آنکھ کب لگنے ملی. تیرِ نگہ تیار ہے

ہوش و خرد سے اتفاقاً آنکھ گر دوچار ہے   بس یار کی چھیڑ خانی کا گرم بازار ہے۔

معلوم ہوتا ہے سبھی مطلب کا ہم سے پیار ہے   سختی سے کیوں چھینے ہے دِل. کیا یوں ہیں انکار ہے

لکھنے کی نہ پڑھنے کی فرصت کام کی نہ کاج کی   ہم کو نکمّا کر دیا وہ آپ تو بیکار ہے

منظور نالائق کو ہوتا ہے عِلاجِ دردِ عشق   جب عشق ہی معشوق ہو. کیا صحت میں بیمار ہے

یہ جسم و جاں نوکر کو دے ٹھیکہ سدا کا بھر دیا   تُو جان تیرا کام رے۔ کیا ہم کو اس سے کار ہے

خوش ہو کے کرتا کام ہے لو کر مرا چاکر مرا   ہو رام بیٹھا بادشاہ. ہشیار خدمت گار ہے

بچھڑتی دُلہن (آتما) وطن (جسم) سے ہے جب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے۔

یہ دین دُنیا تمہیں مبارک   ہمارا دُولہا (پرماتما) ہمیں سلامت

یہ یاد رکھنا یہ آخری چھب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

ہے موت دُنیا میں بس غنیمت   خرید و راحت کو موت کے بھاؤ

نہ کرنا چوں تک یہی ہے مذہب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

کہا جو اُس نے اُڑا دو ٹکڑے   جگر کے ٹکڑوں کے پیارے ارجن

یہ سُن کے ناداں کے خشک ہیں لب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

لہو کا دریا ہیں چیرتے جو   ہیں تخت پاتے وہی حقیقی

تعلقوں کو جلا بھی دو سب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

نہ باقی چھوڑیں گے۔ علم کوئی   بکے اِس ارادے سے جم کے بیٹھے

ہے پچھلا لکھا پڑھا بھی غائب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

ہے چوٹ چوہٹ یہ کھیل دُنیا   لپیٹ گنگا میں اِس کو پھینکا

مرا ہے فیلہ۔ اُڑا ہے اشہب   کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے

پڑا ہے چھاتی پہ دھر کے چھاتی   کہاں کی دوئی کہاں کی وحدت

ہے کس کو طاقت بیاں کی اب   کھڑے ہیں رو م اور گلا رُکے ہے
کلیجے ٹھنڈک ہے جی میں فرحت   بھرا ہے شادی سے سینۂ رام
ہیں نین امرت سے یہ لبا لب   کھڑے ہیں رو م اور گلا رُکے ہے

غالباً نارائن داس کے ہاتھوں لاہور سے کسی پیارے نے ایک خط رام بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا تھا۔ اُنہوں نے اُس کا جواب بھی نئے انداز سے دیا تھا جس کا کچھ حصہ ذیل میں درج ہے۔ ۔

"جب اُمڈا دریا اُلفت کا ہر چار طرف آبادی ہے
ہر رات نئی اِک شادی ہے۔ ہر روز مبارک بادی ہے
رِم جھم۔ رِم جھم آنسو برسیں یہ ابر بہاریں دیتا ہے
کیا خوب مزے کی بارش ہے۔ وہ لُطف وصل کا لیتا ہے
کشتی موجوں میں ڈوبے ہے۔ بدمست اُسے کب کھیتا ہے
یہ غرقابی ہے جی اُٹھنا۔ مت سمجھو۔ اُف بربادی ہے
دِن شب کا جھگڑا نہ دیکھا گو سُورج کا چپٹا سر ہے
جب کھُلتی دیدۂ روشن ہے ہنگامۂ خواب کہاں پھر ہے
آنند سُرور سمندر ہے جس کا آغاز نہ آخر ہے
سب رام پیارا دُنیا کا جادُو گر کی اُستادی ہے
نت راحت ہے۔ نت فرحت ہے۔ نت رنگ نئے آزادی ہے"

جمنوتری اور گنگوتری کی یاترا

برہمروگی گپھا میں رہتے ہوئے یکا یک رام بادشاہ کا من جمنوتری (جہاں سے جمنا نکلتی ہے) اور گنگوتری (جہاں سے گنگا نکلتی ہے) کی یاترا کرنے کے لئے چاہا۔ اور سوامی رام تیرتھ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۱ء کو ہمراہ لالہ تُلا رام و لالہ نارائن داس پیدل اُترکاشی ہوتے ہوئے مورخہ 5 ستمبر کو جمنوتری پہنچ گئے۔ جمنوتری میں اُن کا ایسا جی لگا۔ کہ

لگ بھگ ایک ماہ تک جمنوتری میں ایک گپھا میں اُنہوں نے قیام فرمایا اور باقی دونوں لوگ لکڑی کے مکان (کٹھار) میں رہے۔ جمنوتری میں رہتے ہوئے رام بادشاہ نے ایک گیت (قوالی) "ہپ ہپ ہُرے" لکھا تھا اور ایک دن اُنہوں نے وہیں اسے وجد میں آکر مستی بھرے انداز میں گایا بھی تھا۔ جس کا ذکر اُنہوں نے خود وہاں سے لکھے گئے مندرجہ ذیل ایک خط میں اس طرح کیا ہے۔

"اِس بُلندی پر ماش (اُڑد) کی دال نہیں گلتی۔ نہ دُنیا کی دال ہی گلتی ہے۔ نہایت گرم گرم چشمہ سار۔ قدرتی لالہ زار۔ آبشاروں کی بہار۔ چمکدار چاندنی کو شرمانے والے سفید دوپٹے (جھاگ۔ پھین) اور اُن کے نیچے آکاش کی رنگت کو لجانے والا جمنا رانی کا گات (جسم یعنی جل) بات بات میں کشمیر کو مات کرتے ہیں۔ آبشار تو ترنگ بیخودی میں نرتیہ (ناچ) کرتے ہیں۔ جمنا رانی ساز بجا رہی ہے (پتھروں سے ٹکرا کر پانی کے بہنے کی آواز) رام شہنشاہ گا رہا ہے۔

ہپ ہپ ہُرّے۔ ہپ ہپ ہُرّے
اب دیوں کے گھر شادی ہے۔ لو رام کا درشن پایا ہے
پاکو ہاں ناچتے آتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ....
مَیں کرشن بنا۔ میں کنس بنا۔ مَیں رام بنا۔ مَیں راون تھا
ہاں! وید اب قسمیں کھاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ....
مَیں انتریامی ساکن ہوں۔ ہر پُتلی ناچ نچاتا ہوں
ہم سُوتر تار ہلاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ....
مَیں خالق مالک داتا ہوں۔ مَیں سب کا آقا صاحب ہوں
کیا نقشے رنگ جماتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ....
مسجود ہوں قبلہ کعبہ ہوں۔ معبود اذاں ناقوس کا ہوں
سب مجھ کو کوک بُلاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ....
بے جانوں میں ہم سوتے ہیں۔ حیوان میں چلتے پھرتے ہیں
اِنسان میں نیند جگاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ....

لہ فرشتے

سنسار تجلّی ہے میری۔ سب اندر باہر میں ہی ہوں
ہم کیا شعلے بھڑکاتے ہیں رہپ ہپ ہُرّے.........
ہے مست پڑا جھماں میں اپنی کچھ بھی غیر از رام نہیں
سب کلپت دھوم مچاتے ہیں رہپ ہپ ہُرّے.........

* دیوانگی کو دِن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہے۔ "دیوانہ راہوے بس ست" والا حال ہے قالبِ عنصری کا کچھ پتہ نہیں۔

خوراک : پھل آہار جو جمنا رانی اپنے ہاتھ سے پکا دیتی ہے یعنی گرم کُنڈ سے خود بخود تیار کر دیتی ہے۔

سنان : کبھی کبھی سَو سَو فیٹ کی بُلندی سے گرنے والے آبشاروں کے نیچے سنان کی موج لُوٹی جاتی ہے۔ کبھی صدیوں کی جمی ہوئی برف سے تازہ تازہ نکل کر جو جمنا جی آتی ہے اسمیں نہانے کا لُطف اُٹھایا جاتا ہے اور کبھی کبھی کنڈوں (گرم پانی کے قدرتی حوض) کے تتّے (گرم گرم) پانی میں شہنشاہ سلامت غسل فرماتے ہیں۔

چلنا پھرنا : سب جگہ بالکل ننگے بدن سے ہوتا ہے۔"

سُمیرو کی سیر

جمنوتری میں رہتے ہوئے رام بادشاہ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار آلو اور مرچا (پہاڑی اناج) کھاتے تھے اور اِس سے اُنھیں پیٹ کی تکلیف رہنے لگ گئی تھی۔ اِسی دوران اُنہوں نے ایک دن لالہ تُلا رام اور لالہ نارائن داس کو نیچے گھر سالی بھیج دیا۔ اور خود بندر پوچھ کے نام سے مشہور برفستان (ہمالیہ) کی ایک بُلند ترین چوٹی سُمیرو کی سیر کرنے کو نکل پڑے۔ اُس وقت اُن کے جسم پر صرف ایک کوپین (لنگوٹی) تھی اور باقی تمام جسم ننگا تھا۔ یہاں تک کہ اُن کے پاؤں میں جُوتا تک بھی نہیں تھا۔ چوٹی تک اُن کے ساتھ راستہ دِکھلانے اور اِمداد بہم پہنچانے کے لئے پانچ پہاڑی نوجوان تھے جنھوں نے سر سے پاؤں تک گرم کپڑے پہن رکھے تھے۔ سُمیرو تک پہنچتے پہنچتے ان میں سے چار پہاڑی نوجوان برف باری اور قیامت کی سردی سے گھائل ہو کر یکے بعد دیگرے راستے میں ہی گر پڑے جبکہ ایک اُنکے

---
۱ تعریف ۲ خیالی

ساتھ چلنے میں کامیاب ہو گیا ننگے پاؤں و ننگے بدن دوڑتے ہوئے رام بادشاہ چوٹی تک جا پہنچے۔ سُمیرو پر پہنچکر رام بادشاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور وہ وہاں لگ بھگ تین میل تک برف کے لمبے میدان میں دوڑتے چلے گئے۔ آخر کار اُن کے ہمراہی پہاڑی نوجوان نے ایک جگہ اپنا کمبل بچھا دیا۔ جہاں پر رام بادشاہ آرام فرمانے لگے۔ یکایک اُن کی نگاہیں پہلے تو آسمان کی طرف گئیں اور پھر لاکھوں برس پُرانی اُس برف کی طرف گھوم گئیں جہاں سے آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پانی سورج کی تیز دھوپ سے پگھل کر نیچے کی طرف آ رہا تھا جو آگے چل کر دریاؤں کی شکل میں بدل کر بھارت ورش کے میدانی علاقوں کو سیراب کرتا ہے یعنی جن دریاؤں کا پانی ہندوستان کے لوگ پیتے ہیں۔ رام بادشاہ کے دل میں نہ جانے کیا خیال آیا کہ اُنہوں نے ایک دم گرج کر بادلوں اور برف کو حکم دیا:-

"او آسمان! صاف ہو جا۔ ہندوستان پر چھائے ہوئے لاعلمی اور جہالت کے بادلو پھٹ جاؤ۔ دُور ہٹ جاؤ! خبردار! اس خدائی دھرتی پر پھر کبھی نہ منڈلانا۔ چھانا......................................

...... اری ہمالیہ کی برف! تمہیں تمہارے آقا یعنی رام بادشاہ کا حکم ہے کہ تم سچائی کے تئیں وفادار رہو۔ اور پوترتا (پاک پن) کو قائم رکھنے کا برت رکھو۔ یعنی ایسا کرنے کا آج سے پکا ارادہ کرو۔ خبردار! میرے دیش میں (ہندوستان میں) دوئیت (دوئی یا کدورت) سے بھرا ہوا پانی نہ جانے پائے۔ جسے پی کر میرے دیش کے واسیوں (ہموطنوں) کے دلوں میں کسی بھی طرح کا کوئی بھی آپسی بھید نہ پیدا ہو پائے۔"

سُمیرو میں ہی رام بادشاہ چند گھنٹے سیر کرنے کے بعد واپس جمنوتری آ گئے اُنہوں نے یہاں کی سیر کا مفصل حال انگریزی میں قلمبند کیا تھا جو اِنھیں دِنوں انگریزی رسالوں میں شائع ہوا تھا۔

چھایا پتھ یا سُوراستہ

رام بادشاہ جمنوتری سے گھرسالی آ گئے جہاں اُن کے دونوں شِشیہ (لالہ تُلا رام و لالہ نارائن داس) اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ گھرسالی سے ایک راستہ برفستان کے ساتھ ساتھ

گنگوتری جاتا ہے جو بہت ہی دُشوار اور خطرناک ہے جیسے چھایا پتھ یا سُرو راستہ کہتے ہیں اِس راستہ سے گنگوتری تک صرف دو دِن کا سفر ہے جبکہ عام راستے سے جو اُترکاشی سے ہو کر جاتا ہے۔ (اُن دنوں پیدل) ۱۰-۱۲ دِن کا سفر تھا۔ رام بادشاہ نے چھایا پتھ کے راستہ گنگوتری جانا منظور کیا اور مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۵ء کو وہ اُس دُشوار پہاڑی راستے سے جس پر اُن سے پیشتر میدانی علاقہ میں رہنے والا کوئی بھی یاتری اسوقت تک اپنا قدم نہیں رکھ سکا تھا۔ دو دِن میں یعنی ۱۸ ستمبر کو گنگوتری کے قریب دھرالی مقام پر پہنچ گئے تھے۔ دھرالی سے دُوسرے روز وہ گنگوتری آ گئے تھے۔ گنگوتری کی سَیر کرنے کے بعد رام بادشاہ نے لگ بھگ ایک ماہ تک دھرالی میں قیام فرمایا اور یہاں سے وہ روزانہ دُور دراز کے برفستان میں گھومنے نکل جاتے تھے۔ اِسی دوران وہ گومکھ یعنی جہاں سے گنگاجی پرکٹ ہوتی ہیں۔ یعنی نکلتی ہیں بھی تشریف لے گئے تھے۔ گنگوتری میں بیٹھ کر رام بادشاہ نے ایک غزل لکھی تھی جو حسب ذیل ہے۔

بٹھا کر آپ پہلو میں ہمیں آنکھیں دِکھاتا ہے
سُنا بیٹھیں گے ہم سچّی فقیروں کو ستاتا ہے

ارے دُنیا کے باشِندو ڈرو مت ہم کو چھوڑو
یہ شیریں رُوح تو مِری ہے بھنویں ناحق چڑھاتا ہے

سلوٹیں ڈالنا چہرے پہ گنگاجی سے سیکھا ہے
ہے اندر سے تہہ اشیتل اُوپر سے ڈراتا ہے

بناوٹ کی جبیں پُر چیں ہے اُلفت سے مُلبّب دل
بناوٹ چالبازی سے یہ کیوں بھڑے میں لاتا ہے

اگر ہے ذرّہ ذرّہ میں بلکہ لاکھویں جُز میں
تو جُز کُل بھی سب وہ ہے دِگر جھٹ اُڑ ہی جاتا ہے

نِگاہ غور رکھ قایم ذرا بُرقع کو تاکے جا
یہ بُرقع صاف اُڑتا ہے وہ پیارا نظر آتا ہے

تلاطم خیز بحرِ حُسن و خُوبی ہے آ ہا ہا ہا
جو اس وحوش کی کشتی کو دم بھر میں بہاتا ہے

حسینو! حُسن و خوبی سے مری زلفِ سیاہ کاجل
عبث سایہ پرستوں کا پڑا دِل تلملاتا ہے

اے شہرت! اے رُسوائی! اے تہمت اے عظمت
مرو لڑ لڑ کے تم اب رام تو بلّہ چھڑاتا ہے

کیدارناتھ و بدری ناتھ کی یاترا

دھرالی سے براستہ بوڑھے کیدار اور ترجگی نارائن ہوتے ہوئے رام بادشاہ

کیدار ناتھ کے مندر میں پہنچ گئے تھے۔ کچھ روز یہاں قیام کرنے کے بعد وہ مورخہ 3 نومبر ۱۹۰۱ء کو دیوالی سے ایک ہفتہ پیشتر بدری ناتھ دھام میں آگئے تھے جہاں انہوں نے لگ بھگ ۱۰-۱۲ دِن تک قیام فرمایا تھا اور وہاں کے چاروں طرف کے علاقہ مثلاً ویاس گپھا جہاں مہرشی وید ویاس نے بیٹھ کر مہا بھارت کو شری گنیش جی سے لکھوایا تھا۔ وسودھارا ست رپتھ وغیرہ وغیرہ کی خوب سیر فرمائی تھی اُس سال دیوالی کے روز سورج گرہن تھا۔ اور رام بادشاہ نے گرہن ہٹ جانے کے بعد جب غسل فرمایا تو بدری ناتھ کے مندر کے باہر وہیں بیٹھ کر ایک نظم لکھی تھی۔ جو نیچے درج ہے ؎

عشق کا طوفاں بپا ہے حاجتِ میخانہ نیست
خون شراب و دِل کباب و فرصتِ پیمانہ نیست

سخت مخموری ہے طاری۔ خواہ کوئی کیا کچھ کہے
نیست ہے عالم نظر میں وحشتِ دیوانہ نیست

الوداع اے مرضِ دُنیا۔ الوداع اے جسم و جاں
اے عطش اے جوع چلو! اینجا کبوتر خانہ نیست

کیا تجلّی ہے یہ نارِ حُسن شعلہ خیز ہے
مار لے پر ہی یہاں پر طاقتِ پروانہ نیست

مہر ہو۔ ماہ ہو۔ دلستان ہو۔ گلستاں کہسار
موجزن اپنی ہے خوبی صورتِ بیگانہ نیست

لوگ بولے گرہن نے پکڑا ہے سورج کو غلط
خود ہیں تاریکی میں برمن سایہ مجبوبانہ نیست

اُٹھ مری جان جسم سے ہو غرق ذاتِ رام میں
جسم بدر ایشور کی مورت حرکتِ فرزانہ نیست

برمن = غلط فہمی کے شکار اُن براہمنوں سے مُراد ہے جو گرہن کا مطلب راہو کا سورج کو کھا جانے سمجھتے ہیں۔

رام بادشاہ نے اپنے کسی پریمی کو ایک خط کے جواب میں مندرجہ ذیل لائین بدری ناتھ سے ہی دیوالی کے دوسرے روز لکھ کر ارسال کی تھی جس میں اُن کی یعنی رام بادشاہ کی اور بھگوان بدری ناتھ کی یعنی بدری شاہ کی مُلاقات کا ذکر کیا تھا۔

"بدری بادشاہ سے شاہانہ مُلاقات جلسے اُڑ رہے ہیں د۔ چل رہی ہیں محفلیں گرما رہی ہیں رات کو چراغاں کے لطف (یعنی دیپ مالا کا مزہ"

متھرا اور فیض آباد سے دعوت نامے

انھیں ایام میں متھرا اور فیض آباد میں منعقد ہونیوالے رود دھارمک جلسوں میں شرکت کرنے کے لئے رام بادشاہ کو دعوت نامے بدری ناتھ میں موصول ہوئے۔ چنانچہ وہ بدری ناتھ سے (کلپیشور (کلپ کیدار) کے درشن کرنے کے بعد براستہ الموڑہ (نینی تال۔ بھیم تال اور کاٹھ گودام ہوتے ہوئے) مورخہ 25 دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو متھرا تشریف لے گئے۔ لالہ تُلا رام (بعد ازاں سوامی رامانند) اور لالہ نارائن داس (بعد ازاں سوامی نارائن تیرتھ) اُن کے ہمراہ تھے۔ اِس موقعہ پر اُنہوں نے پنجاب سے سوامی گوبند آنند (لالہ گوروداس) کو بھی متھرا بُلا بھیجا تھا۔

بھیم تال میں قیام کے دوران رام بادشاہ نے اپنے کسی پریمی کو بھیجے گئے مندرجہ ذیل ایک خط میں لکھا تھا:-

"ٹِہری سے روانگی کے بعد آج اُتر آکھنڈ (ہمالیہ کا علاقہ گڑھوال) کی پہاڑیوں کا دلکش دَور یعنی چھ سو میل کا چھوٹا سا سفر (گھومنا) ختم ہو گیا

اس وقت ٹھیک دوپہر ہے۔ بھیم تال کی لمبی چوڑی جھیل چمکتے ہوئے سُورج کی سُنہری کرنوں سے دمک رہی ہے جوانی کے نشے میں چُور پہاڑیاں ہرے ہرے دوشالوں کے گھونگھٹ میں اپنے چہرے چھپائے ہوئے چاروں طرف سے آنکھیں چڑھائے تاک رہی ہیں۔

ایک چھوٹی سی سفید رنگی ہوئی کشتی رام کو لیکر جھیل کی وسیع ہموار اور شانت چھاتی پر تیر رہی ہے جیسے مہادیو کے ماتھے پر دُوج کا چندرماں کھیلتا ہو۔"

گیارھواں باب

دھرم مھوتسو متھرا کی صدارت

غالباً ۱۹۰۱ء کے آخری ہفتہ یا ۱۹۰۲ء کے شروع کے ایام میں آچاریہ سوامی شوگن چندر نے متھرا میں ایک رلیجیس کانفرنس (مذہبی جلسہ) بُلائی تھی جس کے انتظامات بہت اعلیٰ پیمانے پر کئے گئے تھے۔ یہ جلسہ کئی روز تک چلتا رہا۔ رام بادشاہ نے اِس جلسے کی صدارت فرمائی تھی بحالت سنیاسی وہ پہلی مرتبہ متھرا کے جلسے میں تشریف لائے تھے۔ روزانہ ہزاروں لوگ پنڈال میں جلسہ شروع ہونے سے قبل جمع ہو جاتے تھے جن میں شہر کے پڑھے لکھے طبقہ کے لوگ اور افسران زیادہ تعداد میں ہُوا کرتے تھے۔ ایک دن رام بادشاہ نے شام کے وقت جمنا جی کے کنارے کھُلے میدان میں لیکچر دیا تھا جہاں پر بھی ہزاروں لوگ اُن کا وِیاکھیان سُننے پہنچ گئے تھے جبکہ اُن سب کو گھنٹوں ریت پر بیٹھنا پڑا تھا۔

کنور (راجہ) مہندر پرتاپ کو اُپدیش

اِنھیں دِنوں (دورانِ جلسہ) متھرا کے قریب ایک چھوٹی سی ریاست کے کنور مہندر پرتاپ اپنے بڑے بھائی کنور کشوری سنگھ کے ہمراہ رام بادشاہ کا لیکچر سُننے متھرا آئے تھے۔ ایک دن اِن دونوں بھائیوں کو سوامی رام تیرتھ نے علیحدگی میں بُلا کر دورانِ بات چیت ، اُپدیش دیا تھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہی کنور مہندر پرتاپ بعد میں "آریان پیشوا" راجہ مہندر پرتاپ کے نام سے جنگِ آزادی کے نامور سپہ سالار ہوئے۔ جنھیں اُسوقت آزاد ہند سرکار کا (کابل میں) پہلا راشٹر پتی بنایا گیا تھا۔ راقم الحروف راجہ مہندر پرتاپ سے (سوامی رام تیرتھ سے ہوئی اُن کی مُلاقات کے سلسلے میں جانکاری حاصل کرنے کی غرض سے) مسوری میں مِلا تھا۔ اُس وقت راجہ صاحب کی عُمر نوّے سال سے اُوپر تھی۔ اُنہوں نے رام بادشاہ سے مُلاقات کے

چشم دید واقعات خود اپنی قلم سے لکھ کر مجھے اِرسال کیے تھے جو رام تیرتھ کیندر میں موجود ہیں راجہ مہندر پرتاپ اب اِس دُنیا سے رحلت فرما چکے ہیں۔

شری سُرجن لال پانڈے (مہاتما شانتی پرکاش) کو خواب میں رام کے درشن

فروری ۱۹۰۲ء کے شروع میں سادھارن دھرم سبھا فیض آباد کا دوسرا سالانہ جلسہ تھا رائے بہادر لالہ رام شرن داس سبھا کے پردھان تھے اور شری سُرجن لال مُلازم دفتر کمشنر فیض آباد (بعد ازاں مہاتما شانتی پرکاش سابق پریذیڈنٹ رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ (رام تیرتھ پرتشٹھان) لکھنؤ) منتری تھے۔ غالباً ۱۹۰۱ء کے اکتوبر کے آخری ہفتہ میں جن دِنوں آپ سبھا کے ہونیوالے جلسہ میں کسی وِدوان مہاتما کو بُلانے کے لئے سوچ وِچار کر رہے تھے ایک رات آپ کو خواب میں رام بادشاہ کے درشن ہوئے۔ جنھیں آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خواب میں ہی آپ کو کسی نے یہ بھی کہا تھا کہ اس وقت تمام دُنیا میں سب بڑے مہاتما رام بادشاہ ہی ہیں۔ اور وہ اُسوقت بدری ناتھ میں ہیں چنانچہ اِسی واقعہ سے متاثر ہو کر شری سُرجن لال نے ایک پوسٹ کارڈ رام بادشاہ کا نام لکھ کر بدری ناتھ روانہ کر دیا۔ اِسے پرماتما کی ہی مرضی کہا جائے گا کہ وہ پوسٹ کارڈ نومبر ۱۹۰۱ء میں رام بادشاہ کو بدری ناتھ میں مل گیا۔ اور اُنہوں نے اس کے جواب میں لکھ دیا "رام فیض آباد ضرور آئے گا" بس پھر کیا تھا تمام فیض آباد میں اس بات کی چرچا پھیل گئی کہ جو مہاتما خواب میں شری سُرجن لال پانڈے کو نظر آئے تھے وہ جلسہ میں تشریف لائیں گے۔

رام بادشاہ بمع لالہ نارائن داس بذریعہ ریل گاڑی فیض آباد پہونچ گئے اور شری سُرجن لال پانڈے ان کے درشن کرتے ہی اپنے ہوش و حواس کھو کر اُن کے قدموں میں گر پڑے۔ اور رام بادشاہ نے اُنھیں اسی وقت اُٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ رام بادشاہ نے فیض آباد کے جلسے میں بطور مہمان خصوصی حصہ لیا تھا

فیض آباد میں رام بادشاہ کے حکم سے کئی دِنوں تک متواتر بارش کا نہ ہونا

اُن دِنوں فیض آباد میں کئی دِنوں سے روزانہ بارش ہو رہی تھی اور آسمان پر

ہر وقت کالے کالے بادل چھائے رہتے تھے۔ موسم کی اس خرابی کو دیکھ کر جلسہ کے منتظمان نے بجائے کھُلے میدان کے ایک بہت بڑے ہال کمرہ میں جلسہ کرنے کا بندوبست کر دیا تھا۔ جب رام بادشاہ کو اس راز کا پتہ چلا تو وہ کھِل کھِلا کر ہنسے اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے:۔

"Rama has now come, nothing can remain gloomy. Let the atmosphere also be cheerful."

"اب رام آ گیا ہے۔ بادلوں کی آلودگی اور غمگینی نہیں رہ سکتی۔ اب مطلع کو بھی خوش و بشّاش یعنی صاف رہنا چاہیئے۔"

اُن کی زبان مُبارک سے یہ لفظ نکلے ہی تھے کہ آسمان پر چھائے ہوئے بادل فوراً چھٹ گئے اور سُورج کی روشنی سے سارا شہر جگمگانے لگا اور ایسا متواتر کئی دِنوں تک رہا۔ سادھارن دھرم کا جلسہ کھُلے میدان میں ہی منعقد کیا گیا۔

مولوی محمدؐ مرتضٰے علی خاں کا رام کا بھگت ہونا

فیض آباد کے جلسہ میں ہندو، مُسلمان، وعیسائی وغیرہ مذہب کے پیروکاروں نے ایک مُشترکہ پلیٹ فارم سے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ایک دِن دورانِ جلسہ رام بادشاہ بوجہ جسمانی بیماری کے لیکچر نہ دے سکے اور ان کی جگہ لالہ نارائن داس نے آتما پر لیکچر دِیا تھا جو کہ اُن کی زندگی میں پہلا موقعہ تھا۔ اپنی تقریر کے دوران اُنہوں نے رام بادشاہ کی جب مندرجہ ذیل کویتا۔ "بھاگ کلجگ بھاگ"۔ پڑھی تو جلسہ میں اہلِ اسلام کی طرف سے حاضر مولوی محمدؐ مرتضٰے علی خاں ایک دم گرم ہو کر بگڑ بیٹھے کیونکہ کویتا میں یہ کہا گیا تھا کہ "اے کلجگ تُو اب بھاگ۔ تجھے رام کا حُکم ہے بھاگ جا"۔ مولوی صاحب رام کے لفظ پر بگڑ گئے تھے اور لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب کی ایسی حالت کو دیکھ کر رام بادشاہ نے اُنھیں اس مسئلے پر بات چیت کرنے کے لئے دو سرے دِن تشریف لانے کے لئے فرمایا اور

کہا کہ۔ رام سے مُراد ہاڈ۔ مالنس یعنی جسم سے نہیں بلکہ اُس رام سے ہے جو کہ ذرّہ ذرّہ میں سمایا ہُوا ہے۔ اگلے دِن مولوی صاحب ہمراہ اور بھی کئی مولویوں کے وہاں جلسہ مین بحث کرنے کے خیال سے نہیں بلکہ لڑائی جھگڑا کرنے کے اِرادہ سے تشریف لائے لیکن جُوں ہی جلسہ میں کھڑے ہو کر اُن کی آنکھیں رام بادشاہ کی مست آنکھوں سے چار ہوئیں وہ وہیں پتھر کی مُورت بن گئے اور اُن کی زبان سے ایک بھی لفظ نہ نکل پایا۔ چند منٹ تک اُن کا یہ عالم رہا اور پھر ہوش میں آنے پر اُن کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہہ نکلے اور وہ ہاتھ جوڑ کر بولے کہ — اے رام! مَیں تجھ کو ایسا نہیں جانتا تھا۔ اب میرے قصور معاف کر۔"

بعد ازاں مولوی صاحب مئے معرفت (اپنے ذاتی آنند میں) میں ہر وقت مخمور و مست پڑے رہتے تھے۔ اور رام بادشاہ کے ساتھ غیر مُلکوں تک میں جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ حالانکہ مولوی صاحب کی یہ خواہش اطلاع بعد میں ملنے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی۔ جلسہ میں لالہ نارائن داس نے جو کویتا پڑھی تھی وہ اس طرح تھی۔

جاؤ کلجگ یہاں سے جاؤ تُم — بھاگو بھارت سے پھر نہ آؤ تم
حُکم ناطق ہے رام کا تُم پر — بندھے بستر کو اب اُٹھاؤ تم
ہند ہی رہ گیا ہے کیا تُم کو — آگ میں۔ جل میں۔ سر چھپاؤ تم

ایودھیا ناتھ کو گودی میں اُٹھانا

شری سُرجن لال پانڈے کے فرزند ایودھیا ناتھ (موجودہ شری ایودھیا ناتھ سنہا ریٹائرڈ آفیسر دفتر ایکسائز کمشنر یو۔پی و سکریٹری رام تیرتھ پرتسٹھان لکھنئو) اُس وقت دُودھ پیتے بچے ہی تھے کہ ایک مرتبہ وہ رام بادشاہ کو اپنے مکان سے باہر جاتے ہوئے دیکھ کر اِسقدر روئے تھے کہ آخر کو مجبور ہو کر رام بادشاہ نے اس ننھے بچے کو اپنی گودی میں اُٹھایا اور اُس کی طرف مست نگاہوں سے دیکھ کر اُسے یہ کہہ کر واپس اُس کے دادا کی گودی میں دے دیا کہ — "تُم آنند مجسّم ہو۔ تمہیں رونے سے کیا کام ہنسو۔" رام بادشاہ کا اِتنا فرمانا تھا کہ ننھا ایودھیا ناتھ کِلکاری مار کر ہنسنے لگا اور تمام لوگ حیران ہو گئے۔

رام بادشاہ کی بھگوان رام کی جنم بھومی (ایودھیا) کی پیدل یاترا

جلسہ ختم ہونے کے بعد رام بادشاہ ایک دن بھگوان رام کی جنم بھومی ایودھیا کے درشن کرنے تشریف لے گئے تھے۔ فیض آباد کے نواسیوں نے آپ کے لئے ایک بند گھوڑا بگھی کا انتظام کر دیا جس میں آپ سوار ہو کر بطرف ایودھیا چل دیئے۔ ابھی مشکل سے آپ شہر سے باہر ہی پہونچے ہوں گے کہ آپ نے یہ کہہ کر بگھی پر بیٹھنے سے انکار کر دیا کہ۔ رام اپنی جنم بھومی جا رہا ہے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ رام بادشاہ اپنی جائے پیدائش مُرالی والا جب بھی جاتے تھے تو گوجرانوالہ سے پیدل ہی جاتے تھے۔ گوجرانوالہ سے مُرالی والا اور فیض آباد سے ایودھیا کی دُوری بھی لگ بھگ یکساں ۶ میل ہے۔ لہٰذا سوامی رام تیرتھ ایودھیا تک پیدل ہی تشریف لیگئے اور باقی لوگ بھی انکے ہمراہ پیدل ہی گئے

رام بادشاہ کی لکھنؤ آمد

فیض آباد میں رام بادشاہ کے لیکچروں کی دُھوم مچ گئی تھی۔ لکھنؤ اور بارہ بنکی وغیرہ شہروں سے بھی لوگ اُن کے لیکچر سُننے فیض آباد پہونچے تھے۔ اِسی وجہ سے بابو گنگا پرشاد ورما۔ ایڈیٹر "ہندوستانی" "ایڈوکیٹ" جنھیں لکھنؤ کا "بے تاج بادشاہ" کہا جاتا تھا کے پُرزور دعوت نامے پر آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور اُنھیں کے مکان پر آپ نے چند روز قیام فرمایا تھا لکھنؤ میں آپ کے کئی ایک لیکچر و اُپدیش بھی ہوئے تھے۔

نارائن داس کا سنیاس لینا

لکھنؤ میں رام بادشاہ نے لالہ نارائن داس کو خود اپنے ہاتھوں سے سنیاس آشرم میں داخل ہونے کے لئے دِکھشا دی تھی۔ اور اُن کا نام سوامی نارائن تیرتھ مقرر کیا تھا لکھنؤ سے بوقت روانگی آپ اور سوامی نارائن تیرتھ گاڑی میں اکٹھے سوار ہوئے لیکن آگے چل کر آپ بطرف ہردوار اور دہرہ دُون چلے گئے اور سوامی رام تیرتھ کو علاقہ سِندھ کی طرف بھیج دیا۔

ڈیرہ دُون میں بابو جیوتی سروپ سے مُلاقات

بابو جیوتی سروپ دہرہ دُون کی مایۂ ناز ہستی تھے۔ آریہ سماج ڈیرہ دُون کے پردھان بھی تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی سبھاؤں اور سوسائیٹوں کے

کارکن اعلیٰ تھے۔ پیشہ سے وکیل تھے لیکن بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ اِن کی بیوی شریمتی مہادیوی نے ڈیہرہ دُون میں (۱۹۰۲ء سنہ) سوامی رام تیرتھ سے مدعو ہو کر اپنے گھر میں ایک پاٹھ شالہ جاری کی تھی جو موجودہ وقت میں "مہادیوی کنیا مہاوِدیالیہ" کے نام سے لڑکیوں کی تعلیم کا بہت بڑا کالج ہے۔ بابُو جیوتی سروپ اور شریمتی مہادیوی کی اِنھیں ایام میں ڈیہرہ دُون میں رام بادشاہ سے مُلاقات ہوئی تھی۔ بعد ازاں بابو جیوتی سروپ اور شریمتی مہادیوی آپ کے پرم بھگت ہو گئے تھے۔ اِن دِنوں رام بادشاہ مندرجہ ذیل غزل (جو اُن کی نوٹ بک میں درج تھی اور اب رام ورشا میں شائع ہو چکی ہے) ہر وقت گُنگُناتے رہتے تھے ؎

اگر ہے شوق ملنے کا آپس[1] کی رمز پاتا جا!
جلا کر خودُ نمائی کو بھسم[2] تن پہ لگاتا جا!
پکڑ کر عشق[3] کا جھاڑو صفا کر دل کے حُجرے کو
دوُئی[4] کی دُھول کو لیکر مصلّے پر اُڑاتا جا!
مُصلّے پھاڑ تسبیح توڑ کتابیں ڈال پانی میں
پکڑ کر دستِ مستوں کا نجانند[5] تو پاتا جا!
نہ جا مسجد نہ کر سجدہ۔ نہ رکھ روزہ۔ نہ مر بھوکا
وضوُ کا توڑ دے کوزہ شراب[6] شوق پیتا جا!
ہمیشہ کھا ہمیشہ پی۔ نہ غفلت سے رہو اِکدم
آلیس تو خوُد خُدا ہو کے خدا خود ہو کے رہتا جا!
نہ ہو مُلّاں۔ نہ ہو قاضی۔ نہ خلکا پہن شیخوں کا
نشے میں سیر کر اپنی خوُدی کو تو جلاتا جا!
کہے منصور سُن قاضی! نوالا[7] کفر کا مت پی
اناالحق[8] کہو شبوُتی سے تو یہی کلمہ پکاتا جا!

---

(۱) سروُر ذات (۲) راکھ (۳) بھگتی (عبادت) (۴) تو اور میں کا جھگڑا (۵) اپنے اندر کی مستی (۶) ایشور کے نام کی مستی کی شراب (۷) "میں بندہ ہوُں" اس خیال میں رہنا (۸) "میں خُدا ہوں" یعنی اپنی ہستی (جو کہ خدا کی ہی ہستی ہے) کو جاننا۔

بارہواں باب

ہمالیہ کے جنگلوں میں بشرام

غالباً مارچ سنہ 1902ء کے شروع میں رام بادشاہ ڈیہرہ دون سے مسوری آگئے تھے اور وہاں سے کسی ایکانت استھان کی تلاش کرتے کرتے ہمالیہ کے جنگلوں میں ٹیہری کے قریب کوڑیا نام کے مقام پر آپہنچے جہاں قدرتی گلوں سے شگفتہ ایک وسیع میدان تھا جس کے چاروں طرف گھنا جنگل اور اونچے اونچے پہاڑ تھے کوڑیا جسے کوڑیا چٹی یعنی پراؤ بھی کہتے ہیں میں اُس وقت ایک قدیمی قلعہ کی شکل کا ایک پرانا محل تھا۔ ریاست ٹیہری کے افسران یا مہاراجہ کے ٹھہرنے کے لئے ایک خوبصورت بنگلہ تھا۔ کیونکہ ریاست کے مہاراجہ یا اہلکار جو ٹیہری سے کہیں باہر جاتے تھے تو وہ براستہ کوڑیا۔ کدّو کھال۔ ڈیہرہ دون پیدل یا گھوڑوں پر ہی جاتے تھے۔ کوڑیا چٹی ٹیہری سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہاں سے اتنی ہی دوری پر کدّو کھال چٹی ہے۔ رام بادشاہ کے ہمراہ آگرہ کے ریٹائرڈ جج رائے بہادر لالہ بیج ناتھ بھی تھے جو اُن کے پرم بھگت تھے۔ کوڑیا میں رام بادشاہ نے بالکل ایکانت جگہ میں رہنا پسند کیا جبکہ لالہ صاحب نے اپنا قیام بنگلہ میں فرمایا لیکن وہ جلدی ہی یہاں سے اُکتا کر واپس چلے گئے تھے کیونکہ یہاں کے بیابان جنگلوں میں اکیلے پڑے رہنے سے اُن کا دل نہیں لگ سکا۔ رام بادشاہ کی مستی کا یہ عالم تھا کہ ہر روز ۱۲ میل کی پیدل سیر کر آتے تھے اور پھر اپنی ذات دا آتما میں ڈوبے رہتے تھے۔ نہ انھیں دن کی ہوس تھی اور نہ رات کا ہی دھیان تھا۔ رام بادشاہ نے اس مقام پر لگ بھگ تین یا چار ماہ تک بشرام کیا تھا کوڑیا میں رہتے ہوئے آپ ٹہر کنڈا دیوی کے استھان (مندر) میں بھی گئے تھے جو وہاں سے نزدیک ہے اور لگ بھگ دس ہزار فٹ کی اونچائی پر واقعہ ہے جہاں سے بدری ناتھ کیدار ناتھ۔ گنگوتری جمنوتری اور سمیرو وغیرہ کی چوٹیاں صاف دکھائی دیتی ہیں۔

میاں محمد حسین خاں آزاد کا رام بادشاہ سے عشق

میاں محمد حسین خاں آزاد۔ دامن کوہ سُلیمان کے رہنے والے پٹھان تھے اور لیّہ (اُس وقت غالباً ضلع میانوالی اور اب ضلع لیّہ۔ پنجاب حال پاکستان) میں رہتے تھے۔ مُنشی فاضل اور مولوی فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ سنسکرت اور ہندی کے بھی عالم تھے دُنیا کی تمام مذہبی کُتب مثلاً توریت۔ زبور۔ اِنجیل قرآن۔ گیتا۔ اور گورو گرنتھ وغیرہ کا اُنھیں اچھا خاصا گیان تھا۔ شاعر بھی تھے۔ شاید اُن دِنوں لیّہ کے گورنمنٹ اسکول میں مدرس تھے۔ یا وہاں کی میونسپل کمیٹی کے سکریٹری تھے تارک الدُنیا لوگوں کے عشق میں دہلی تک بھی گھوم آئے تھے۔ جناب خِضر خاں صاحب آپ کے اکلوتے فرزند ہیں جو آپ کے ہی نقشِ قدم پر چلکر لیّہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ رام بادشاہ کے ماہنامہ "الف" کو باقاعدہ پڑھتے تھے اور اُسی کے ذریعہ ہی اُنھیں اُن سے عِشق ہو گیا تھا اور ہر وقت تصوف (ویدانت) کے رنگ میں ڈوبے رہتے تھے۔ غالباً آزاد صاحب کی ہی لکھی ہوئی یہ مندرجہ ذیل غزل (جو رام بادشاہ کی نوٹ بک میں درج تھی اور اب "رام ورشا" کے عنوان سے شائع شُدہ ایک کتاب میں بھی شائع ہو چکی ہے) ہے جسے رام بادشاہ مستی میں پڑھ کر جھُوما کرتے تھے۔ ؎

ہے عارفوں کے دِل میں بھگون! مقام تیرا
اور دیدیا بھگتوں کے لب پر ہے نام تیرا

کاشی کے بُتکدوں میں کچھ تو نہیں مُقیّد
ہر جا ہے تیرا مندر ہر جا ہے دھام تیرا

جیتے ہیں تم کو پیارے دُنیا کے جیو سارے
ہستی کا تیری شاہد ہر ایک کام تیرا

دِل صاف کر لیا ہے دُنیا کی مَل[1] سے جس نے
وہ دیکھتا ہے دِل میں درشن مدام تیرا

آزاد کو سکھا دو پریتی کی راہ اپنی
جس سے امر ہو پی کر امرت کا جام تیرا

مقام کوڑیا میں رہتے ہوئے رام بادشاہ اور آزاد صاحب کا بذریعہ خط و کتابت سیدھا تعلق ہُوا تھا۔ آزاد صاحب کو رام بادشاہ کے موجودہ ٹھکانہ کا پتہ سری نارائن سوامی (شاگرد رام بادشاہ) سے اِنھیں دِنوں مقام لیّہ میں ہی مِلا تھا جو بحکم رام بادشاہ علاقہ

[1] مَل = بُرائی (میل)

کی طرف جاتے ہوئے راستے میں مُلتان اور لیہ وغیرہ مقامات پر چند روز ٹھہرے تھے۔
آزاد صاحب نے رام بادشاہ کے ایک خط کے جواب میں اپنی قلبی حالت کا ذکر کرتے ہوئے انھیں مندرجہ ذیل شعر لکھ دیا۔ ع

"ہے آزادگی عیاں مری لفظ صرف آزاد سے
دیکھ لو آزاد ہیں سب حرف لفظ آزاد کے"

چونکہ اُردو میں آزاد لکھتے وقت چاروں حروف (آ + ز + ا + د) ایک دوسرے سے بالکل جُدا جُدا رہتے ہیں اور آزاد کے لفظی معنی بھی یہی ہوتے ہیں لہذا آزاد صاحب نے گویا اپنا انٹروڈکشن (تعارف) اپنے تخلص (آزاد) سے ہی شاعری میں لکھ دیا تھا۔ رام بادشاہ جو کہ خود اردو۔ فارسی۔ انگریزی، اور پنجابی کے نامور شاعر تھے نے جب مذکورہ بالا شعر پڑھا تو ہنس دیئے اور اُنہوں نے آزاد صاحب کو اُسکے جواب میں مندرجہ بالا شعر لکھ کر یہ سمجھایا کہ آپ بلیک آزاد ہیں لیکن اگر آپ اپنی آزادگی کو لفظوں میں بیان کرنا چاہتے ہیں تو پیارے ابھی آزاد لفظ میں نقطہ یعنی داغ لگا ہوا ہے پہلے اُسے مِٹانا یا ہٹانا ضروری ہے کیونکہ اگر آپ کو دُنیاداری کا کوئی بھی تعلق یعنی داغ لگا رہا تو آپ آزاد کیسے ہوسکتے ہیں۔ لہذا پہلے اس نقطہ کو ہٹایئے اور پھر رام کی مانند آزاد ہو جایئے جس کے تینوں حرف (ر + ا + م) بھی آزاد یعنی جُدا جُدا ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ رام کے لفظ میں کوئی نقطہ (یعنی داغ) بھی نہیں ہے۔ لہذا اگر صحیح معنوں میں آپ آزاد ہونا چاہتے ہیں تو پیارے آپ بھی رام بنیں۔ ع

"تعلق سے بَری ہونا حروف رام کی مانند
ہر اِک پہلو سے نقطہ داغ ہٹ جانا مُبارک ہو"

مذکورہ بالا شعر کو پڑھتے ہی آزاد صاحب رام بادشاہ پر فِدا ہوگئے اور اُنھوں نے جھٹ رام بادشاہ کی خدمت میں لیہ سے ٹیہری کے جنگلوں میں حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اور لکھا۔

"........ اگر آزاد۔ رام کے درشن کرنے آئے تو آزاد وقاتِ صافی

دام میں رام بادشاہ کے تئیں بابِ خاطر تو نہ ہوگا ...."

رام بادشاہ نے اِس کا جواب اِس طرح دیا تھا۔

پیارے آزاد رام!

کیا راقم کے لئے ابھی تک دُنیا کی کسی بھی چیز کا بابِ خاطر ہونا ممکن ہی رہا؟

یہاں تو ہر شے کو رام کے تئیں مژدۂ وصل دیئے بغیر چارہ نہیں۔ ؎

کلیدِ عشق کو سینہ کی دیجئے تو سہی — مچا کے لُوٹ کبھی سیر کیجئے تو سہی
غضب کی قابلِ غارت ہے دِلّی دِل تو — شتاب فتوے نادر بھی دیجئے تو سہی
جلا کے خانہ و اسباب مثلِ نیرو کے — مزا سرود کا شعلوں کا لیجئے تو سہی
کرو شہیدِ خودی کے سوار کو رو کر — یہ جسمِ دُلدُل بے یار کیجئے تو سہی
ہے خُم تو مئے سے لبالب پیاسہ کامی کیوں — تو توڑ مُہرِ خودی مے بھی پیجئے تو سہی
اُڑا پتنگ محبت کا چرخ سے بھی دُور — خرد کی ڈور کو اب چھوڑ دیجئے تو سہی
مزا دکھائیں گے کہدو جو رام میں ہی ہوں — زمین زماں کو بھی یوں کیجئے تو سہی

پرماتما کی مرضی کہ آزاد صاحب اور رام بادشاہ کی جسمانی مُلاقات (شاید بوجہ دُوری) تو نہ ہو سکی لیکن اَنتر آتما یعنی اُن کی رُوحوں کا مِلاپ تو ہو ہی چکا تھا رام بادشاہ کے جسمِ فانی کی موت پر میاں محمد حسین آزاد نے جو خیالات قلمبند کئے تھے وہ اسی کتاب کے آخیر میں درج کئے ہیں جن کو پڑھ کر آدمی سکتہ میں آجاتا ہے۔

مہاراجہ کیرتی شاہ سے مُلاقات

ریاست ٹیہری (گڑھوال) کے سابق مہاراجہ شری کیرتی شاہ اِنھیں دِنوں اُسوقت کے انگریز وائسرائے سے کسی اَمر کے لئے مِلنے کی خاطر ٹیہری سے ڈیہرہ دُون آرہے تھے، اور راستے میں انہوں نے کوڑیا مقام میں پڑاؤ ڈالا کوڑیا میں اُنھیں رام بادشاہ کی رہائش کی خبر پاکر از حد خوشی ہوئی۔ کیونکہ اُنھوں نے رام بادشاہ کی بابت پہلے ہی بہت کچھ سُن رکھا تھا اور دُوسرے وہ خود بھی عارفوں اور عالموں کے مِلنے کے بڑے خواہشمند رہتے تھے اِس بات کا ذکر کر دینا بھی موزوں ہوگا کہ مہاراجہ کیرتی شاہ ہربرٹ سپنسر کے خیالات سے

متاثر ہو کر خدا کی ہستی سے اعتقاد کھو چکے تھے یعنی اگنوسٹک (ناستِک) بن گئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے اِن خیالات کو رفع کرنے کی خاطر ٹیہری میں کئی مرتبہ تمام مذہبوں کے عالموں کی بیٹھک بھی بُلائی مگر اُن کے دِل پر کسی کا اثر نہ ہو سکا۔ اور وہ خُدا کی ہستی کو ماننے سے ہی مُنکر ہو گئے تھے۔

اس موقعہ کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے مہاراجہ صاحب نے اپنے وزیر کو رام بادشاہ کی خدمت میں بھیجکر اُن سے مُلاقات کرنے کی اِجازت مانگی۔ رام بادشاہ تو مست تھے اور اپنی مرضی کے مالک تھے۔ نہ جانے اُن کے دِل میں کیا خیال آیا اور وہ وزیر صاحب کے ساتھ ہی مہاراجہ کے کیمپ کی طرف چل دیئے۔ جب مہاراجہ نے رام بادشاہ کو اپنی طرف ہی آتے ہوئے دیکھا تو وہ ننگے پاؤں اُن کے سواگت کے لئے دوڑ پڑے اور اُنھیں باعزت اپنے کیمپ میں لے آئے۔ مہاراجہ نے وہ ہی اپنا پُرانا سوال اُن کے آگے رکھا کہ خُدا کہاں ہے؟ مہاراجہ کا یہ کہنا تھا کہ وہاں رام کا دربار لگ گیا اور دوپہر ۲ بجے سے شام 5 بجے تک رام بادشاہ نے نہ صرف مہاراجہ کو خُدا کی ہستی کا سچّا اور پکّا قائل بنا دیا بلکہ وہ اُن کے قدموں میں گر پڑے اور اپنی بھُول کی معافی مانگنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تھی رام بادشاہ کی شخصیت اور ذات کا اثر۔ جس نے ایک ناستِک کو آستِک بنا دِیا۔ مہاراجہ کیرتی شاہ کی عرض پر رام بادشاہ نے آئندہ ٹیہری میں اُنھیں کے پاس ٹھہرنا قبول کر لیا اور مجلس ختم ہو گئی۔

پرتاپ نگر میں قیام

مہاراجہ کیرتی شاہ کے دعوت نامہ پر رام بادشاہ لگ بھگ جُون ۱۹۰۲ء میں ٹیہری آ گئے تھے جہاں اُن کے ٹھہرنے کا بندوبست ریاست ٹیہری کی طرف سے ایک ایکانت اِستھان غالباً سملاسُو کے گیسٹ ہاؤس میں کیا گیا تھا۔ مہاراجہ نے ٹیہری میں داخل ہونے پر خود رام بادشاہ کا شاندار استقبال کیا۔ ٹیہری میں چند روز کے قیام کے بعد آپ ریاست ٹیہری کے شاہی خاندان کے ہمراہ پرتاپ نگر تشریف لے گئے جہاں مہاراجہ ہر سال گرمی کے موسم میں چلے جایا کرتے تھے کیونکہ ٹیہری میں گرمی خوب پڑتی تھی۔ اور یہ مقام بُلندی پر ہونے کی وجہ سے ٹھنڈا تھا۔ پرتاپ نگر میں بھی رام بادشاہ بستی کے باہر جنگل میں ٹھہرے تھے اور ہفتہ میں ایک بار رام باغ میں تشریف لاتے تھے جہاں مہاراجہ کیرتی شاہ۔ اُن کی ماتا شرِمتی گُلیریا اور چھوٹے

بھائی کنور وچیتر سنگھ بھی موجود ہوتے تھے اور وہیں گھنٹوں ست سنگ (ذکرِ خدا) ہُوا کرتا تھا

رام بادشاہ کے مُطابق پرمیشور کا دھیان کرنے کا طریقہ

انھیں دِنوں متھرا نواسی لالہ نند کشور نے رام بادشاہ کی خِدمت میں ایک خط ارسال کیا تھا جس میں اُنھوں نے پرمیشور (خُدا) کا دھیان کرنے یا سادھنا کا طریقہ دریافت کیا تھا۔ رام بادشاہ نے اُنھیں جواب میں لکھا تھا:

"پیارے! صبح و شام ایکانت (تنہائی) میں بیٹھ کر پرمیشور کا ایسے طور سے دھیان کرو کہ دل میں سما جائے یا یُوں کہ دِل اُس میں محو ہو جائے۔ مثلاً

ایسے پرکاش کے رُوپ (نُور) میں دھیان کرو کہ سُورج کے نُور سے بھی تیز۔ اور چاند کی روشنی سے بھی زیادہ ٹھنڈک بھرا ہو۔ اور تمام کائنات میں بھر پُور ہو۔

ایسے پرکاش (نئے نور سے لبالب) دھیان میں کچھ دیر لین (غرق) ہو جاؤ۔ پھر چِت میں یہ بھاؤ (عقیدہ یا نیت) بھر لاؤ کہ یہ جسم و اِسم میرا نہیں۔ پرکاش سرُوپ پرماتما کا ہے۔ اور وہ پرکاش سرُوپ آتما میرا ہے۔ گویا جسم و اِسم کو بیچ دو اور اُس جیوتی سرُوپ آتما (اپنی ذات) کو خرید لو۔ جسم اور جسمانی ضروریات پرماتما کے حوالے کر دو۔ وہ جانے اُس کا کام۔ پرماتما کو تم اپنا کر لو۔ بھُولنے نہ پائے۔ اپنا آرام۔ اپنا چین اور راحت پرماتما میں رکھو (قرار دو)

ع تم ہمارے ہو ہم تمھارے ہیں۔

نیز چلتے پھرتے بیٹھے کھڑے اپنے مَن میں اوم (ॐ) یہ منتر جپتے رہا کرو۔

"مَیں ہی تو ہُوں" پرتاپ نگر میں رام بادشاہ اپنی ذات کی مستی میں ہمیشہ غرق رہتے تھے اِنھیں ایّام میں اُنہوں نے۔ گیانی۔ کے عنوان سے مندرجہ ذیل ایک نظم جس میں اُن کی اپنی ہی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کی ایک جھانکی درج ہے۔ لکھی تھی۔ جسے اُنہوں نے سوامی شوگن آچاریہ کو متھرا ارسال کیا تھا۔ ؎

(۱) سماں دوپہر ماہ تھا جون کا ۔ جگہ کی جو پوچھو خطِ اُستوا
تمازت نے لُو کو دیا سب جلا ۔ حرارت سے تھا ریگ بھی بھونتا
بدن موم ساں تھا پگھلتا پڑا ۔ پہ لب سے تھا خندہ پرویا ہُوا

کہ گرمی کی بھی جان مَیں ہی تو ہُوں
عناصر کے بھی پران میں ہی تو ہُوں

(۲) سماں نیم شب ماہ تھا جنوری ۔ ہمالہ کی برفیں سیاہ رات تھی
برف کی لگی اُس گھڑی اِک جھڑی ۔ تھمی برف باری تو آندھی چلی
بدن کی تو گت بیدِ مجنوں سی تھی ۔ پہ دل میں تھی طاقت لبوں پر ہنسی

کہ سردی کی بھی جان میں ہی تو ہُوں
عناصر کے بھی پران میں ہی تو ہُوں

(۳) بیابان تنہا۔ لق و دق غضب ۔ اِدھر معدہ خالی اُدھر خشک لب
اُٹھائی نگہ سامنے اے عجب! ۔ لڑی آنکھ اک شیرِ غراں سے تب
یہ تیزی سے گھورا گیا شیر دب ۔ جلالِ جمالی تھا۔ جیون میں اب

کہ شیروں کی بھی جان میں ہی تو ہُوں
سبھی خلق کے پران مَیں ہی تو ہُوں

(۴) بلا منجدھار میں آ کشتی گھری ۔ یہ کہتا تھا طوفاں کہ ہُوں آخری
تھپیڑوں سے جھٹ پٹ چٹاں وہ چری ۔ اُدھر بجلی بھی وہ گری وہ گری!
تبسم میں جرأت بھری تھی نری ۔ تھا تھامے ہُوئے بالس جوں بانسری

کہ طوفاں کی بھی جان میں ہی تو ہُوں
عناصر کے بھی پران مَیں ہی تو ہُوں

(۵) بُرے طور تھے لوگ سب چھیڑتے ۔ ٹھٹھول سے تھے پھبتیاں گھڑ رہے
تڑا تڑ تڑا تڑ وہ پتھر جڑے ۔ لہُو کے نشاں سر پہ رُخ پہ پڑے
پیاپے تھے زخم اور صدمے کڑے ۔ تھے دیدے پُر مسکراہٹ بھرے

جیون = ماتھے پہ ۔ پران = جان

کہ اِس کھیل کی جان مَیں ہی تو ہُوں
یہ لیلا کے بھی پران مَیں ہی تو ہُوں

(6) ہزاروں جمع پُوجا سیوا کو تھے | بجھے راجے چنور مور چھل کر رہے۔
تھے دیوان دھوتے قدم شوق سے | تھے خِدمت میں حاضر مدح خواں کھڑے
"رشی تم ہو۔ اوتار سب سے بڑے" | یہ سب دیکھ بولا لگا قہقہے!
بڑا ہی نہیں بلکہ چھوٹا بھی ہُوں
نہ محدود کیجے گا سب مَیں ہی ہُوں

(7) نسیم بہاری چمن سب کھلا | ابھی چھینٹے دے دے بادل چلا
گُلوں بوسہ لو! چاندنی کا مِلا | جواں نازنیں اِک سراپا بلا
ہوئی خوش ملا تخلیہ کیا بھلا | قریب آئی گھوری ہنسی کھِل کھلا
نہ جادُو سے لیکن ذرا وہ ہلا | نگہ سے دیا کام کو جھٹ جلا
کہ سب حُسن کی جاں مَیں ہی تو ہُوں
مہ و مہر کے پران مَیں ہی تو ہُوں

(8) بدن درد و پیچش سے سیماب تھا | تپ سخت و ریزش سے بیتاب تھا
نشہ گیان کا جُوں مئے ناب تھا | وہ گاتا تھا۔گویا مرض خواب تھا
مِٹا جسم جو نقش بر آب تھا | نہ بگڑا مرا کچھ کہ خُود آب تھا
جہاں بھر کے اَبدانِ خُوباں مَیں ہُوں
مَیں ہُوں رام ہر ایک کی جان مَیں ہُوں

جنگلی درندوں کے درمیان بے خوف بیٹھنا

رام بادشاہ کی قلبی حالت ایسی ہو چکی تھی کہ انھیں کیا انسان۔کیا حیوان۔سب میں اپنی ہی ذات کا ظہور نظر آنے لگ گیا تھا۔اُن کی یہ حالت صرف کہنے تک ہی محدود نہیں رہی تھی بلکہ عملی طور پر اُن کی زندگی میں ایسے ہی ہونے لگ گیا تھا۔

لیلا = کھیل تماشہ۔ / کام = اِنسان کے اندر کی نفس یعنی وِشے بھوگ

وہ زندہ سانپوں کو یہ کہہ کر جھٹ پکڑ کر گلے سے لگا لیتے تھے کہ "آؤ رام اتنے عرصہ تک کہاں چھپے رہے ہو۔" پرتاپ نگر کا ہی ایک روز کا واقعہ ہے کہ رام بادشاہ اپنے آشرم سے تھوڑی دُوری پر ایک پتھر کی گول نما چٹان پر مستی میں بیٹھے ہوئے تھے اُن کی آنکھیں بند تھیں اتنے میں کئی ایک جنگلی درندے (جن میں ریچھ۔ گلدار۔ اور شیر بھی شامل تھے) وہاں آ کر جمع ہو گئے اور آہستہ آہستہ اُن کے چاروں طرف چکر کاٹنے لگے۔ رفتہ رفتہ اُن کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ وہ چٹان کو گھیرے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ریاست ٹیہری کے ایک مُلازم نے جو اُس جنگل سے اتفاقاً گذر رہا تھا بہت دُور سے یہ نظارہ دیکھا۔ وہ وہیں سے دوڑا دوڑا مہاراجہ کیرتی شاہ کے قریب پہنچا اور کہنے لگا:

"حضور! رام بادشاہ اب مَرے کہ اب مَرے۔ اُن کے چاروں طرف جنگلی جانور اُنھیں گھیرے کھڑے ہیں۔" مُلازم کی یہ بات سُنکر مہاراجہ اپنی بندوق اُٹھا کر اور دو ایک شکاری اُن کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے اُس مقام پر آ پہنچے۔ جہاں رام بادشاہ مست بیٹھے ہوئے مذکورہ بالا نظم گنگنا رہے تھے وہاں پر نہ کوئی شیر تھا اور نہ ہی کوئی دُوسرا جانور تھا۔ سب لوگ حیران تھے کہ اتنے میں جنگلی درندوں کے ہوتے ہُوئے رام بادشاہ کیسے بچ گئے۔ دراصل میں یہ رام بادشاہ کی اپنی ہی ذات کا سچا سُرور تھا جس کی وجہ سے وہ درندے بھی اُنھیں اپنا ہی رُوپ دِکھائی دیتے تھے۔ وہاں خوف کا کام ہی کیا تھا۔ اُنہوں نے تو بہت پہلے ہی یہ اعلان کر دیا تھا:

کیا مزا ہو تو بھلا دوڑو - مجھے پکڑو مجھے پکڑو مجھے پکڑو کوئی
رندمستوں کا شہنشاہ ہُوں مجھے پکڑو مجھے پکڑو مجھے پکڑو کوئی

سینہ زوری اور چوری۔ چھیڑ چھاڑ اٹکھیلیاں
چٹکیاں سینے میں بھرتا ہُوں مجھے پکڑو کوئی

کھا کے ماکھن۔ دِل چُرا کر وہ گیا ئیں وہ گیا
مار کر ہاتھ ہاتھوں پر یہ جاتا ہُوں مجھے پکڑو کوئی

رات دن چھپ کر تمہارے باغ میں بیٹھا ہوں میں
بانسری میں گا بُلاتا ہوں مجھے پکڑو کوئی
آئیے گا۔ لو اُڑا دیجئے گا میرے جسم کو
نام مٹ جانے سے ہلتا ہوں مجھے پکڑو کوئی
دست و پا گوش و دیدہ مثل دستانہ اُتار
حلیہ صورت کو مٹاتا ہوں مجھے پکڑو کوئی
سانپ جیسے کینچلی کو پھینک نام و ننگ کو
بے صلح کے بس میں آتا ہوں مجھے پکڑو کوئی
نٹ گیا وہ نٹ گیا۔ نٹ کر بھلا جائے کہاں ؟
مُنہ تو پھیر دے۔ یہ کھڑا ہوں! لو مجھے پکڑو کوئی
آتے آتے مجھ تلک میں ہی تو ہو جاؤ گے
آپ (آتما) کو جکڑو۔ اگر چاہو مجھے پکڑو کوئی
آتش سوزاں ہوں مجھ میں پُن (ثواب) گیا اور پاپ (گناہ) گیا
کون پکڑے گا مجھے ؟ اور ہاں! میرا پکڑ یگا کیا

ممالک غیر یعنی ودیش جانیکی تیاری

غالباً جولائی ۱۹۰۲ء کے آخیر کی بات ہے کہ

ایک دن خود مہاراجہ کیرتی شاہ رام بادشاہ کی خدمت میں اُن کے آشرم میں حاضر ہوئے۔ اور اُن سے عرض کرنے لگے "سوامی جی! اخبار میں (اخبار اُنکے ہاتھ میں تھی) یہ خبر چھپی ہے کہ چکاگو کی طرح جاپان میں بھی دُنیا بھر کے مذہبوں کی ریلیجس کانفرنس منعقد ہوگی اور ہندوستان کے سب فرقوں و مذاہب کے لیڈروں کو مدعو کیا گیا ہے اگر آپ جیسے سنت (عارف) اِس جلسہ میں شریک ہوں تو ہندوستان کا بھی نام رہ جائے گا۔ بھارتیہ ویدانت (تصوف) کا ڈنکا بھی تمام دُنیا میں بج جائیگا"

مہاراجہ صاحب کی اس استدعا پر رام بادشاہ جاپان جانے کے لئے فوراً تیار ہو گئے (چونکہ سنیاس لینے کے بعد بلکہ اس سے بھی کافی عرصہ پیشتر رام بادشاہ اپنے پاس ایک کوڑی بھی نہیں رکھتے تھے اور اُن دِنوں تو سوائے لوہے کے کسی اور دھاتو کو بھی چھوتے تک نہیں تھے) لہٰذا مہاراجہ کیرتی شاہ نے بذریعہ تار تھامس کُک اینڈ کمپنی کی معرفت جہاز کے کرایہ وغیرہ کا کُل انتظام اپنے ذمے لیا اور سوامی رام اور نارائن سوامی ہر دو کے لئے ایک کمرہ ریزرو کروا دیا۔ اس زمانہ میں قریب ایکہزار روپیہ کرایہ لگا تھا۔ انتظام ہوتے ہی رام بادشاہ ٹیہری سے بطرف کلکتہ چل دیئے لیکن وہ اپنے ساتھ نارائن سوامی کو لیجانے کے لئے رضامند نہ ہوئے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اُن کے پیچھے ہندوستان میں اُن کی جگہ کوئی کام کرنے والا ضرور رہنا چاہیئے۔ اس خیال سے وہ نارائن سوامی کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے جبکہ مہاراجہ صاحب نے اُنھیں اپنے ساتھ اتنے لمبے سمندری سفر میں بطور مددگار نارائن سوامی کو لیجانے کے لئے گذارش بھی کی تھی۔ مگر وہ نہیں مانے اور اکیلے ہی بطرف کلکتہ چل دیئے۔

آگرہ۔ لکھنؤ اور کانپور تشریف لے جانا

ٹیہری سے چلکر رام بادشاہ سب سے پہلے متھرا اور پھر آگرہ پہونچے اور وہاں رائے بہادر لالہ بیج ناتھ ریٹائرڈ جج کے مکان پر چند روز ٹھہرے اور آگرہ میں اُپدیش بھی دیا۔ رائے بہادر نے بھی اپنے غیر ملکی سفر کے تجربہ کے مطابق اُنھیں اپنے ساتھ نارائن سوامی کو لے جانے کے لئے بہت زور دیا۔ آگرہ سے چلکر رام بادشاہ لکھنؤ آگئے جہاں بابو گنگا پرشاد ورما و دیگر کئی لوگوں نے آپ کا پُرزور سواگت کیا اور اُنھوں نے بھی اُنھیں وِدیش یاترا میں نارائن سوامی کو اپنے ساتھ لے جانے کی گذارش کی تھی۔ لکھنؤ سے ایک دِن کے لئے رام بادشاہ مُنشی جوالا پرشاد کی پرارتھنا پر کانپور تشریف لے گئے تھے اور وہاں اُنہوں نے ہندو فلاسفی پر ایک لیکچر بھی دیا تھا۔ شام کو بوقت روانگی بطرف لکھنؤ جب سب لوگوں نے رام بادشاہ سے گاڑی (ریل گاڑی) کا ٹائم ہو جانے کی بابت پرارتھنا کی

تو انہوں نے کچھ بھی دھیان نہ دیا اور فرمایا کہ وقت ہر کام خود پُورا کرے گا کافی دیر کے بعد اُن کا سِلسلۂ کلام اُن کی اپنی ہی مرضی کے مُطابق بند ہُوا تو اُنہوں نے ریلوے اسٹیشن چلنے کے لئے فرمایا۔ تمام لوگ حیران تھے کہ گاڑی چھُٹنے کا وقت تو بہت دیر سے گذر چکا ہے اب وہاں جانے کا کیا فائدہ ہوگا۔ پھر بھی اُن کے حکم کے مُطابق تمام لوگ اُن کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور ریل کا ٹکٹ خرید اگیا تمام لوگوں کی حیرانگی کی تب کوئی حد نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ گاڑی بوجہ لیٹ ہونے کے گویا کہ اُن کے اِنتظار میں رُکی کھڑی تھی۔ جُوں ہی رام بادشاہ نے اپنے مُبارک قدم گاڑی کے ڈبّے میں رکھے وہ فوراً ہی ہیپ ہیپ ہُرّے کرتی ہوئی چلدی اور تمام لوگ بہت دیر تک وہیں کھڑے ہوکر اِسی سوچ وِچار میں مُبتلا رہے کہ رام بادشاہ کِس ہستی کا نام ہے۔

نارائن سوامی کوتار دیکر کلکتہ بُلانا

لکھنؤ سے بوقت روانگی بطرف کلکتہ رام بادشاہ کے مشورہ سے ایک تار نارائن سوامی کو ٹیہری بھیجا گیا کہ فلاں ٹھکانہ پر ۲۰ اگست تک کلکتہ پہنچ جاؤ۔ نارائن سوامی کو پہاڑوں میں تار دیری سے مورخہ ۱۷ اگست کو ملا۔ اور ۲۰ اگست تک کلکتہ حاضر ہونا اُن کے لئے بڑا مشکل مسئلہ بن گیا کیونکہ دِن بہت ہی تھوڑے رہ گئے تھے۔ نارائن سوامی نے آخر پر ماتما کا نام لیکر اُسی وقت ٹیہری سے ایک ہی دِن میں ۲۲ میل کا پہاڑی سفر طے کرکے رات کدو کھال میں آگذاری اور اگلے دِن صبح وہاں سے پھر پیدل کُوچ کرکے لگ بھگ ۱۱ بجے دہرہ دُون آپہنچے جہاں انہیں لگ بھگ دو گھنٹے بعد یعنی ایک بجے چلنے والی ریل گاڑی مِل گئی اور وہ ۱۹ اگست کی رات کو کلکتہ پہنچ گئے اور رام بادشاہ سے جا مِلے۔ رام بادشاہ نے انہیں بتایا کہ جہاز کی چلنے کی تاریخ ۲۰ کی بجائے ۲۸ اگست ہوگئی ہے لہذا جلدی کی کوئی بات نہیں رہی۔ رام بادشاہ اور نارائن سوامی کلکتہ کی سیر کرتے رہے اور وہاں کے ایڈن گارڈن میں جاکر گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ ۲۸ اگست ۱۹۰۲ء کو رام بادشاہ نے کلکتہ کے ایڈن گارڈن میں بیٹھ کر "گیانی کی سیر" عنوان سے ایک نظم لکھی "یہ سیر کیا ہے عجب انوکھا کہ رام مجھ میں میں رام میں ہو" اور جہاز چلنے سے پہلے بندرگاہ سے یہ لکھ کر — "بھگوان! ہندوستان سے رام رخصت ہوتا ہے"۔ ہذیہ ذکی

لالہ بیج ناتھ کو آگرہ بھیجدی تھی وہ نظم موجودہ گیتا ...

۱۳
تیرہواں باب

ہانگ کانگ کے گورُودُوارہ میں پہلی تقریر

کلکتہ سے روانہ ہوکر رام بادشاہ کا جہاز لگ بھگ ایک ہفتے کے لئے ہانگ کانگ کی بندرگاہ پر ٹھہرا تھا۔ اُس زمانہ میں ہندوستان سے بہت لوگ ہانگ کانگ میں آکر بیوپار کرتے تھے جن میں زیادہ تر سِندھی اور پنجابی بھائی تھے کلکتہ سے ہانگ کانگ تک کی تمام بندرگاہوں پر سِندھی بھائیوں نے رام بادشاہ کا سواگت کیا تھا۔ عِلاقہ سِندھ کی دو بیوپاری فرموں میسرز وسیامل آسومل اور سیٹھ پوہومل برادرس کے مُلازمین اور کارکُن کلکتہ سے جاپان تک کی تمام بندرگاہوں میں ہندوستان کی سرزمین سے آئے سنتوں (فقیروں) سوامی رام تیرتھ کا نہ صرف استقبال ہی کرتے رہے بلکہ اُن کی ہر طرح سے خِدمت بھی بجا لاتے رہے ہانگ کانگ اور ہانگ کانگ سے پہلے پینانگ اور سنگاپور میں بھی پنجابی (سِکھ بھائی) لوگوں نے گورُدواروں میں آپ کا بہت شاندار سواگت کیا تھا۔ ہانگ کانگ کے گورودوارہ میں ہی رام بادشاہ نے اپنی جنم بھومی (ہندوستان) سے باہر پہلی تقریر کی تھی۔ گورُودوارہ میں ہزاروں کی تعداد میں پنجابی (سِکھ) بھائی اور سِندھی بھائی موجود تھے۔ رام بادشاہ کا لیکچر گورُو بھگتی پر ہُوا تھا لوگ عش عش کر اُٹھے تھے۔ پینانگ کے گورُودُوارہ میں بھی رام بادشاہ کی اِسی طرح تقریر ہوئی تھی۔ ہانگ کانگ کے بعد شنگھئی کی بندرگاہ پر بھی پنجابی (سِکھ) بھائیوں نے اِن دونوں مہاتماؤں کا بڑا سواگت کیا اور وہ سوامی نارائن تیرتھ کو چند گھنٹوں کے لئے اپنے ساتھ شہر میں گھومنے کے لئے بھی لے گئے تھے وہاں پر گورُو گرنتھ صاحب کی اس زمانہ میں بڑی جھانکی تھی پنجاب سے آئے ہوئے تمام سِکھ بھائیوں نے سوامی نارائن تیرتھ کا اپنے اپنے مکانوں اور دوکانوں سے باہر آکر پُر زور سواگت کیا تھا۔

چڑھتے سورج کے دیش یعنی جاپان میں آمد

سنگھئی کے بعد رام بادشاہ کا جہاز جاپان کی پہلی بندرگاہ ناگاساکی پہنچا تھا۔ ناگاساکی میں سوامی رام تیرتھ نے چڑھتے سورج کے دیس جاپان کی سرزمین اور اہل جاپان کی بودوباش اور اطوار کو بغور ملاحظہ کیا۔ کئی مندروں (بودھ مندر) میں طرز پرستش بھی دیکھی۔ یہاں سے چلکر اُن کا جہاز جاپان کی دوسری بندرگاہ کوبی پہنچا۔ کوبی پہنچنے پر رام بادشاہ کا سواگت کرنے گجراتی بھائی بندرگاہ پر موجود تھے کیونکہ جہاز آنے سے ایک یا دو دن پیشتر سوامی رام تیرتھ کی ہندوستان سے آنے کی خبر وہاں کے لوکل اخباروں میں شائع ہو چکی تھی لہذا علاقہ گجرات (کاٹھیاواڑ) کے چند ایک بیوپاریوں کی فرموں کے کارکُن بمع پریواروں کے رام بادشاہ کے سواگت کے لئے وہاں پہلے ہی سے کھڑے ہوئے تھے۔ اُن لوگوں نے ہندوستان سے آئے ہوتے دونوں سنیاسیوں کا اونچے اونچے نعروں اور جے جے کاروں سے سواگت کیا اور پھر اپنے اپنے مکانوں میں اُنھیں لے گئے جہاں ہر طرح کی خاطر تواضع کی اور تمام شہر کی سیر کروائی۔ کوبی میں گجراتی بھائیوں کے درمیان بھی رام بادشاہ نے ویدانت اور دیش پریم پر اُپدیش دیا تھا۔ کوبی کے بعد اُن کا جہاز جاپان کی آخری و تیسری بندرگاہ یوکوہامہ پہنچا جہاں میسرز دیامل پوہومل فرم کے دو ملازم اُن کے سواگت کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ جو انھیں اپنی فرم کے دفتر میں اپنے ساتھ لے گئے اور جہاں سوامی رام تیرتھ نے لگ بھگ ایک ہفتہ قیام فرمایا تھا۔

مسٹر پورن (سردار پورن سنگھ) سے مُلاقات

جاپان پہنچنے کے بعد رام بادشاہ نے سب سے پہلے ریلیجس کانفرنس کی معلومات کرنی چاہی اور اسی سلسلے میں اُن کی مُلاقات سلہٹ (ضلع ہزارہ صوبہ سرحد) کے رہنے والے ایک ہندوستانی طالب علم مسٹر پورن سے انڈو۔ جاپانی کلب ٹوکیو

ہیں ہوئی۔ مسٹر پورن اس کلب کے سکریٹری بھی تھے اور ہندوستان سے جاپان آکر تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان اسی کلب میں رہتے تھے۔ رام بادشاہ اپنی میٹھی سُر میں اوم۔ اوم کہتے ہوئے کلب میں جوں ہی داخل ہوئے توں ہی مسٹر پورن نے اُنھیں دیکھ کر جھک کر پرنام (آداب) کیا۔ مسٹر پورن کو دو نوجوان سنیاسیوں کو دیکھ کر اپنا وطن یاد آگیا۔ نارائن سوامی اتفاق سے مسٹر پورن سے اُن کے شہر (علاقہ) وغیرہ نام پوچھ بیٹھے۔ تو انھیں جواب ملا۔ "کُل دُنیا میرا گھر یا مُلک ہے۔"

"The wide world is my home."

جواب سُنتے ہی رام بادشاہ نے دوسرا فقرہ اسکے ساتھ یہ کہہ کر جوڑ دیا۔

"بھلائی کرنا میرا دھرم ہے۔" "and to do good is my religion."

یہ جواب سُنتے ہی مسٹر پورن کی آنکھوں میں محبت کے آنسو بھر آئے اور اُنہوں نے پہلی مُلاقات میں ہی اپنے آپ کو رام بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ یعنی اُن کے قدموں پر گر پڑے یہی مسٹر پورن بعد ازاں ہندی۔ پنجابی اور انگریزی کے بہت مضمون نگار ہوئے تھے۔

جاپان میں (بودھ کانفرنس میں) رام بادشاہ کا پہلا لیکچر

جس روز رام بادشاہ اور مسٹر پورن سے مُلاقات ہوتی ہے اُسی دن رات کو ٹوکیو کی بودھ یونیورسٹی میں بودھ کانفرنس میں مسٹر پورن کے مدعو کرنے پر سوامی رام تیرتھ کا ایک لیکچر ہوا۔ مسٹر پورن مذکورہ بالا کانفرنس میں اپنے پروگرام کے مُطابق اِنڈو۔ جاپان کلب کی جانب سے گئے تھے اور اُن کے اصرار کرنے پر سوامی رام تیرتھ بھی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ دُنیا کے تمام بودھ مُلکوں سے آئے ہوئے بودھ عالم فاضل سوامی رام تیرتھ کی تقریر سُن کر بہت مُتاثر ہوئے۔ لیکچر سُننے والوں کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ وہ جہاں بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ سمادھی (وجد) میں تھے۔ اس واقعہ کا اثر مسٹر پورن کے دِل و دماغ پر بہت گہرائی سے پڑا۔ اور وہ اُن کے زیادہ قریب ہو گئے۔

ریلیجس کانفرنس کی خبر کا غلط ثابت ہونا

ٹوکیو میں کھوج کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جاپان میں کسی بھی قسم کی کوئی بھی ریلیجس (دھارمک) کانفرنس منعقد نہیں ہونے والی تھی اور نہ ہی اِسکے بارے میں جاپان میں کوئی چرچا ہی کبھی ہُوا تھا۔ لہٰذا رام بادشاہ نے فوراً ایک تار اپنی طرف سے ہندوستان بھجوا دیا تھا کہ جاپان میں کوئی بھی وِشو دھرم سمیلن نہیں ہوگا۔ چنانچہ کوئی بھی ہندوستانی اس غرض سے جاپان آنے کی تکلیف نہ اُٹھائے۔ مسٹر پُورن اور دوسرے ہندوستانی طالب علموں کے یہ دریافت کرنے پر کہ ایک جھُوٹی خبر کی وجہ سے ہندوستان سے چلکر جاپان تشریف لانے کی رام بادشاہ کے دِل پر کیا گذری ہوگی کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:۔
"قدُرت کی چالیں بھی کیسی مزیدار ہوتی ہیں! رام کو ہمالہ کے اُس ایکانت استھان (گوشۂ تنہائی) سے نِکال دُنیا کی سیر کروانے کی خاطر اُس نے کیسی خوبصورت ترکیب نِکالی۔ وہ غلط خبر کیا کیا گُل کِھلا رہی ہے! رام تو خود اپنے آپ مذہبوں کا مجموعہ ہے۔ اگر ٹوکیو مذہبی کانفرنس نہیں کرنا چاہتا تو نہ کرنے دو اُسے رام تو اپنی کانفرنس کرے گا ہی۔"

جاپانی لڑکیوں کو رام بادشاہ کو گھیر لینا

ایک دن مسٹر پُورن کے ساتھ رام بادشاہ ٹوکیو کے ایک بازار میں ایک سٹُول نُما چھڑی خریدنے کی غرض سے گئے تھے۔ وہاں کے رواج کے مُطابق بازار کی تمام دوکانوں پر جاپانی لڑکیاں ہی تمام سامان بیچتی ہیں رام بادشاہ جب بازار میں گھُوم رہے تھے تو انھیں دیکھ کر لگ بھگ بازار کی تمام لڑکیاں اُن کے اِرد گرد گھُومنے لگ گئیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ وہ اُن کے کپڑے اور جسم تک چھُونے لگ پڑیں۔ وہ اُن کی خوبصورتی اور جلال پر اسقدر فِدا ہو گئی تھیں کہ تمام کی تمام ایک ساتھ اُن سے شادی کرنے کو تیار تھیں مسٹر پُورن نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے رام بادشاہ کو وہاں سے صحیح سلامت

بچاکر باہر نکالا۔ اور سیدھے کلب میں آ گئے۔ اِس واقعہ سے سوامی رام تیرتھ کے چہرے سے برسنے والے خُدائی نُور اور اُن کے حُسن کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

جاپان میں دُوسرا لیکچر

مورخہ ۷ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ٹوکیو شہر میں (ہائی کمرشیل کالج) سوامی رام تیرتھ کا دوسرا لیکچر ہُوا تھا جس کا عُنوان تھا ـــــ "کامیابی کا راز" ہزاروں کی تعداد میں جاپانی لوگ اُن کا لیکچر سُننے کی غرض سے وہاں اکٹھے ہُوئے تھے۔ رام بادشاہ نے اپنی تقریر کے شروع میں فرمایا۔

"رام جاپان کو اپنا ہی مُلک مانتا ہے اور اُسکے باشندوں کو اپنا ہم وطن۔ رام بہت سی دلیلوں سے یہ ثابت کر سکتا ہے کہ شروعات میں آپ کے بزرگ ہندوستان سے ہی یہاں آئے تھے آپ کے پُرکھے (بزرگ) رام کے پُرکھے (بزرگ) ہیں۔ لہٰذا رام ایک بھائی کے ناطے نہ کی کسی انجان کی طرح آپ سے ہاتھ مِلانے آیا ہے"۔

"کامیابی کا راز" لیکچر کی دُھوم تمام ٹوکیو میں پھیل گئی اور وہاں کے بڑے عالم سوامی رام تیرتھ سے مِلنے کے لئے۔ انڈو۔ جاپان کلب میں پہنچے اور کئی ایک نے (جن میں مسٹر بیرن نایو کنڈو کا نام قابلِ ذکر ہے) تو اُنھیں اپنے گھروں میں بُلا کر اُن کے اُپدیش سُنے تھے۔ بودھ دھرم اور فلاسفی کے اُس زمانہ کے دُنیا کے مانے ہُوئے جاپانی وِدوان پروفیسر ڈاکا کسُو نے تو رام بادشاہ کے لئے یہاں تک کہا تھا۔

"مَیں انگلینڈ میں پروفیسر میکسمُلر کے یہاں بہت سے پنڈتوں (عالموں) اور فلاسفروں سے مِل چُکا ہوں۔ دوسری جگہوں پر بھی میری ایسے ہی لوگوں سے مُلاقات ہوئی ہے۔ لیکن میں نے ایسی عظیم شخصیت کو آج تک نہیں دیکھا جیسے سوامی رام ہیں۔ وہ تو دُنیا کی تمام فلاسفیوں (فلاسفی خیالات) کی زندہ جیتی جاگتی مثال ہیں۔ مَیں نے اُن میں ویدانت اور بُدھ دھرم کو ایک جگہ پر اکٹھے دیکھا ہے۔ وہ خود ہی دھرم (مذہب) ہیں"۔

جاپان سے روانگی

لگ بھگ دو ہفتے جاپان میں قیام کرنے کے بعد رام بادشاہ جاپان میں اُن دِنوں آئے ہُوئے پُونا کے پروفیسر جھبرے کی

سرکس کے ساتھ بذریعہ سمندری جہاز بطرف امریکہ روانہ ہو گئے تھے مسٹر پورن کو اُنہوں نے اُس کی قلبی حالت دیکھ کر فرمایا تھا "سنیاس لے لو اور قوم کی خدمت میں لگ جاؤ" چنانچہ رام بادشاہ کے چلے جانے کے بعد مسٹر پورن نے سنیاس لے لیا تھا۔ اور وہاں جاپان میں سوامی رام تیرتھ کے مشن یعنی عملی ویدانت کا خوب پرچار بھی کیا مگر جب وہ اپنے وطن ہندوستان واپس آئے گھر والوں کے کہنے سُننے پر وہ پھر خانہ داری (گرہست) میں لوٹ آئے تھے اور پھر تمام عمر وہ اپنے اصلی مقصد کو پانے میں ناکامیاب رہے جبکہ انگریزی، ہندی، پنجابی اور اُردو کے ایک اچھے لیکھک اور ایڈیٹر جاپان اور لاہور سے شائع ہونیوالے انگریزی ماہنامہ "ڈان" کے ایڈیٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب کیمسٹ بھی تھے۔

نارائن سوامی کا رام بادشاہ سے الگ ہونا

جاپان سے امریکہ جاتے وقت رام بادشاہ نے نارائن سوامی کو تمام دُنیا (سوائے امریکہ) کے مُلکوں میں عملی ویدانت کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کام کرنے کی خاطر وہیں چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ نارائن سوامی کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد وہاں سے واپس ہانگ کانگ اور برما ہوتے ہوئے لنکا۔ افریقہ و مصر وغیرہ میں پرچار کرتے ہوئے لندن پہنچ گئے تھے۔ اِس طرح اِن دونوں شخصیتوں نے بلکہ تمام دُنیا میں بھارتیہ فلسفہ تصوف (ویدانت) کا پرچار کرکے دُنیا کے تمام مُلکوں کے باشندوں کے دِلوں میں ہندوستان کی قدیمی تہذیب و تمدن کے بارے میں ایک گہری چھاپ لگائی جس کا پھل ہندوستان کی آزادی کی شکل میں ہم لوگوں کو ۱۹۴۷ء میں ملا۔

رام بادشاہ کی ڈالروں کے مُلک یعنی امریکہ میں آمد

جاپان سے روانہ ہوکر رام بادشاہ چند روز میں ڈالروں کے مُلک یعنی امریکہ میں پہنچ گئے اُن کا جہاز سانفرانسسکو کے بندرگاہ پر لنگر ڈال کر رُک گیا۔ جہاز میں سفر

کرمبے تمام مُسافر ایک ایک کر کے نیچے اُتر گئے لیکن گیروئے (بھگوے) لباس والا یہ نوجوان ہندوستانی سادھو جہاز کے ڈیک پر کھڑا ہو کر سمندر کی لہریں گننے میں مست تھا اتنے میں ایک امریکن جو یہ تماشا کھڑا ہُوا دیکھ رہا تھا اور جو وہاں کے ایک روزانہ اخبار کا نائب ایڈیٹر تھا رام بادشاہ کے نزدیک آکر بڑی حیرانگی سے اُنھیں کہنے لگا۔

امریکن ـــ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں ؟

رام بادشاہ :- جاپان سے۔

امریکن :- آپ کا اسباب کہاں ہے ؟

رام بادشاہ :- رام نے کبھی اسباب نہیں رکھا۔

امریکن :- کھانے پینے کا سامان۔ خرچ کرنے کو روپیہ پیسہ ؟

رام بادشاہ :- رام کو روپیہ اور کھانے پینے کی ضرورت نہیں اور جب کھانا مِل جائے تو درخت کے پتّوں پر ڈال کر کھا سکتا ہے۔

امریکن :- آپ تو ایک عجیب آدمی ہو۔ جو امریکہ آگئے۔ یہاں کیونکر آپ رہ سکوگے اگر آپ کی جیب میں پیسہ ہے تو امریکہ آپ کا ہے ورنہ یہاں بھوکے مرنا ہوگا۔

رام بادشاہ :- رام بھوکا زندہ رہ سکتا ہے اور اگر رام کو ضرورت ہو بھی۔ تو رام کو ہر شے ہر جگہ مِل سکتی ہے۔

امریکن :- عجیب آدمی! تو پھر بتلاؤ تو سہی۔ کہ آپ کون ہو ؟

رام بادشاہ :- مَیں رام ہُوں اور ہندوستان سے آیا ہُوں۔

امریکن :- کیا آپ اِس سے پہلے بھی کبھی امریکہ تشریف لائے ہو ؟

رام بادشاہ :- نہیں۔

امریکن :- تو پھر امریکہ میں آپ کے ضرور کوئی نہ کوئی جانکار موجود ہونگے جو آپ کے کھانے۔ پینے اور ٹھہرنے کا اِنتظام کرینگے کیا اُن میں سے کسی ایک کا نام یا پتہ بتا سکتے ہیں ؟

رام بادشاہ :- بڑے زور سے ہنستے ہیں اور اُس بیچارے امریکن کو جواب دیتے ہیں کہ مَیں امریکہ میں صرف ایک ہی شخص کو جانتا ہُوں۔

امریکن :- وہ کون ہے ؟

رام بادشاہ :- اُسی امریکن کے کندھے کو چھُو کر کہنے لگے۔ کہ وہ تُم ہی ہو۔ اِتنے بڑے امریکہ میں صرف تمہیں ہی تو رام کے حالات جاننے کی ضرورت محسُوس ہوئی ہے۔ اِسلئے رام کے جانکار تو تُم ہی ہیں۔

رام بادشاہ کا اُس امریکن کو چھُو کر اتنا کہنا ہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھُول گیا اُس کا دماغ چکرانے لگا۔

امریکن :- کیا آپ وہی رام ہیں جن کے لیکچر مَیں جاپان کے اخبارات سے نقل کرتا رہا ہُوں۔ معاف کریں مَیں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ امریکن چند ایک معزز امریکن دوستوں اور اخبار کے نامہ نگاروں کو لیکر وہیں پہنچ گیا اور رام بادشاہ کے استقبال کے لئے وہاں گاڑیاں جمع ہوگئیں۔ تمام بندرگاہ پر رام بادشاہ کی تشریف آوری کی چرچا پھیل گئی۔

رام بادشاہ نے اُس امریکن سے پُوچھا۔ کیوں صاحب! کیا امریکہ میں رام کو بھُوکے مرنا ہوگا؟ ۔ اِس پر اُس ایڈیٹر نے جس کا نام ڈاکٹر البرٹ ہیلر تھا۔ معافی مانگی اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امریکہ میں رام بادشاہ لگ بھگ ڈیڑھ سال کے عرصہ تک اِسی امریکن کے مہمان بن کر رہے اور وہ اُن کا اِتنا زیادہ معتقد ہُوا کہ اُنکو ایک پل بھی اپنے سے جُدا نہیں ہونے دیتا تھا۔

امریکہ میں رام بادشاہ کی گونج

دُنیا کے اُس زمانہ کے سب سے دولتمند اور ترقی یافتہ مُلک امریکہ میں رام بادشاہ کو بہت زیادہ عزّت اور شہرت حاصل ہوئی تھی وہاں کے روزناموں اور ویکلی اخباروں میں بڑی بڑی سُرخیوں میں آپ کی تعریفیں اور پروگرام شائع ہوتے تھے وہاں کے لوگ آپ کو سوامی کے نام سے پُکارتے تھے۔ امریکہ میں سب سے پہلے آپ پروفیسر چھترے کے ہمراہ سیاٹل واشنگٹن میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی رُوحانی مجلس نے آپکا خیر مقدم کیا۔

اور سب سے پہلا لیکچر بھی آپ نے اِسی شہر (غالباً واشنگٹن یونیورسٹی میں) میں دیا تھا۔ سیاٹل واشنگٹن سے ہی آپ پروفیسر چھتر سے جُدا ہو کر ڈاکٹر البرٹ ہیلر کی گذارش پر آپ آرگن (پورٹلینڈ) ہوتے ہوئے سفر انسٹسکو تشریف لے آئے تھے۔ جہاں گولڈن گیسٹ ہال میں آپ کے روزانہ لیکچر ہوا کرتے تھے جن میں ہزاروں کی تعداد میں امریکن لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ امریکہ میں سوامی رام تیرتھ کے لیکچر سُننے کے لئے کسی بھی قسم کی کوئی رُکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ ہی کوئی ٹکٹ وغیرہ۔ (یعنی فیس وغیرہ جیسے کہ وہاں عام رواج تھا اور اب بھی ہے) ہی ہوتا تھا۔ سوامی رام تیرتھ امریکہ میں پہلے شخص تھے جنھوں نے وہاں کے لوگوں کو بھی اپنا آپ یعنی اپنی ہی ذات کی شکل میں دیکھا تھا وہ اپنا لیکچر شروع کرنے سے پیشتر حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے وقت کہا کرتے تھے

"My own Self in the form of Sisters and brothers."

یعنی بھائی اور بہنوں کی شکل میں میری اپنی ہی آتماؤں"

"ماں"

امریکہ کا قصہ ہے کہ ایک روز ایک ادھیڑ عُمر کی عورت سوامی رام تیرتھ کے آشرم میں اُن سے ملنے کیلئے آئی۔ اُسوقت رام بادشاہ اپنی اپنی عادت کے مُطابق خدا کی عبادت یعنی سمادھی اوستھا میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں دُوسرا کوئی نہیں تھا اُس عورت نے وہاں آنے کے بعد بغیر کچھ سوچے سمجھے اپنا گھریلو دُکھڑا کہنا شروع کر دیا۔ وہ اپنی گُفتگو کے دَوران رونے اور جھینکنے کے سوائے اور کچھ بھی کہہ نہیں رہی تھی۔ جب اُسے اِس طرح روتے چلاتے کافی دیری ہو گئی تو اُس نے سوامی رام تیرتھ کے چہرے کی جانب آنکھ اُٹھائی تو کیا دیکھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے بےخبر بیٹھے ہیں۔ اُس عورت کو یہ بڑا ناگوار گزرا کہ مَیں تو کب سے یہاں اپنی مُصیبت کو رو رو کر سُنا رہی ہوں۔ اور اس آدمی پر اِس کا ذرا بھی اثر نہیں ہُوا بلکہ اس نے تو آنکھیں ہی بند کر لی ہیں جیسے اِسے میری کوئی پرواہ ہی نہیں۔ وہ اپنے دِل میں کہنے لگی کہ لوگ سچ ہی کہتے ہیں کہ یہ ہندوستانی لوگ بڑے مطلب پرست ہوتے ہیں۔ آج مَیں نے بھی اس کا خود تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے اِسی دَوران رام بادشاہ نے ہنستے ہنستے اپنی مست آنکھیں

کھولیں اور اُس امریکن لیڈی کی طرف مخاطب ہو کر بڑے پیار سے کہا — "ماں" اُن کی زبان سے "ماں" کا لفظ نکلنا ہی تھا کہ وہ امریکن عورت اپنے آپ کو بھول گئی۔ اُسے ایسا محسوس دیا کہ زمین سے اُوپر اُٹھتی چلی جا رہی ہے اور آہستہ آہستہ آسمان میں بہت اونچائی پر پہنچ کر وہ تمام دُنیا کی ماں بن گئی ہے یعنی دُنیا کے تمام لوگ اُسے اپنے بچے نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ سب کی ماں ہو گئی ہے وہ ایسے آنند میں ڈُوب گئی کہ دُنیا کے تمام مُلک اُس کے ننھے ننھے بالک بن گئے ہوں۔ وہ اپنے تمام دُکھوں اور مُصیبتوں کو بھول گئی اتنے میں جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے اپنے آپ کو پھر رام بادشاہ کے سامنے بٹھایا وہ عورت رام بادشاہ کی امریکہ میں پہلی عورت شِشیہ بنی جس کا نام مِسز ویلمین تھا مِسز ویلمین ہی امریکہ سے (جن دِنوں رام بادشاہ امریکہ میں تھے) ہندوستان تشریف لائی تھیں۔ سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش مُرالی والہ کی زیارت کرنے بھی وہ گئی تھیں ہردوار، کاشی، متھرا اور امرتسر وغیرہ تیرتھوں کی بھی اُنھوں نے یاترا کی تھی۔ ڈیرہ دُون میں بھی کافی عرصہ تک رہی تھیں۔

ہندوستان کی آزادی کیلئے امریکہ کے باشندوں کو مدعُو کرنا

سوامی رام تیرتھ نے امریکہ میں اپنے پاؤں جمانے اور امریکن لوگوں کے دِلوں میں ہندوستانی فلسفہ ویدانت کی بہت گہری چھاپ لگانے کے بعد سب سے پہلا کام وہاں کے لوگوں کی توجہ کو ہندوستان کو آزاد کروانے کے لئے مدعو کیا۔ اُنھوں نے سب سے پہلے تو امریکہ میں اپنی شخصیت کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ غُلام مُلک کا ایک بے زر اور بے سر و سامان فقیر دُنیا کے سب سے زیادہ امیر اور تہذیب یافتہ و آزاد مُلک کے باشندوں کو اپنی قابلیت اور اپنے مُلک کی فلاسفی کی طاقت پر کس طرح اپنا غُلام بنا سکتا ہے۔ اِس کے بعد اُنہوں نے ایک لیکچر جس کا عنوان تھا۔ "ہندوستان کی جانب سے امریکن لوگوں کے نام ایک اپیل" دیا جس کی بعد ازاں لاکھوں کی تعداد میں کاپیاں شائع کر کے نہ صرف امریکہ بلکہ انگلینڈ اور یورپ کے دُوسرے مُلکوں میں بھجوائی گئی تھیں۔ ہندوستان میں بھی اِس اپیل کی کاپیاں

پہنچی تھیں جسے انگریز حکومت نے ضبط کر لینے کا حکم دے دیا تھا۔ سوامی رام تیرتھ کی اِس اپیل کو پڑھ کر تمام امریکہ بلکہ تمام دُنیا کے مُلک دنگ رہ گئے تھے انھیں ہندوستان کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہونا پڑا

وہالٹ ویٹمین کی انگریزی طرز پر اُردو میں نظمیں لکھنا

امریکہ میں رام بادشاہ نے انگریزی میں یُوں تو بہت سی نظمیں قلمبند کی تھیں لیکن اُنہوں نے اُردو غزل کو بھی انگریزی طرز میں لکھ کر کے اُردو شاعری کو ایک نیا موڑ دیا۔ انگریزی کے نامور شاعر وہالٹ ویٹمین کی انگریزی طرز پر لکھی ہوئی اُن کی ایک اُردو غزل مندرجہ ذیل ہے۔

مجھ بحرِ خوشی کی لہروں پر دُنیا کی کشتی رہتی ہے
از سیلِ سُرور دھڑکتی ہے چھاتی اور کشتی بہتی ہے
مُجھ میں! مُجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!

(۱) گُل کھلتے ہیں گاتے ہیں رُود بُلبُل ۔ کیا ہنستے ہیں نالے ندیاں
رنگِ شفق گھُلتا ہے، بادِ صبا چلتی ہے۔ گرتا ہے چھم چھم باراں۔ مجھ میں! مجھ میں!!

(۲) کرتے ہیں انجم جگمگ۔ جلتا ہے سُورج دھک دھک سجتے ہیں باغ و بیاباں
بستے ہیں لنڈن پیرس بجتے ہیں کاشی، مکہ بنتے ہیں جنّت و رضواں۔ مجھ میں! مجھ میں!!

(۳) اُڑتی ہیں ریلیں پھر پھر۔ بہتی ہیں بوٹیں جھر جھر۔ آتی ہے آندھی سر سر
لڑتی ہیں فوجیں مر مر پھرتے ہیں جوگی دَر دَر۔ ہوتی ہے پُوجا ہر ہر۔ مجھ میں! مجھ میں!!

(۴) چرخ کا رنگ رسیلا، نیلا نیلا، ہر طرف دمکتا ہے۔
کیلاس جھلکتا ہے۔ بحر ڈلکتا ہے۔ چاند چمکتا ہے ۔ مجھ میں! مجھ میں!!

آزادی ہے۔ آزادی ہے۔ آزادی ہے میرے ہاں
گنجائش و جاہ سب کے لئے بیحد و پایاں

(۵) سب وید اور درشن سب مذہب۔ قرآن۔ انجیل اور ترے پٹکا
بُدھ رشنکر، عیسیٰ۔ اور احمد بھائی بہنا سہنا ان سب کا۔ مجھ میں! مجھ میں!!

(۶) نئے کپل۔ کناد۔ افلاطون۔ اسپنسر۔ کینٹ۔ اور ہملٹن
شری رام، یدھشٹر، اسکندر، بکرم۔ قیصر۔ الزبتھ۔ اکبر ۔ مجھ میں! مجھ میں!!

(۷ میدان ابد اور روزِ ازل۔ کل ماضی۔ حال اور مستقبل
چیزوں کا بھید۔ ردّ و بدل۔ اور تختہ ڈیر کا ہے ہل چل — مجھ میں! مجھ میں!!

(۸ ہوں رشتۂ وحدت در کثرت۔ میں علّمت وصحت و راحت
ہر ودّیا، علم و ہنر، حکمت۔ ہر خوبی۔ دولت اور برکت — مجھ میں! مجھ میں!!

(۹ ہر نعمت۔ عزّت اور لذّت۔ ہر کشش کا مرکز، ہر طاقت
ہر مطلب کارن۔ کارج سب کیوں، کس جا، کیسے، کیونکر، کب — مجھ میں! مجھ میں!!

ہوں آگے پیچھے۔ اوپر نیچے۔ ظاہر باطن میں ہی ہیں
معشوق اور عاشق، شاعر مضمون، بلبل گلشن میں ہی ہیں

امریکہ کے صدر مسٹر روزویلٹ سے ملاقات

سانفرانسسکو میں لگاتار کئی مہینوں تک روزانہ

دو یا تین لیکچر دینے کے بعد رام بادشاہ آرام فرمانے کی غرض سے شاستہ سپرنگس میں آگئے جہاں وہ ایک خیمے میں رہتے تھے۔ شاستہ سپرنگس میں کھانے پینے کا تمام انتظام ڈاکٹر البرٹ ہیلر کے ذمّے تھا۔ جن کا وہاں اپنا مکان تھا۔ دن کے وقت سوامی رام تیرتھ سکرانٹو ندی جو وہاں سے تھوڑی دوری پر نیچے گھاٹی میں بہتی تھی پر ایک لوہے کے جھولے میں بیٹھے جنگلی چڑیوں اور دوسرے پرندوں سے باتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ جھولا ندی کے آرپار دو درختوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا جسے انھیں ایک امریکن بھگت نے پیش کیا تھا۔ اس مقام پر اُن کے درشن کرنے روزانہ امریکن آدمی و عورتیں آتی رہتی تھیں۔ ایک دن (مورخہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۳ء) کو اچانک امریکہ کے سابق صدر مرحوم مسٹر روز ویلٹ شاستہ سپرنگس دیکھنے اچانک وہاں تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر سیر کرنے کے بعد انھیں سپرنگس کی مینیجر جو امریکن لیڈی تھی، نے انھیں ہندوستان سے امریکہ آئے ہوئے مست فقیر سوامی رام تیرتھ کے بارے میں بتایا مسٹر روز ویلٹ کو ایکدم سوامی رام تیرتھ سے ملنے کا اشتیاق جاگ اٹھا اور وہ

خود بخود ہی اُس مقام پر تشریف لے آئے جہاں رام بادشاہ ندی کے درمیان مذکورہ بالا جھولے میں بیٹھے ہوئے ہستی سے گا رہے تھے۔ جب سوامی رام تیرتھ کو اوپر جھولے میں اطلاع دی گئی کہ امریکہ کے صدر صاحب اُن سے ملنے تشریف لا رہے ہیں۔ تو وہ جھولے سے نیچے اُتر آئے اور انھیں دیکھ کر امریکہ کے صدر نے اُنھیں اپنی ٹوپی (ہیٹ) اُتار کر سلام کیا اور رام بادشاہ نے اُنھیں ہندوستان کی طرف سے نیک خواہشات پیش کرتے ہوئے فرمایا:-

"رام آپ کے مُلک کو اور زیادہ خوشحال دیکھنا چاہتا ہے"۔

جناب صدر صاحب نے عرض کی "سوامی! ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

سوامی رام تیرتھ نے جواب دیا کہ اگر آپ رام کی کچھ بھی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو ہندوستان کو آزاد کروانے میں اپنی اور اپنے مُلک کی مدد دیجئے۔ اِتنا کہتے ہی رام بادشاہ نے

An Apeal to Americans on behalf of Indian

(ہندوستان کے باشندوں کی جانب سے امریکہ کے باشندوں کو اپیل) کی ایک کاپی اُنھیں پیش کر دی جسے جناب رُوز ویلٹ نے سر جُھکا کر اُن سے لے لیا اور مُسکرا کر کہا۔ "بہت اچھا۔ مَیں ضرور اِس کام میں دِلچسپی لُوں گا۔" مُلاقات ختم ہو گئی اور صدر امریکہ اپنا آخری سلام کر کے واپس چلے گئے۔ اِس واقعہ کی چرچا نہ صرف امریکہ بلکہ دُنیا کے تمام اخبارات میں ہُوئی۔

30 میل کی میراتھن دوڑ میں اوّل آنا

اُن دِنوں امریکہ میں کھیلوں کا پروگرام تھا۔ رام بادشاہ نے بھی شوقیہ میراتھن دوڑ میں نام لکھوا دیا اور تمام لوگ حیران ہو گئے کہ وہ 30 میل کی اس لمبی دوڑ میں اوّل آئے۔ اِسی طرح وہاں پر آپ نے 20 میل کی ایک سمندر کی تیراکی مقابلہ میں بھی حِصّہ لیا تھا۔ اس میں بھی وہ اوّل نمبر پر آئے تھے شاستہ سپرنگس میں رہتے ہوئے ایک بار بہت سے امریکن لوگوں کے ہمراہ آپ شاستہ پہاڑ کی ۱۴۴۴۲ فٹ اُونچی چوٹی پر چڑھنے کیلئے چل پڑے اور تمام لوگوں کو بہت پیچھے چھوڑ کر آپ چوٹی پر سب سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ اِن واقعات کا وہاں کے لوگوں کے دِلوں پر بہت زیادہ

اثر پڑا کیونکہ رُوحانیت اور ویدانت (تصوّف) کا پرچار کرنے والا المست فقیر رام بادشاہ جسمانی طاقت میں بھی امریکن لوگوں سے کسی بھی طریقہ سے کم نہیں تھا. مذکورہ بالا واقعات سے ہندوستان کی شان کو اُس زمانہ میں امریکہ میں چار چاند لگ گئے تھے.

ڈینور کی چرچ میں لیکچر

امریکہ میں قیام کے دوران سوامی رام تیرتھ وہاں کے کئی ایک گرجا گھروں میں بھی ہندو فلاسفی یعنی ویدانت اور رُوحانیت پر لیکچر دیتے رہے۔ ڈینور کے یونیٹی چرچ میں آپ کے کئی ایک لیکچر ہوئے تھے جن کی تمام امریکہ میں دھوم مچ گئی تھی۔ چرچ کے سب سے بڑے پادری اور عیسائی مذہب کے سیکڑوں پیروکار آپ کے ایک طریقہ سے مُرید ہو گئے تھے.

مائی لارڈ! مَیں خدا کی ہستی سے مُنکر نہیں ہوں۔

امریکہ میں اُن دنوں اور آج بھی بہت سے پڑھے لوگ اتھیسٹ سوسائیٹی یعنی ناستک سماج (خدا کی ہستی سے مُنکر لوگ) کے ممبر ہیں۔ ایک دن اتھیسٹ سوسائیٹی کی ایک کارکُن (عورت) رام بادشاہ سے خدا کی ہستی کے بارے میں مُباحثہ کرنے کے خیال سے اُن کے پاس آئی۔ اُسوقت رام بادشاہ اپنے کمرے میں ایشور کے دھیان میں مست (سمادھی اوستھا میں یعنی یادِ خدا میں ڈوبے ہوئے) تھے۔ امریکن لیڈی ایک قسم کے لڑنے جھگڑنے کے ارادے سے اُن کے پاس گئی تھی۔ جب اُس نے سوامی رام تیرتھ کو اس طرح پرماتما کے دھیان میں غرق دیکھا تو مجبوراً اُسے بھی وہاں بیٹھ کر کچھ انتظار کرنی پڑی۔ خُدا کی ہستی سے مُنکر اُس پڑھی لکھی عورت نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ بہت نزدیک سے رام بادشاہ کے پُرجلال چہرے کو دیکھا جس سے خُدائی نور ٹپک رہا تھا۔ وہ ٹِک ٹِکی لگا کر اُنھیں دیکھتی رہی۔ اتنے میں رام بادشاہ نے اپنی مست آنکھیں کھولیں اور ایک نظر سے اُس ناستک عورت کی طرف ڈالی. جو پہلے سے ہی اُنھیں دیکھ رہی تھی۔ جوں ہی رام بادشاہ نے اُس عورت کی طرف غور سے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ جھٹ کہہ اُٹھی۔ "مائی لارڈ! مَیں خُدا کی ہستی سے مُنکر نہیں ہوں"۔ اُس عورت کا خدا کو نہ ماننے کا نشہ ایک ہی لمحہ میں اُتر گیا وہ اُس دن سے سب سے زیادہ خُدا کی ہستی کی قائل ہو گئی۔ اس موقعہ پر وہاں بہت سے پریس رپورٹر بھی موجود تھے کیونکہ مذکورہ بالا عورت

امقیسٹ سوسائیٹی کی بہت بڑی لیڈر تھی۔ دوسرے روز اس واقعہ کی خبر مع اُسوقت کے فوٹو کے جب سوامی رام تیرتھ کے حضور میں اُس عورت نے مذکورہ بالا جُملہ کہا تھا امریکہ کے درجنوں اخباروں میں شائع ہوئی اور وہاں کے امقیسٹ سماج کے وقار کو زبردست دھکا لگا۔

امریکہ سے ینگ مینس انڈین ایسوسی ایشن لاہور (لالہ ہردیال) کے نام رام کا پیغام

سوامی رام تیرتھ نے امریکہ میں قیام کے دوران اپنے ہم وطن نوجوانوں کے نام ایک پیغام ینگ مینس انڈین ایسوسی ایشن لاہور کے سکریٹری لالہ ہردیال ایم۔اے (بعدازاں غدر پارٹی کے سرکردہ کارکن) کے پاس بھیجا تھا۔ سوامی رام تیرتھ کا ارسال کردہ پیغام ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ میں پڑھ کر سُنایا گیا تھا۔ پیغام انگریزی زبان میں لکھا ہُوا تھا جسے بعدازاں "ایسٹ اینڈ ویسٹ" میں شائع کیا گیا تھا۔ سوامی رام تیرتھ نے اُس زمانہ میں ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے کو بھانپ لیا تھا کہ اگر اس کی ابھی سے روک تھام کے لئے ضروری قدم نہ اُٹھائے گئے تو مُلک آزاد ہونے کے بعد یہ ایک بہت بڑی مُصیبت بن کر دیش کی خوشحالی اور ترقی میں زبردست رُکاوٹ ڈالے گی۔ اُنہوں نے بڑھتی ہوئی آبادی کی روک تھام کیلئے کم سن بچیوں یعنی بہت چھوٹی عُمر کی شادیوں کو کسی نہ کسی طریقہ سے بند کرنا مُناسب ہی ضروری بتایا ہے۔

"اے نوجوانوں اس کو روکو! روکو! تمہارے ہی اُوپر ہندوستان کی بہبودی (مُستقبل) کا دارومدار ہے۔ اِس کو روکو! روکو!! روکو!!! اخلاق کے نام پر، ہندوستان کے نام پر۔ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مہربانی کرکے اِس طوفان بدتمیزی یعنی بے وقت اور اندھا دُھند کی شادیوں کو جو مُلک میں ہو رہی ہیں روکو! روکو! اِس سے لوگ پاک ہو جائیں گے اور آبادی والا مسئلہ بھی کسی قدر حل ہو جائیگا۔"
اُنہوں نے ہندوستان کی زائد آبادی کے بُرے نتائج سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

روم و یونان اور دیگر ملکوں کے زوال کے اسباب کی تہہ میں یہی سوال زائد آبادی موجود تھا۔ مدتیں ہوئیں کہ ہندوستان بلحاظ آبادی اپنی حد تک پہنچ چکا۔ اور ہم نے اس برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کا ابتک کوئی انتظام نہیں کیا۔ اس دنیا کے پردہ پر کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو ہندوستان کا سا غریب اور حد سے زیادہ آباد ہو۔ اس ملک کا ایک معمولی یعنی اوسط درجہ کا گھر ساری قوم کی حالت کا خاکہ ہے۔"

اسکے علاوہ سوامی رام تیرتھ نے اپنے پیغام میں ملک میں تعلیم نسواں یعنی استری شکشا کو بہت جلد رائج کرنے کی بابت لکھا تھا۔

"اگر ہندوستان کو زندہ رہنا ہے تو استری شکشا د تعلیم نسواں) کو نہایت وسعت کے ساتھ پرچار داشاعت کرنا پڑے گا۔ دیکھو ملک میں کوئی عورت یا غریب آدمی ان پڑھ (جاہل) نہ رہنے پائے۔ ملک کے چہرے سے اس کلنک کے ٹیکے یا بدنامی کے داغ کو مٹا دو۔"

رام کا مذہب

ایک مرتبہ کچھ ایک امریکن لوگوں نے سوامی رام تیرتھ سے اُن کے مذہب یعنی دھرم کی بابت جانکاری کرنی چاہی تو انہوں نے جواب دیا۔ "پیارے! رام دھرم سے نہ ہندو ہے۔ نہ مسلمان۔ نہ عیسائی۔ نہ کیتھولک اور نہ پروٹیسٹینٹ۔ رام کسی کا مخالف بھی نہیں ہے۔ تمام دنیا رام کی ہے۔ امریکہ رام کا ہے رام تمہارا ہی آتما ہے۔ تم سب میرے ہو۔ بھارت بھی میرا ہے۔ عیسائیت۔ اسلام۔ یہودی دھرم۔ ہندو دھرم۔ ویدانت (تصوف) سب کے سب رام کے ہیں۔"

ہندوستان کے تئیں دنیا کتنی قرضدار ہے؟

امریکہ کے مشہور شہر شکاگو میں جب سوامی رام تیرتھ تشریف لائے تو وہاں کی یونیورسٹی میں آپ کا ایک لیکچر ہوا جس کا عنوان تھا۔ "ہندوستان کے تئیں دنیا کتنی قرضدار ہے۔" لیکچر سننے کے بعد یونیورسٹی کے پروفیسروں اور طالب علموں نے بلکہ سوامی رام تیرتھ کو یونیورسٹی کی سب سے بڑی ڈگری ایل۔ ایل۔ ڈی دیکر اُن کی عزت کرنی چاہی۔ لیکن رام بادشاہ نے یہ جواب دیکر اُس ڈگری کو لینے سے انکار کر دیا:-

"پنجاب یونیورسٹی نے پہلے ہی رام کو ایم۔اے کا کلنک (دھبّہ) لگا دیا ہے۔ اب رام دوسرا کلنک (یعنی دوسری ڈگری) لگوانے کو تیار نہیں ہے۔" غلام مُلک کے آزاد رام بادشاہ نے جب اِس طرح سے ڈگری لینے سے اِنکار کر دیا تو تمام لوگ حیران ہو گئے وہاں رام بادشاہ نے اُن لوگوں سے کہا کہ "آپ رام کی عزّت کرنا چاہتے ہیں تو رام کے مُلک ہندوستان کے نردھن و بےسہارا نوجوانوں کو اپنی یونیورسٹی میں بُلا کر اپنے خرچ سے تعلیم حاصل کروانے میں مدد دیویں تاکہ وہ اپنے وطن میں جاکر اُسے آزاد کروانے کے لئے کام کر سکیں۔"

اِس طرح شکاگو یونیورسٹی اور امریکہ کی کئی ایک دُوسری یونیورسٹیوں میں ہندوستانی نوجوانوں کو تعلیم حاصل کروانے کے لئے امریکن لوگوں نے بہت مدد کی تھی۔

امریکہ سے واپسی

لگ بھگ دو سال تک امریکہ کے خاص خاص مقاموں کی سَیر کرتے اور وہاں کے لوگوں کو اپنے لیکچروں سے فیضیاب کرتے ہوئے اور ہندوستان کی سرزمین اور وہاں کی تہذیب اور فلاسفی کی جانکاری امریکن لوگوں کے دِلوں میں بکھیرتے ہوئے 8 اکتوبر ۱۹۰۴ء کو نیویارک سے سمندری جہاز سے واپس ہندوستان چل دیئے تھے۔ امریکہ چھوڑنے سے پیشتر کئی ایک مختلف مقامات پر آپ کے لیکچر ہُوئے تھے۔ (نیویارک) سے وداع ہوتے وقت ہزاروں امریکن آپ کو الوداع کہنے کے لئے ابھی بندرگاہ تک آئے تھے۔ امریکہ میں آپ کے نام سے کئی ایک سُوسائیٹیاں بھی قایم ہو گئی تھیں۔

جُون ۱۹۰۴ء کے آخری ہفتہ میں امریکہ (سینٹ لوئیس) میں منعقد ایک بہت بڑی کانفرنس (ورلڈس یونٹی لیگ) کی رام بادشاہ نے صدارت بھی فرمائی تھی۔ جس کی چرچا نہ صرف امریکہ بلکہ یورپ کے بڑے بڑے مُلکوں میں بھی ہوئی تھی۔ انگریز سرکار کو اِس واقعہ سے بہت تشویش ہوئی تھی۔

رام بادشاہ کی ممیوں کے مُلک مصر میں آمد

امریکہ سے روانہ ہو کر آپ براستہ جبرآلٹر سِکندریا پہنچ گئے اور وہاں سے مصر کی راجدھانی قاہرہ تشریف لے گئے۔ مصر اور بھارت کی تہذیبیں دُنیا کی قدیم ترین

تہذیبیں مانی جاتی ہیں۔ قاہرہ میں سوامی رام تیرتھ سیر کرتے ہوئے وہاں کے معزز لوگوں سے بھی رلے ملے تھے۔ مصر نواسیوں کو جب سوامی رام تیرتھ کی شخصیت کے بارے میں جانکاری ہوئی۔ تو وہ انھیں وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں لے گئے جہاں اُنکا استقبال کیا گیا۔

قاہرہ کی جامع مسجد میں رام کی تقریر

رام بادشاہ نے قاہرہ کی جامع مسجد میں مصر کے مسلمان بھائیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے درمیان بزبان فارسی لگاتار دو گھنٹہ تک تقریر فرمائی تھی جسے وہاں کے عربی روزنامہ الوآب نے ہندی فلاسفر کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ دُکھ کی بات ہے کہ اُن کی اس تقریر کی کوئی بھی کاپی اسوقت موجود نہیں ہے۔

دو بادشاہ ایک ساتھ سفر نہیں کرسکتے

قاہرہ سے رام بادشاہ پورٹ سعید تشریف لے آئے جہاں اُن کو ہندوستان کے لئے جہاز میں سوار ہونا تھا۔ بندرگاہ پر آکر اُنھیں جب یہ معلوم ہوا کہ اُس جہاز میں ہندوستان کا اُسوقت کا وائسرائے (یعنی بادشاہ) لارڈ کرزن بھی سفر کرے گا تو اُنہوں نے یہ کہہ کر کہ جہاز میں سفر کرنے سے اِنکار کر دیا "ایک جہاز میں دو بادشاہ اکٹھے سفر نہیں کرسکتے۔ چُنانچہ چند روز وہاں ٹھہرنے کے بعد رام بادشاہ دوسرے جہاز سے ہندوستان واپس تشریف لائے۔ اور اِس طرح اُن کا ممالک غیر کا سفر ختم ہُوا۔

مشرق اور مغرب

ہندوستان سے کُرہ زمین کا چکّر لگانے کیلئے دو راستے ہیں۔ پہلا مشرق (جاپان کی طرف سے) اور دُوسرا مغرب (افریقہ کی طرف سے) مشرق کی طرف سے دُنیا کا چکّر لگانے کے لئے کلکتہ کی بندرگاہ (جو ہندوستان کے نقشہ میں بھی مشرق کی طرف ہے) اور مغرب کی طرف سے دُنیا کا چکّر لگانے کے لئے بمبئی کی بندرگاہ (جو ہندوستان کے نقشہ میں بھی مغرب کی طرف ہے) ہیں۔ چُونکہ روشنی کا تعلق سُورج سے ہے اور سُورج مشرق کی طرف سے ہی طلوع ہوتا ہے لہذا سوامی رام تیرتھ نے مشرق یعنی روشنی دینے والا راستہ ہی اختیار کیا یعنی کلکتہ سے بہ طرف جاپان تشریف لے گئے۔ نہ کی بمبئی کی جانب سے افریقہ (جہاں سُورج غروب ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں اندھیرا چھا جاتا ہے)

اُنہوں نے یہ سفر طے کیا البتہ اتنا ضرور ہے کہ وہ کلکتہ کے راستے باہر گئے اور بمبئی کے راستے سے واپس آئے تھے۔ •

چودھواں ۱۴ باب

رام بادشاہ کا ہندوستان واپس آنا

لگ بھگ سوا دو سال ممالک غیر گھومنے کے بعد رام بادشاہ مورخہ 8 دسمبر ۱۹۰۴ء کو بمبئی کی بندرگاہ پر تشریف لائے تھے۔ اُن کے استقبال کے لئے متھرا سے آئے ہوئے سوامی شوگن آچاریہ و دیگر کئی ایک معزز لوگ وہاں موجود تھے بمبئی میں آپ نے لگ بھگ ایک ہفتہ تک سندھی سوداگروں کے یہاں قیام فرمایا تھا۔ بمبئی میں آپ کے سواگت میں ایک بہت بڑا جلسہ بھی منعقد کیا گیا تھا جس میں رام بادشاہ نے تقریر فرمائی تھی جس کا لُبِّ لُباب دیش پریم یا دیش بھگتی تھا۔ بمبئی سے آپ ہمراہ سوامی شوگن آچاریہ پہلے ناسک تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے ہوشنگ آباد اور آگرہ ہوتے ہوئے متھرا آگئے جہاں آپ نے جمنا کے کنارے شانتی آشرم میں رہنا پسند کیا۔ انھیں ایّام میں مسٹر پُورن بھی جاپان سے ہندوستان آگئے تھے اور وہ لاہور میں مُقیم تھے۔ سوامی رام تیرتھ کی آمد کی خبر سُنکر وہ اُن سے ملنے کے لئے متھرا تشریف لائے تھے۔

انگریز سرکار کی سوامی رام تیرتھ پر کڑی نظر

ہندوستان میں قدم رکھتے ہی انگریزی حکومت نے سوامی رام تیرتھ کی نقل و حرکت پر خاص دھیان دینا شروع کر دیا تھا اور اُن کے پیچھے محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی کے چند افسران کو محض اس غرض سے لگا دیا تھا تاکہ گورنمنٹ کو اُن سے کسی بھی وقت بھاری خطرہ ہو سکتا ہے چنانچہ متھرا میں بھی سی۔ آئی۔ ڈی کے دو اعلیٰ آفیسر انکے آشرم میں گاہے بگاہے آتے رہتے تھے۔ واسِشٹھ آشرم (ہمالیہ) میں بھی انکی نقل و حرکت پر سرکار کی کڑی نظر رہتی تھی۔

سوامی رام تیرتھ کو اپنے نام سے الگ سوسائیٹی بنانے کا مشورہ

اُس زمانہ میں سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی کا ممالک غیر اور خاص طور پر امریکہ میں اتنی زیادہ عزّت حاصل کر کے اپنے وطن واپس آنا ایک بہت بڑی بات تھی۔ چنانچہ ایک روز متھرا کے بہت سے لائق اور معزّز لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے اپنے نام سے الگ سوسائیٹی بنانے کی صلاح دی۔ اور اُس میں ہر طرح سے کام کرنے کے لئے اُنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ سوامی رام تیرتھ نے اُنھیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ بھارت میں پہلے سے ہی بہت زیادہ سوسائیٹیاں اور سبھائیں موجود ہیں رام اُنھیں میں کام کرے گا اور آپ بھی انھیں میں کام کریں۔ اتنا کہتے ہی وہ اپنے آسن سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور اُن کا چہرہ لال ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اُنھوں نے دونوں ہاتھ اپنے آگے پھیلا کر زور زور سے کہنے لگے۔

"عیسائی۔ آریہ۔ سکھ۔ ہندو۔ پارسی۔ مسلمان۔ تمام وہ لوگ جن کے اعضاء ہڈیاں۔ خون اور دماغ میرے اشٹ دیو بھارت بھومی کے اناج اور نمک سے بنے ہیں میرے بھائی ہیں۔ ہاں۔ میرے اپنا آپ ہیں۔ جاؤ اُن کو کہدو کہ رام اُن کا ہے میں اُن سب کے ساتھ بغلگیر ہوتا ہوں اور کسی کو بھی اپنی آغوشِ محبت سے باہر نہیں سمجھتا۔ میں دُنیا پر محبت کی بارش برساؤں گا۔ اور دُنیا کی خوشی میں نہلاؤں گا۔ اگر کوئی مجھ سے مخالفت ظاہر کرے گا تو میں اُسے خوش آمدید کہوں گا۔ تمام سوسائیٹیاں میری ہیں۔"

پُشکر راج میں نواس

سوامی شِوگُن آچاریہ کے خیالات موقعہ کا فائدہ اُٹھانے کی طرف زیادہ تھے۔ لہٰذا ایک دن سوامی رام تیرتھ اپنی پُرانی عادت کے مُطابق متھرا سے غائب ہو گئے اور چند دن بعد اجمیر کے نزدیک ہندوؤں کے قدیمی تیرتھ پُشکر راج میں آ پہونچے جہاں اُنھوں نے چند ماہ تک کِشن گڑھ ہاؤس میں قیام فرمایا۔

نارائن سوامی کا ممالک غیر سے ہندوستان واپس آنا

اُنھیں ایام میں نارائن سوامی بھی ممالک غیر کا دورہ کرنے کے بعد لنڈن سے بوجہ خرابی صحت اپنے وطن واپس آگئے تھے اور رام بادشاہ کی اجازت ملتے ہی جنوبی ہندوستان کی سیر کرنے کے بعد جنوری ۱۹۰۵ء میں پُشکر راج آگئے تھے۔ سوامی رام تیرتھ نے پُشکر راج سے اپنے بھتیجے گوسوامی برج لال (جو اُن دِنوں ریاست جموں وکشمیر کے محکمہ بندوبست میں اچھے عہدے پر ملازم تھے) کو اور مسٹر پُورن و امریکہ سے ہندوستان آئی ہوئی امریکن لیڈی مسز ویلمین جسے سوامی رام تیرتھ سوریا نند کہتے تھے وغیرہ وغیرہ کو خط ارسال کئے تھے۔ مسٹر پُورن بھی نارائن سوامی کی آمد کی خبر پا کر لاہور سے وہاں پہنچ گئے تھے۔

مگروں سے بھرے ہُوئے تالاب میں نہانا۔

پُشکر راج میں ایک بہت وسیع تالاب ہے جو اُس زمانہ میں مگروں (مگر مچھوں) سے لبریز تھا۔ لوگ بڑی ہوشیاری سے تالاب کے کنارے پر ہی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اشنان کرتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ ایک روز ہمراہ مسٹر پُورن کے جب اُس تالاب میں نہانے کیلئے گھُسے تو بہت دُور تک پانی کے اندر چلے گئے۔ مسٹر پُورن اور دوسرے لوگ تو مارے ڈر کے کنارے پر ہی کھڑے ہُوئے نہانے کے لئے سوچ رہے تھے لیکن رام بادشاہ مگر مچھوں کے جھُنڈ کے درمیان بغیر کسی ڈر یا خطرہ کے گھنٹوں ڈبکیاں لگا لگا کر نہانے کا مزا لیتے رہے اور تمام لوگ اُنھیں دیکھ کر حیران تھے۔

اجمیر اور جے پور میں لیکچر

لگ بھگ دو ماہ پُشکر راج میں قیام کرنے کے بعد مسٹر پُورن کو لاہور اور نارائن سوامی کو افغانستان اور سِندھ کے علاقہ میں دَورہ کرنے کے لئے وِداع کرکے خود ہمالیہ کے کسی علاقہ میں گوشۂ تنہائی کی غرض سے نِکل پڑے۔ راستے میں اُنہوں نے اجمیر اور جے پور میں لیکچر دیئے تھے۔

دارجلنگ کے جنگلوں میں قیام

سوامی رام تیرتھ جے پور سے کلکتہ ہوتے ہوئے مارچ ۱۹۰۵ء میں دارجلنگ گئے جہاں گھنے جنگلوں میں اُنہوں نے متواتر کئی مہینے تک قیام فرمایا تھا۔ یہاں وہ محکمہ جنگلات کے ایک پُرانے بنگلے میں رہتے تھے جو اُن دِنوں بالکل خالی تھا اور نہ ہی وہاں پر کوئی دُوسرا آدمی اِن کے ساتھ تھا۔ اُس مقام سے ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی یعنی مونٹ ایورسٹ سامنے دکھائی دیتی تھی۔ اِس مقام میں رہتے ہوئے سوامی رام تیرتھ نے ویدانت کے متعلق بہت سے مُلکی اور غیر ملکی لٹریچر کا مُطالعہ بھی کیا تھا۔ اُن دِنوں اُن کے ہمسفر لالہ بیج ناتھ ریٹائرڈ جج نے ہندو دھرم پر ایک کتاب لکھی تھی جس کی تمہید لکھنے کے لئے سوامی رام تیرتھ سے گذارش کی گئی تھی۔ سوامی رام تیرتھ نے مذکورہ بالا کتاب کیلئے جو تمہید لکھی تھی وہ بعد ازاں ایک کتابچہ کی شکل میں "ہندوستان کا مستقبل" کے عنوان سے الگ بھی شائع ہوئی تھی۔ اِسی تمہید میں اُنہوں نے ہندوستان کے مُتعلق تحریر کیا تھا۔

"مَیں مجسم ہندوستان ہُوں۔ تمام ہندوستان میرا جسم ہے۔ راس کنیا (کماری) میرے پاؤں ہیں اور ہمالیہ میرا سر ہے۔ میرے بالوں کی جٹاؤں سے گنگا بہہ رہی ہے۔ میرے سر سے برہم پتر اور اٹک (سندھ) نکلے ہیں۔ بندھیاچل میرا لنگوٹ ہے کورومنڈل میری دائیں اور مالابار میری بائیں ٹانگ ہے۔ مشرق اور مغرب میرے دونوں بازو ہیں جن کو پھیلا کر مَیں اپنے ہم وطنوں کو گلے لگانا چاہتا ہُوں۔ ہاں مَیں مجسم ہندوستان ہُوں۔ یہ میرے جسم کا ڈھانچہ ہے جو بالکل سیدھا کھڑا ہے اور لامحدود آکاش (آسمان) کی طرف نظر دوڑا رہا ہے اور میری رُوح (آتما) ہندوستان کی رُوح ہے۔ جب میں وقت میں چلتا ہُوں تو محسوس کرتا ہوں کہ تمام ہندوستان چل رہا ہے جب مَیں بولتا ہُوں تو محسوس کرتا ہُوں کہ تمام ہندوستان بول رہا ہے اور جب میں سانس لیتا ہُوں تو محسوس کرتا ہوں کہ تمام ہندوستان سانس لے رہا ہے مَیں مُجسّم ہندوستان ہُوں۔"

سمادھی اوستھا میں بھارت کی آزادی کا منظر دیکھنا

انھیں ایام میں ہمالیہ کے پہاڑوں میں گوشۂ تنہائی میں رہتے ہوئے سوامی رام تیرتھ کئی کئی دِنوں تک یوگ سمادھی میں بیٹھے رہتے تھے۔ ایک دفعہ انھیں دورانِ سمادھی بھارت یعنی ہندوستان کی آزادی کا سین (درشیہ) نظر آیا تھا۔ اُنھوں نے سمادھی کی حالت میں ہندوستان کو آزاد مُلک کے رُوپ میں دیکھا تھا۔ آپنے اِس بات کا ذکر اس واقعہ کے ٹھیک ایک سال بعد وِسشِسٹھ آشرم (ہمالیہ) میں اپنے پیارے پُورن (بعد ازاں سردار پُورن سنگھ) سے کیا تھا۔

"اکبر دلی"

دارجلنگ کے جنگلوں میں قیام فرماتے ہوئے سوامی رام تیرتھ نے "اکبر دلی" کے عنوان سے ایک مضمون قلمبند کیا تھا جس کا مقصد ہندوستان میں رہنے والے ہندو اور مُسلمان بھائیوں کو (تنگ دِلی چھوڑ کر اکبر (فراخ) دِلی سے کام لیتے ہوئے ایک دُوسرے سے محبت اور پیار سے گلے مِلنا تھا۔ تاکہ انگریز کی پیدا کی ہوئی پھُوٹ یعنی باہمی نفرت کا شکار نہ ہو کر آپس میں بھائی بھائی کی مانند رہ کر اپنے مُلک کو آزاد کروانے میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

"...... اِدھر تو وِدوان پنڈت اور اُدھر عالم و فاضل مولوی صدیوں میں عملاً یہ نہ سمجھے کہ چونکہ ہم ہندو اور مُسلمان ایک ہی ماں (ہندوستان) سے پیدا ہُوئے ہیں اور اِسی کے دودھ سے پلتے ہیں۔ چونکہ ہم ہندو اور مُسلمان دونوں کی رگوں میں خُون ایک ہی نباتات۔ آب ہوا وغیرہ سے پیدا ہو رہا ہے تو ہم حقیقی بھائی ہیں۔

...... اکبر اور اُس کے کوکا نے ایک ہی راجپُوت ماں کا دُودھ پیا تھا۔ کیا ہندو اور مُسلمان ایک ہی ماں ہندوستان کا دُودھ نہیں پی رہے ہیں؟ پچھلی شکائتیں بھُول جاؤ۔ گلے شکوے سب معاف۔ رُوٹھے یار منا لئے گئے۔"

پنڈت مدن موہن مالویہ سے مُلاقات

سوامی رام تیرتھ ستمبر ۱۹۰۵ء میں دارجلنگ سے براستہ کلکتہ اِلٰہ آباد تشریف لائے تھے۔ الٰہ آباد میں آپ کی مُلاقات ہندوستان کے مایۂ ناز لیڈر

پنڈت مدن موہن مالویہ سے برلب گنگا جی یعنی پریاگ (سنگھم) پر ہوئی تھی جہاں آپ دونوں کئی گھنٹہ تک اکٹھے بیٹھ کر مُلک کی آزادی اور ہندو دھرم کی گراوٹ کے بارے میں تبادلۂ خیالات کرنے میں مصروف رہے۔ پنڈت مالویہ سوامی رام تیرتھ سے لگ بھگ گیارہ سال عمر میں بڑے تھے۔ پنڈت مالویہ سوامی رام تیرتھ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

بنارس (کاشی) میں آمد

سوامی رام تیرتھ الہ آباد سے سیدھے بنارس (کاشی) چلے آئے تھے۔ کاشی میں اُنہوں نے چند روز قیام فرمایا تھا۔ یہاں پر اُن کی مُلاقات اُس وقت کے کئی ایک وِدوانوں سے ہوئی تھی۔ یہیں سے سوامی رام تیرتھ کے دِل میں کلامِ عظیم یعنی وید پڑھنے کا اشتیاق جاگا تھا۔ اور جسے اُنھوں نے ہمالیہ کے جنگلوں میں بیٹھ کر پورا کیا تھا۔

فیض آباد میں آمد

بنارس سے سوامی رام تیرتھ فیض آباد تشریف لے گئے تھے جہاں پر اُنھوں نے مورخہ ۹ ستمبر سے ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء تک شری سُرجن لال پانڈے (نہاتما شانتی پرکاش) کے مکان پر قیام فرمایا تھا۔ فیض آباد میں سوامی رام تیرتھ کا پُر زور سواگت کیا گیا اور یہاں کے ہتھامی وکٹوریا ہال میں آپ نے مندرجہ ذیل تقریریں فرمائی تھیں۔

"برہمچریہ"

سوامی رام تیرتھ نے ۹ ستمبر کو برہمچریہ کے عنوان سے اپنی تقریر میں مُلک کی آبادی کو کم کرنے کے لئے برہمچریہ یعنی پاکیزہ دِلی اور پاک کرداری کو عمل میں لانے کے لئے آج سے ستتر سال پہلے فرمایا تھا:۔

"پیارو! اگر تم آبادی کو کم کرنے میں کوشش نہ کرو گے تو قدرت اپنے جنگلی طریقہ کو کام میں لائے گی۔ یعنی تراش خراش کرنا شروع کر دے گی جیسا کہ مہارشی وِششٹھ جی نے فرمایا ہے۔ (۱) وبا (2) قحط (3) زلزلہ (۴) جنگ کے ذریعہ کانٹ چھانٹ شروع ہو جائے گی۔ اگر خانہ جنگیاں۔ اکال اور پلیگ وغیرہ نامنظور ہیں تو عفت۔ عصمت۔ پاکیزہ دِلی اور پاک کِرداری کو عمل میں لاؤ۔ مُلک میں اِتفاق اور

قومی اتحاد ہرگز قایم نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ آبادی کی پیدائش اور زمین کی عملی پیداوار میں دُرست مُناسبت نہ رہے۔ دُنیا میں کوئی مُلک ایسا نہیں ہے جو افلاس میں ہندوستان سے کم ہو۔ اور آبادی میں اِس سے زیادہ۔ ایسی حالت میں عناد و فساد اور خود غرضی بھلا کیونکر دُور ہوسکتی ہے اور اتفاق اور اتحاد کیونکر قایم رہ سکتا ہے۔"

"بِشواس یا ایمان"

مورخہ ۱۰ ستمبر کو سوامی رام تیرتھ نے بِشواس یا ایمان کے بارے میں روشنی ڈالتے ہوئے اپنی تقریر کے دوران بتایا تھا۔

" والٹ وہیٹمین نے اپنی کتاب موسومہ بہ (Leaves of Grass) اوراقِ گیاہ میں لکھا ہے کہ آسمان پر تارے اور زمین پر ذرّے صرف دھرم یا وِشواس کی خاطر چمکتے ہیں۔ اِس امریکن مُصنّف کا حوالہ رام اِس وجہ سے دیتا ہے کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یوروپ اور امریکہ والے سب کے سب ناستِک (خدا کی ہستی کو نہ ماننے والے) ہوتے ہیں۔ بھلا یہ کب ممکن ہے کہ بلا ایشور میں وِشواس کیئے ہُوئے کوئی مُلک ترقی کر سکے۔ ہاں بیشک وہ ایسے ایشور کو نہیں مانتے جو آدمیوں سے الگ دُنیا سے پرے کہیں بادلوں کے اُوپر بیٹھا ہُوا ہے کہیں اس کو وہاں زکام نہ ہو جائے...... کہاں عرب کا ریگستان۔ وہاں ایک اُمّی جنگلوں کے رہنے والے یتیم کے دِل میں اِسلام (شردھا۔ Faith یا وِشواس) کی آگ بھڑک اُٹھی۔ یعنی سوائے اللہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ (एकमेव अद्वितीयम्) اِس بات کا یقین اُس کے دِل میں جم گیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کے جگر میں آگ بھڑکی اور اس ریگستان میں پڑی۔ جہاں ریگ کا ایک ایک ذرّہ آتش فشاں بارُود کا چھرّا بن گیا۔ اور ساری دُنیا میں ایک ہلچل مچ گئی۔ گرینڈا سے لیکر دہلی تک اور یوروپ۔ افریقہ اور ایشیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک ایک آفت مچا دی۔ یہ کیا تھا۔ یقین اور ایمان کا زور۔ وِشواس کی طاقت۔ نہ کہ تلوار اور بندُوق کی طاقت۔ جیسا کہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ بندوق اور تلوار کے زور سے اہلِ اِسلام نے فتح پائی۔"

"عملی ویدانت" اور "آتم ساکھشات کار"

مورخہ ۱۱ ستمبر کو سوامی رام تیرتھ نے عملی ویدانت کے عنوان سے

فیض آباد میں جو تقریر فرمائی تھی وہ لاجواب تھی۔

"جیسے انگریزوں کے ہاں کرامویل اور مسلمانوں کے ہاں بابر ہوا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کے ہاں زمانہ حال میں رنجیت سنگھ ہوا ہے۔ اس فخرِ ہندوستان اور شیرِ پنجاب کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ فوج دشمن کی دریائے اٹک (سندھ) کے پار تھی اور اُس کے آدمی اُس دریا کے پار جانے میں جھجکتے تھے۔ اُس نے اپنا گھوڑا اُس دریا میں یہ کہہ کر ڈال دیا۔

سبھی بھوم گوپال کی یا میں کہاں اٹک
جاکے من میں اٹک ہے سوہی رہا اٹک

اُسکے پیچھے ساری فوج دریا کو پار کر گئی۔ گو غنیم کی فوج کے سامنے یہ تھوڑے سے آدمی تھے مگر اُن کی جوانمردی دیکھ کر دشمن کی فوج کے دِل دھڑک اُٹھے اور تمام کے تمام آدمی اُن کے حوصلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے۔ اور میدانِ جنگ بھارت کے اُس سورما کے ہاتھ آیا بات کیا تھی۔ اُسکے دِل میں بشواس (یقین) یعنی اِسلام کا جوش موجیں مار رہا تھا رات بھر الیشور کے دھیان میں مگن رہتا تھا۔ اُس کی پرار تھناؤں میں خون کے آنسو ہو کر آنکھوں کی راہ بہہ نکلتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُسکے اندر وہ بَل (طاقت) آگیا۔ آتم بَل (روحانی طاقت)۔ بشواس بَل (یقین کی طاقت) یا اِسلام کی طاقت سے وہ بھر گیا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اُس نے آتما کو ساکھشات کار (اپنی ہی ذات کو دیکھنا) کر لیا تھا۔ یہاں زبانی جمع خرچ کا کام نہیں۔ ساکھشات کار وہ چیز ہے جہاں روم روم سے آنند نکلتا ہو۔ اِس طرح رنجیت سنگھ کے اندر بشواس کا بَل بھرا ہوا تھا۔ ایسے ہی ساکھشات کار والوں کو دریا بھی راستہ دے دیتا ہے۔ پہاڑ بھی اپنے سر آنکھوں پر اُٹھا لیتا ہے۔ دُنیا کی کامیابی کا یہ ہی گُر اندر کی طاقت یا آتم بَل ہے۔ اور اِسی کا دوسرا نام ہے عملی ویدانت۔"

اِقبال کا آفتاب ہندوستان پر جلد ہی چمکے گا۔

فیض آباد کے لال بھون میں مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کو سوامی رام تیرتھ نے ایک اُپدیش دیا تھا۔

جس میں وہاں کے ڈپٹی کلکٹر شری کندن لال، سادھارن دھرم سبھا کے سکریٹری شری سرجن لال پانڈے (مہاتما شانتی پرکاش) اور پنڈت شو آنند و چند دیگر طالبانِ حق موجود تھے۔ اِس موقعہ پر ہندوستان کی حالت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں سوامی رام تیرتھ نے فرمایا:-

"اب ہندوستان سنبھلے بغیر نہ رہیگا۔ اب اِسکے اچھے دن آئے۔ زوال کی رات ختم ہوئی۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان جنّت نشان کہلاتا تھا۔ اُس کے اِقبال کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ پھر دِن ڈھلنا شروع ہوا۔ وہ آفتاب مصر پہنچا۔ مصر سے یونان اور روم ہوتا ہوا اسپین وغیرہ یورپ کے مُلکوں میں جا چمکا۔ پھر انگلستان کی باری آئی اور انگلستان سے امریکہ کو جا پہنچا۔ جس نے ساری دُنیا کو چکا چوندھ میں ڈال دیا سو وہی آفتاب اقبال آج مُلک جاپان پر چمک رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپان ترقی پر ترقی کئے چلا جاتا ہے۔ جاپان کے بعد چین اور چین کے بعد ہمارا ملک ہندوستان اِس آفتاب جہاں تاب سے روشن ہوگا۔ کوئی طاقت نہیں جو اِس کو روک سکے۔ کوئی ایسی تہذیب نہیں جو اِس آفتاب کو اس چکّر کاٹنے سے باز رکھ سکے۔"

بارہ نبکی میں تقریر

فیض آباد کے لوگوں کو اپنے خیالات سے فیضیاب کرنے کے بعد سوامی رام تیرتھ بھگوان رامچندر کی پاک جائے پیدائش ایودھیا جی تشریف لے گئے تھے اور پھر وہاں سے واپس آنے کے بعد آپ پنڈت پرمیشور دیال (وکیل ہائی کورٹ) کے دعوت نامہ پر بارہ بنکی تشریف لے گئے تھے۔ بارہ بنکی میں مقامی ناگیشور مندر میں شام کے وقت آپ نے ایک بہت بڑے ہجوم کو مخاطب کرتے ہوئے "شانتی کے اُپائے" کے عنوان سے ایک تقریر فرمائی تھی جسمیں ہندو اور مسلمان دونوں یکساں تعداد میں شامل تھے۔ آپ کی تقریر کے خاتمہ پر جلسہ کے صدر جناب نواب محمد عظیم خاں (ڈپٹی کمشنر بارابنکی) نے یوں فرمایا تھا:-

"جناب سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کا لیکچر ایک منٹ کم تین گھنٹے میں ختم ہوا۔ اسمیں سوامی جی نے لوگوں کو ایسا مست کر دیا کہ وقت گذرتے معلوم تک نہیں ہوا۔ آپ

کی تقریر اتنی پُراثر ہے کہ جس کی تعریف کرنا میری زبان کی طاقت سے ناممکن ہے۔ میں نے ابتک اپنی عُمر میں ایسے لائق تقریر داں کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے ہر مذہب کی خوبیوں کو بتایا ہے جس سے ہر کوئی چاہے ہندو ہو، چاہے مسلمان ہو خوش رہے آپ نے بغیر کسی رُکاوٹ کے ہر بات پر بحث کی یعنی لوگوں کے سوالوں کے جواب دیئے۔ آپ کئی زبانوں کے عالم ہیں فارسی۔ عربی۔ انگریزی۔ اُردو۔ سنسکرت اچھّی طرح جانتے ہیں جس کا ذکر بھی دورانِ تقریر ہوا ہے اور ممکن ہے کہ آپ مزید اور بھی زبانیں جانتے ہوں۔ آپ میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ آپ کی اپنی شکل ان لفظوں کو بول اٹھتی ہے جو عمل میں لا رہے ہیں۔ آپ کسی شکریہ کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ آپ کا جسم سب کے بھلے کے لئے ہے۔ لہٰذا ہم سب لوگوں کو ایشور سے پرارتھنا ہے کہ آپ کی زندگی بہت دیر تک بنی رہے جس سے مُلک کو فائدہ پہونچے۔"

گورکھپور میں تقریر

بارابنکی سے سوامی رام تیرتھ گورکھپور تشریف لے گئے یہاں پر آپ مشکل سے ایک یا دو دن ہی رہ پائے تھے اور پھر غازی پور چلے گئے تھے۔ گورکھپور میں آپ نے "ایکتا کے درشن" کے عنوان سے ایک تقریر میں ہزاروں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"زبان بولتی ہے اور کان سُنتے ہیں۔ ایسا کہا کرتے ہیں۔ لیکن زبان میں بولنے کی طاقت کہاں سے آئی اور کان میں سُننے کی طاقت کہاں سے آئی؟ ایک ہی رُوح ہے۔ ایک ہی آتما ہے جو کان اور زبان کو طاقت دیتا ہے۔ کان کو سُننے کی طاقت دیتا ہے تو زبان کو بولنے کی طاقت دیتا ہے آپ لوگ چاہے مانو چاہے نہ مانو۔ لیکن اس وقت رام جو بول رہا ہے تو رام میں بولنے والا اور آپ میں سُننے والا دراصل میں ایک ہی ہے جیسے زبان اور کان میں ایک ہی طاقت ہے اِسی طرح بولنے والے اور سُننے والے جسم میں ایک ہی طاقت ہے۔ وہی بول رہی ہے وہی سُن رہی ہے ؎

ایک ہی گاتا ہوں میں اپنے سُنانے کے لئے
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے نہیں کچھ پروا مجھے۔

یہ لیکچر نہیں ہے بلکہ جیسے کوئی اپنے من میں آپ ہی وچار کرتا ہے اُسی طرح بولا جا رہا ہے

اور اِس کو آپ اِس خیال کے ساتھ سُنیئے گا جیسے آپ خود اپنے مَن میں وِچار کر رہے ہیں اور آپ لیکچر دے رہے ہیں تقریر شروع ہونے سے پہلے آپ اِس دھیان میں غرق ہو جائیں کہ۔ اِن تمام اجسام میں ایک ہی وحدت ہے۔ پرمیشور کہہ دو۔ خُدا کہہ دو۔ آتما کہہ دو۔ ایک ہی ادوئیت (وحدت) ہے جو اِن تمام اجسام میں اِس طرح دکھائی دے رہا ہے جیسے مالا (تسبیح) کے دانوں میں دھاگا پرویا رہتا ہے۔"

غازی پور میں آمد

سوامی رام تیرتھ نے غازی پور میں دو تقریریں فرمائی تھیں جن کو سُننے کے لئے بہت بڑی تعداد میں اکٹھے ہوئے تھے۔

"ترقی کا راستہ"

راہِ ترقی یا ترقی کا راستہ کے عنوان سے سوامی رام تیرتھ نے غازی پور میں اپنی تقریر کے دوران لوگوں کو بتایا تھا۔

"جو شخص آگے بڑھنے کے واسطے تیار نہیں ہے وہ گُناہ کرتا ہے۔ یہی گُناہ کی اصلیت ہے۔ اور یہی ذریعہ ہے جس سے گُناہ انسان میں آتا ہے۔ تمہاری بائیسکل کا پہیہ گھوم رہا ہے اور تمہارا کُتّا اُس کے آگے آگے دوڑتا چلا جا رہا ہے اگر وہ برابر چلا جائے گا۔ تو اُس کو کوئی صدمہ تمہاری بائیسکل کے پہیّے سے نہیں پہنچے گا۔ لیکن اگر وہ رُک جائے یا تمہاری بائیسکل کی رفتار کی بہ نسبت اپنی رفتار کم کر دے۔ تو وہ ضرور پہیّے کے نیچے دب جائے گا۔ ہاں ایک ذریعہ اُس کے بچانے کا بھی ہے کہ تم خود اپنی بائیسکل کو روک دو۔ اِسی طرح یہ زمانہ کا پہیّہ چکر لگا رہا ہے اُسکے ساتھ ساتھ دوڑو تو خیر ہے۔ ورنہ اُسکے نیچے دب کر مرنا مجبوری و لازمی ہے۔ یہاں ایک دِقّت اور بھی ہے کہ پرمیشور اپنے پہیّے کو نہیں روکے گا۔ اُسکے قانون اٹل ہیں وہ ہمیشہ جاری ہیں۔ وہاں کسی کا پاس یا لحاظ نہیں ہے۔ پس ترقّی کرو۔ ورنہ کُچلے جاؤ گے۔ پس جاؤ گے اور تباہ ہو جاؤ گے۔ وہی قومیں تباہ ہوتی ہیں جو آگے نہیں چلتی ہیں۔ جو ہمیشہ پیچھے ہی کو قدم ہٹاتی ہیں۔ ترقی کے معنی کوشش اور پُرشارتھ کے ہیں۔"

"نقد دھرم"

غازی پور میں سوامی رام تیرتھ کا ایک لیکچر "نقد دھرم" کے عنوان سے بھی ہوا تھا جس میں اُنہوں نے نقد دھرم اور اُدھار دھرم کی

تشریح کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"مذہبی لڑائیاں اور رولے (شور) جو ہوتے ہیں۔ وہ نقد دھرم پر نہیں ہوتے۔ اُدھار دھرم پر ہوتے ہیں۔ نقد دھرم وہ ہے۔ جو بعد از مرگ سے نہیں بلکہ موجودہ زندگی سے سروکار رکھتا ہے۔ اُدھار دھرم اعتباری ہوتا ہے۔ نقد دھرم یقینی۔ اُدھار دھرم کہنے کے لئے ہے۔ نقد دھرم کرنے کے لئے ہے۔ وہ حصّہ دھرم کا جو نقد ہے اُس پر تمام ہی مذاہب کا اتفاق ہے۔ سچ بولنا، علم پڑھنا اور اُس پر عمل کرنا خودغرضی سے پاک ہونا پرائے مال کو۔ پرائی عورت کو دیکھ کر حرام دِل نہ ہونا۔ دُنیا کے لالچ اور دھمکیوں کے جادُو میں آکر حقیقت اصلی (ذاتِ مُطلق) کو نہ بھُولنا۔ مضبُوط دِل اور مستقل مزاج ہونا۔ وغیرہ۔ اِس نقد دھرم پر کہیں دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ جھگڑے اُس دھرم پر ہُوئے ہیں جو دبا کر رکھا جاتا ہے۔"

لکھنؤ میں قیام

غازی پور سے سوامی رام تیرتھ سیدھے لکھنؤ آگئے تھے جہاں وہ بابو گنگا پرشاد ورما کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ لکھنؤ کے کئی ایک سکولوں اور کالجوں میں آپ کے اُپدیش ہوئے تھے۔ لکھنؤ میں آپ نے جتنے روز بھی قیام فرمایا وہاں بلاناغہ شام کو قیصر باغ میں آپ تقریر فرماتے تھے۔ آپ کا لیکچر شروع ہونے سے گھنٹوں پیشتر قیصر باغ کا وسیع میدان کھچا کھچ بھر جاتا تھا۔ کیا ہندو اور کیا مُسلمان اور کیا عیسائی غرضیکہ تمام مذاہب کے لوگ وہاں موجود ہوتے تھے۔ سادھو، سنت، فقیر اور درویش بھی وہاں پہنچے ہوتے تھے۔ شہر کے معزز پیشہ لوگ جیسے ڈاکٹر، وکیل اور پروفیسر و سرکاری آفیسر جن میں انگریز بھی شامل تھے اُن کے لیکچر سُننے کو بیتاب رہتے تھے۔

پنڈت تیج بہادر سپرُو کا لیکچر سُننے روزانہ تشریف لانا۔

لکھنؤ میں سوامی رام تیرتھ کا لیکچر سُننے والوں میں پنڈت تیج بہادر سپرُو (بعد ازاں سر تیج بہادر سپرُو۔ بیرسٹر) بھی ہُوا کرتے تھے وہ روزانہ اپنے تمام کام کاج کو چھوڑ کر

قیصر باغ میں سوامی رام تیرتھ کے اُپدیش سُننے کی غرض سے تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ سوامی رام تیرتھ کے خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے۔

"عشق الٰہی"

لکھنؤ میں سوامی رام تیرتھ نے "عشق الٰہی" پر ایک تقریر فرمائی تھی وہ تقریر کیا تھی ایک جادو تھا۔ حاضرینِ جلسہ پرماتما کی بھگتی یعنی "عشق الٰہی" میں اسقدر کھوگئے تھے کہ اُنھیں اپنے آپ کی ہوش نہ رہی تھی اُنھیں وہیں پر ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اور خدا ایک ہوگئے ہیں۔ ایسی جادو بیانی تھی کہ تمام لوگ آپے سے باہر ہوگئے تھے اُنھوں نے تقریر کے شروع میں ہی ایسا ماحول باندھ دیا تھا جو بیان سے باہر ہے۔

"نہ کبھی تھے بادہ پرست ہم نہ ہمیں یہ کیفِ شراب ہے
لبِ یار چومے تھے خواب میں وہی جوشِ مستی خواب ہے

کہتے ہیں سُورج تیرا عکس ہے۔ آدمی تیرے نمونہ پر بنایا گیا ہے۔ آدمی میں تیرا دم (نفس) پھُونکا ہُوا ہے۔ تو پھُولوں میں ہنس رہا ہے۔ بارش میں زار زار آنسو بہاتا ہے۔ ہوا تیری ہی سالنس ہے۔ راتوں کو تُو گویا سوتا ہے۔ دِن چڑھنا تیری عالم بیداری۔ یعنی جاگرت اوستھا ہے۔ ندیوں میں تُو گاتا پھرتا ہے۔ قوسِ قزح (اِندر دھنُش) تیرا جھولا ہے۔ نُور کے طُوفان میں تُو کُوک مارچ کرتا چلا جاتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ یہ رنگا رنگ پوشاک یہ قوسِ قزح۔ یہ بادل۔ یہ ندیاں۔ یہ درخت یہ طرح طرح کے ملبُوسات غیر نہیں۔ تیرے ہیں۔ تُو ہی اِن تمام ساڑھیوں میں جھلک رہا ہے۔ یہ تمام اسماء واشکال۔ نام رُوپی کپڑے۔ ململ یا جالی کے کپڑے ہیں۔ جو تیرے بدن کو تیرے نُورانی سرُوپ کو آدھا دِکھاتے ہیں۔ اور آدھا چھُپاتے ہیں۔ او پیارے! یہ چادریں اور لباس کیوں؟ یہ اپنے تئیں پردوں اور جاموں میں چھپانا کیا؟ یہ گھونگھٹ کی اوٹ میں چوٹ کرنا کیا معنی؟ کیا پردوں کو اُٹھاکر باہر آنے میں تجھے شرم آتی ہے؟ کیا تیرا بدن۔ تیرا سرُوپ بدشکل ہے کہ تُو ننگا ہونے میں جھجکتا ہے؟ کیا تیرے سِوا کوئی اور ہے جس سے تُو شرماتا ہے؟ اگر یہ بات نہیں تو پیارے! پھر یہ لباس۔ یہ جامہ۔ یہ بُرقع۔ یہ پردہ اُتار۔ آج تو ہم تجھے ننگا دیکھیں گے۔

برہنہ دیکھیں گے۔ دیکھیں گے اور ضرور دیکھیں گے۔ پیارے! اور پیارے!! اُتار دے کپڑے آ۔ میرے پیارے آ!!! ؎

کیوں اوہلے بہ بہ جھاکیدا
ایہ پردہ کِس توں راکھیدا

(ایک کونہ میں بیٹھ کر کیوں جھانک رہا ہے۔ اور یہ پردہ تو کس سے کر رہا ہے۔)

اُس نے جو جواب دیا وہ برق کی طرح میرے دل میں چمک گیا۔ وہ جواب یہ تھا۔

"نہ تو شرم ہے مجھے ننگا ہونے میں۔ نہ ڈر ہے۔ نہ بدشکل ہوں کہ کپڑے اُتارتے جھجکتا ہوں۔ لیکن کیا تو سچ مچ مجھ سے عشق رکھتا ہے؟ کیا تجھ کو مجھ سے حقیقی محبت ہے؟ مَیں بھی مدت سے تیرے عشق کے مارے بادلوں میں رو رو کر اور بجلی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تیری جستجو میں تھا۔ کیا تو میرا عاشق ہے؟ اگر ہے تو جلدی کر۔ کپڑے اُتار۔ تو اپنے اُتار۔ مَیں اپنے اُتاروں۔ لے ابھی وصل ہوتا ہے۔ دیر نہ کر۔ گلے مل۔ چقیں اور پردے پھاڑ ڈال۔ دیواریں ڈھا دے۔ ننگا تو ہو۔ ننگا خدا سے چنگا۔ یہ درجہ یہ اہنکار یہ جسم و اِسم کی پابندی۔ یہ میرا تیرا۔ یہ دعویٰ۔ یہ طرح طرح کے منصوبے۔ یہ طرح طرح کی حکومت بازیاں۔ یہ طرح طرح کی حیلہ سازیاں۔ اُتار دے یہ کپڑے۔ ارے! اُتار دے یہ کپڑے"۔ کپڑے اُتارے تو کیا تھا۔ اُس کی رضائیاں اور دُلائیاں۔ اُس کے لحاف اور توشک (یہ بادل۔ یہ مینہ۔ یہ رات اور دن) میرے لحاف اور توشک ہو گئے۔ دونوں ایک ہی بستر میں پڑ گئے۔ دونوں ایک ہی ہو گئے۔ ؎

مِن تو شُدم تو مِن شُدی مِن تن شُدم تو جاں شُدی
تاکس نگوید بعد ازیں مِن دیگرم تو دیگری

اس جوشِ مستی میں رضائیاں اور دُلائیاں بھی اُتر گئیں۔ نہ کپڑے رہے۔ نہ رنگ روپ۔ نہ دُنیا رہی۔ نہ دین۔ اسماء و اشکال کا نام و نشاں نہ رہا۔ آپ ہی آپ اکیلا رہ گیا۔ ؎

آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں
ذاتِ مطلق میں مری شکل نہیں نام نہیں

"تدبیر اور تقدیر"

لکھنؤ میں سوامی رام تیرتھ کی ایک تقریر "تدبیر اور تقدیر" کے عنوان سے ہوئی تھی۔ اُنہوں نے حاضرین جلسہ کی حسب منشا "تدبیر اور تقدیر" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا :-

قسمت کیا ہے ؟ پراربدھ یا کرم پھل۔ کرم جس کے لفظی معنی فعل یا کام ہے۔ کیا کام وہ ہے جو جسم سے کیا جائے ؟ کام کی تعریف وہ حرکت ہے جس سے من کو تعلق ہو۔ کرم وہ ہے جس سے من کا لگاؤ ہو۔ اصلی کرم وہ خیال ہے جو عالم خیال کی تہ میں ہے۔ پس ہمارے خیالوں سے قسمت بنی بنی ہوئی ہے .... اس لئے اگر غریب ہو تو اپنے بنائے ہوئے ہو۔ اپنے ہی خیال سے اپنے کو آپ نے قید میں ڈال دیا۔ اور اپنے ہی خیال سے رہائی ہو سکتی ہے ...... دیکھئے کہاں تک رہائی ہے اور کہاں تک قید ہے ؟ کہاں تک تدبیر اور کہاں تک تقدیر ہے ؟ ریل گاڑی کی پٹری کی کیفیت ہے۔ ریل آزاد بھی ہے۔ اور قید بھی ہے۔ آزاد تو ایسی کہ پھر پھر چلتی ہے اور قید یوں کہ لکیر کی فقیر ہے۔ اس طرح آپ کے خیالوں کے ساتھ دماغ میں پٹریاں پڑ جاتی ہیں۔ اور باہر سے ساز و سامان مہیا ہو جاتے ہیں .... ریشم کے کپڑے کی مثال لو کہ آزاد بھی ہے اور پابند بھی۔ یہ ریشم کے نکالنے میں آزاد ہے۔ اور جب نکال چکا تو اُس کوے (ریشم کے خول یا غلاف) میں پھنسکر قید ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی تمہاری مثال ہے...... تمہاری آزادی تمہیں غلام بنا رہی ہے۔ ایک آدمی نے تمسّک لکھ دیا کہ اتنے دِنوں میں روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔ روپیہ پیدا کرنے میں آزاد تھا۔ تمسّک لکھنے میں آزاد تھا۔ مگر اپنے لکھنے سے آپ قید ہو گیا۔ اسی طرح اِنسان اپنے فعل میں آزاد بھی ہے اور اُسی سے مُقیّد بھی ہو جاتا ہے۔ وہی عمل جس کے کرنے میں وہ آزاد تھا کر چکنے پر اُسکے حق میں بندھن (قید) ہو جاتا ہے۔"

گوسائیں ہیرانند کا لکھنؤ تشریف لانا

سوامی رام تیرتھ نے جولائی ١٩٠٥ء کے وسط میں لاہور چھوڑ دیا تھا اور پھر چند ماہ کے بعد اُنہوں نے سنیاس بھی لے لیا تھا۔ یعنی تارک الدُنیا ہو گئے تھے۔ بحالت سنیاس اُنہوں نے نہ تو کبھی اپنے گھر والوں کو ہی یاد کیا تھا۔ اور نہ ہی کبھی اپنے وطن یعنی پنجاب میں

تشریف لائے۔ گو اِن دِنوں لوگ اخبار میں وغیرہ بہت کم پڑھتے تھے لیکن پھر بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے سوامی رام تیرتھ کے متعلق جانکاری اُن کے گھر والوں تک پہنچ ہی جاتی تھی۔ سنیاس لینے کے بعد ہمالیہ پربت میں تپسیا کرنے اور وہاں کی یاترا کرنے اور پھر متھرا و فیض آباد کے جلسوں کی صدارت کرنے اور ٹیہری و مسوری کے درمیانی علاقہ میں قیام فرمانے اور مہاراجہ ٹیہری (گڑھوال) کے مہمان بننے و ممالک غیر یعنی جاپان اور امریکہ وغیرہ جانے اور پھر وہاں سے واپس آنے کی خبریں باقاعدہ اُن کے گھر والوں کو پہنچتی رہتی تھیں۔ وہ لوگ وہیں بیٹھے ہوئے اپنے دِل کو تسلّی دے لیتے تھے۔ اِنھیں ایام میں جب سوامی رام تیرتھ لگ بھگ دو ہفتے تک لکھنؤ میں ٹھہرے۔ تو مُرالی والا سے اُن کے والد صاحب گوسائیں ہیرانند لکھنؤ تشریف لائے۔ اور بابو گنگا پرشاد کے مکان پر اُنہوں نے اپنے پسر (جو اُس وقت تمام دُنیا میں ایک مانا ہُوا سنت تھا) سوامی رام تیرتھ کے درشن کیلئے۔ ہر دو کی مُلاقات تھوڑی دیر کے لئے ہی ہو سکی تھی کیونکہ سوامی رام تیرتھ سنیاس آشرم کے قاعدہ قانون کے مُطابق اپنے گرہست آشرم (خانہ داری) کے کسی بھی ممبر کو مِلنے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ گوسائیں صاحب اپنے بیٹے کا جاہ و جلال دیکھ کر ہی لکھنؤ سے شام کی گاڑی سے واپس مُرالی والا تشریف لے گئے تھے۔

مُراد آباد میں لیکچر

لکھنؤ سے رُخصت ہو کر سوامی رام تیرتھ وہاں کے لوگوں کے اصرار پر مُراد آباد ٹھہرے تھے اور اُنہوں نے یہاں پر ایک لیکچر بھی دیا تھا۔ مُراد آباد میں آپ کی طبیعت ناساز تھی کیونکہ لکھنؤ میں لگاتار دو ہفتے دِن رات کام کرنے اور بولنے سے آپ کی صحت بگڑ گئی تھی۔ مُراد آباد سے آپ سیدھے ہردوار تشریف لے گئے تھے۔

نارائن سوامی کو تار دیکر ہردوار بُلانا

ہردوار میں آکر سوامی رام تیرتھ اور زیادہ بیمار ہو گئے اور اُنہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اِسی درمیان اُنہوں نے نارائن سوامی کو جو اُن دِنوں حیدر آباد (سندھ)

میں تھے بذریعہ تار ہردوار بُلا لیا اور پھر قُدرتی علاج کے ذریعہ آپ کی صحت میں آہستہ آہستہ سُدھار ہونے لگ گیا۔ سوامی رام تیرتھ جب چلنے پھرنے کے قابل ہُوئے تو اُنہوں نے جھٹ نارائن سوامی کو لکھنؤ روانہ کر دیا اور خود آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے مظفر نگر چلے گئے۔

سوامی گوبند آنند کا مِلن

سوامی رام تیرتھ ہردوار سے ریل گاڑی میں سوار ہو کر مُظفر نگر کی طرف جا رہے تھے کہ پنجاب سے اُن کے شِشیہ (شاگرد) سوامی گوبند آنند اُن کی کھوج کرتے کرتے ہردوار کے ریلوے اسٹیشن پر آ پہنچے اور اُنہوں نے اپنے گورو سوامی رام تیرتھ کے چرنوں میں پرنام کیا۔ چونکہ اُسوقت اُن کے پاس اپنے مُرشد کو پیش کرنے کے لئے کوئی بھی شے نہ تھی۔ لہذا اُنہوں نے وہیں کھڑے کھڑے مندرجہ ذیل ایک کُنڈلیا چھند (ہندی شاعری میں جسے کُنڈلی کہتے ہیں) لکھ کر اُن کو بھینٹ کیا۔ ؎

"مَیں ناہیں نا جگت ہے۔ نہیں تیسرا اور
ایکاکی رام تُو نہیں دوَیت کی ٹھور
نہیں دوَیت کی ٹھور۔ کیا میرا تیرا
اور کرے پھر کون نہیں جگ مَیں یا تیرا
پُوجک۔ پُوجا۔ پُوجیہ۔ رُوپ سب دھرے تَیں
تیری بھینٹا تُوہی نہیں کچھ میرا مَیں

سوامی رام تیرتھ کی سہارنپور آمد

ہردوار سے ہمراہ سوامی گوبند آنند سوامی رام تیرتھ مظفر نگر کی طرف چل دیئے۔ اور راستے میں (جاتی دفعہ یا آتی دفعہ) سہارنپور کے ریلوے اسٹیشن پر گاڑی تبدیل کرنے کی غرض سے اُترے۔ اُن دِنوں سہارنپور کا ریلوے اسٹیشن یعنی پلیٹ فارم موجودہ پلیٹ فارم سے مغرب کی طرف لگ بھگ ½ کلومیٹر دُور مقامی نئی آبادی پٹیل نگر کے قریب تھا۔ راقم الحروف کا یہ یقین کامل ہے کہ سوامی رام ضرور بہ ضرور پلیٹ فارم سے

گھومتے پھرتے رام تیرتھ کینال (رام تیرتھ روڈ۔ رام تیرتھ نگر) کے علاقہ میں تشریف لائے تھے جو کہ پٹیل نگر کے بالکل ساتھ جڑا ہوا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اِس وقت جس جگہ پر رام تیرتھ ہال ہے جس میں سوامی رام تیرتھ کا سفید پتھر کا قدِ آدم مجسمہ لگایا گیا ہے وہاں پر اُس وقت کنواں اور ایک شِوالہ تھا جس کے چاروں طرف باغ و باغیچے تھے۔ جہاں سوامی رام تیرتھ ضرور کچھ دیر کے لئے تشریف لائے ہوں گے اور وہاں بیٹھے بھی ہوں گے کیونکہ آج اُسی جگہ پر اُس قدیمی شِوالہ کے بالکل نزدیک ہی اُن کی یادگار قائم ہے جو اِس بات کا زندہ جاگتا ثبوت ہے کہ بغیر اُن کے قدم مُبارک یہاں پر آنے کی اِتنی بڑی یادگار کا وجود میں آنا ناممکن ہے۔

مُظفر نگر میں قیام

سہارنپور سے چل کر سوامی رام تیرتھ اور سوامی گوبند آنند مُظفر نگر چلے گئے۔ جہاں لالہ نہال چند رئیس آنریبل اُن کے استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پر حاضر کھڑے تھے۔ مُظفر نگر میں سوامی رام تیرتھ لالہ صاحب کے یہاں اُن کے ایک باغ میں ایکانت میں لگ بھگ ایک ہفتہ تک ٹھہرے تھے۔ وہاں اُن کے اُپدیش بھی ہوئے تھے۔ بعد ازاں اُس باغ کا نام رام باغ ہی مشہور ہو گیا۔ مُظفر نگر سے سوامی رام تیرتھ اکیلے ہردوار واپس آ گئے جبکہ اُنہوں نے سوامی گوبند آنند کو واپس پنجاب روانہ کر دیا تھا۔ مظفر نگر سے مورخہ 18 اکتوبر 1905ء کو سوامی رام تیرتھ نے مسٹر پورن کو ایک لمبا چوڑا خط بھی تحریر کیا تھا۔ جس میں اُنھوں نے مندرجہ ذیل انگریزی کی ایک چھوٹی سی نظم بھی لکھی تھی۔

Hurah! Hurah!
No Jealousy, no fear
I'm the dearest of the dear
No Sin no Sorrow,
No past no morrow.

پندرھواں (۱۵) باب

نارائن سوامی اور مسٹر پورن کا ہردوار آنا

سوامی رام تیرتھ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے تیسرے ہفتے میں مظفر نگر سے ہردوار واپس تشریف لے آئے تھے۔ اور انھیں ایام میں لاہور سے مسٹر پورن اور لکھنؤ سے نارائن سوامی بھی ہردوار آگئے تھے ہردوار میں ایک دن سوامی رام تیرتھ گنگا جی کے دوسری پار (نیل دھارا کے پار) پہاڑ پر چنڈی دیوی کے قدیم مندر کے درشن کرنے بھی گئے تھے اُنھوں نے اس مقام پر قیام بھی فرمایا تھا اور یہاں سے دکھائی دینے والے دلکش نظاروں کا حال بھی ایک خط میں لکھا تھا۔

مسٹر خداداد خاں کا سوامی رام تیرتھ کے درشن کرنا

مسٹر خداداد خاں (بعد ازاں ڈاکٹر خداداد خاں) مسٹر پورن کے جگری دوست تھے۔ اور دونوں آخری ٹمے (وقت) تک ڈوئی والہ (ڈیرہ دون) میں اکٹھے ایک ہی مکان میں رہتے رہے۔ ایک دفعہ مسٹر خداداد خاں اپنے دوست مسٹر پورن کو ملنے ہردوار تشریف لائے تو وہ سوامی رام تیرتھ کے درشن کرنے بھی حاضر ہوئے۔ سوامی رام تیرتھ نے مسٹر خداداد خاں سے اُن کا نام دریافت کیا تو اُنہوں نے عرض کی کہ بندہ کو خداداد کہتے ہیں۔ سوامی رام تیرتھ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ "بھائی تمہارا نام عجیب قسم کا ہے۔ رام کو یہ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔" اس پر مسٹر خداداد نے بڑا تعجب کیا۔ اور بیچارے چُپ ہوگئے۔ آخرکار سوامی رام تیرتھ نے فرمایا۔ "خدا کا مطلب تو ہے گاڈ یا پرماتما

اور داد کا مطلب ہے دیا ہُوا یا عطا کیا ہُوا ۔ نام تو خُدا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ داد کی کیا ضرورت تھی۔" یہ سُنکر مسٹر خُداداد نے عرض کیا"۔ سوامی جی! جن کی چشم حق بین یعنی گیان کی آنکھیں (آپ کی طرح) کھُلی ہوں اُن کے لئے تو ئیں خُدا ہی ہوں اور دُوسرے لوگوں کیلئے "خُداداد"۔ اس پر سب لوگ ہنس پڑے۔

سوامی رام تیرتھ کی بیوی اور والدہ کا ہردوار آنا

جب سے سوامی رام تیرتھ کے والد صاحب اُنھیں ملکر لکھنؤ سے واپس مُرالی والا گئے تھے تب سے سوامی رام تیرتھ کی والدہ (سوتیلی ماں) اور اُن کی بیوی کی ایک بار اُنھیں دیکھنے کی زبردست خواہش پیدا ہوگئی اور چنانچہ ایک دن وہ دونوں ہردوار پہنچ گئیں اُس وقت اُن کے ساتھ سوامی رام تیرتھ کے چھوٹے صاحبزادے مسٹر برہمانند (جن کی عُمر اُسوقت ۷ سال کی تھی) بھی تھے۔ سوامی رام تیرتھ کو جب اُن کے پریوار کے لوگوں کی آمد کی خبر ملی تو اُنھوں نے پہلے تو اُن سے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن بعد ازاں مسٹر پُورن کے بہت زیادہ کہنے سُننے پر چند منٹوں کے لئے اُنھوں نے اُن لوگوں سے مُلاقات کرنی منظور فرمائی تھی۔

ڈیرہ دُون میں وداعی جلسہ

ہردوار سے سوامی رام تیرتھ ہمراہ نارائن سوامی اور مسٹر پُورن کے ڈیرہ دُون تشریف لیگئے ڈیرہ دُون میں بابو جیوتی سُروپ اور اُن کی بیوی شریمتی مہادیوی و شری بلدیو سنگھ رئیس وغیرہ نے ملکر سوامی رام تیرتھ کا ڈیرہ دُون میں بہت بڑا سواگت کیا اور وہیں اُنھیں ہمالیہ کے کسی ایکانت استھان میں تپ کرنے کی خاطر تشریف لے جانے سے پیشتر وداعی بھی دی۔ جس میں مسٹر پُورن اور میاں خداداد خاں بھی شامل تھے۔

کنیا پاٹھ شالہ کا مُعائنہ

ڈیرہ دُون سے رُخصت ہونے سے پیشتر سوامی رام تیرتھ بابو جیوتی سروپ پلیڈر کے ہمراہ اُن کی بیوی شریمتی مہادیوی کے چلائے ہوئے مکتب (کنیا پاٹھ شالہ موجودہ مہادیوی

کنیا مہا ودیالیہ) کا معائنہ کرنے تشریف لے گئے تھے۔ پاٹھ شالہ دیکھ کر سوامی جی بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے وہاں ایک رجسٹر میں اپنی قلم سے لکھا:۔

"It was great pleasure indeed to visit the Kanya Path Shala Dehra Dun, management, teaching and attendence is very hopeful and highly encouraging, order, neatness and cheerfulness are the prominent feature, about the School. Instruction is given about all that is needed, physical drill not being neglected. The visit was delightful in every respect.

Swami Ram tirtha."

ہمالیہ کی انتم (آخری) یاترا

سوامی رام تیرتھ مع نارائین تیرتھ دیوالی 1905ء کے جلد بعد ہی ہردوار سے ہمالیہ کے کسی ایکانت استھان میں ڈیرہ لگا کر رہنے کے لئے بطرف رشی کیش چل دیئے۔ سوامی رام تیرتھ کی ہمالیہ کی یہ آخری یاترا تھی اس سے پیشتر وہ تین مرتبہ ہمالیہ کی یاترا کرنے جا چکے تھے۔

کالی کملی والا ان کھشیتر رشی کیش میں قیام

رشی کیش میں آ کر آپ نے کالی کملی والا ان کھشیتر رشی کیش میں بابا رام ناتھ (مینجر) کے پاس قیام فرمایا۔ بابا رام ناتھ نے ہی آپ کو رشی کیش سے 30 میل دور گنگا جی کے کنارے ویاس چٹی کے پاس جنگل میں رہنے کے لئے استھان بتایا تھا۔ اور ان کھشیتر کی طرف سے اُنھیں بھوجن کی تمام رسد بہم پہنچانے کی ذمہ داری آپ نے اپنے اُوپر لی تھی و آشرم کی طرف سے ایک مُلازم (رسویا) جس کا نام شری بھولا دت سدکلانی (جوشیھری کے نزدیک پڈھیار گاؤں کا رہنے والا تھا) بھی اُن کی خدمت کے لئے

روانہ کر دیا تھا جو اُن کے ہمراہ آخری دم تک رہا۔

ویاس آشرم میں نواس

رِشی کیش سے چلکر سوامی رام تیرتھ غالباً اُسی روز شام کو ویاس چٹی (ویاس گھاٹ) پہنچ گئے تھے جبکہ نارائن سوامی دو قُلیوں کے ذریعہ سوامی رام تیرتھ کی کُتب اُٹھوا کر اُن کے پیچھے پیچھے چلتے ہوتے اگلے روز وہاں آ گئے تھے۔ سوامی رام تیرتھ نے ویاس گھاٹ سے تھوڑی دُوری پر بَنی نام کے جنگل میں ڈیرا لگایا۔ اُن دِنوں اُس مقام پر پہنچنا بہت دُشوار تھا۔ دِن کے وقت بھی مارے خوف کے آدمی کا گُزر مُشکل تھا یہ مقام مہرشی ویدویاس کے تپ کرنے کی بھومی مانی جاتی ہے۔ اِسی لئے اس کا نام ویاس آشرم ہے۔

رام بادشاہ کا کُٹیا (جھونپڑی) میں نواس

سوامی رام تیرتھ کے حُکم کے مُطابق شری نارائن سوامی نے اُس جنگل میں پھُوس کی تین جھونپڑیاں بنوا دی تھیں۔ جن میں دو جھونپڑیاں آپس میں لگ بھگ آدھا میل کے فاصلے پر تھیں جہاں رام بادشاہ اور اُن کے شِشیہ (شاگرد) شری نارائن سوامی رہتے تھے۔ تیسری جھونپڑی جس میں رسوئی خانہ تھا وہ رام بادشاہ کی جھونپڑی کے نزدیک تھی۔ سیوک (خدمتگار) بھولا دت سکلانی اسی جھونپڑی میں رہتا تھا۔ دونوں وقت یعنی کھانا کھانے کے لئے سب لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے۔ باقی تمام وقت سب کو اپنی اپنی کُٹیا میں رہنے کا حُکم تھا۔

وید اور ویدانگوں کا مُطالعہ

سوامی رام تیرتھ نے اس مقام میں رہتے ہوئے ویدوں اور ویدانگوں (وید کے چھ انگوں) و نِروکت کا اچھی طرح مُطالعہ کیا تھا۔ کاشی (بنارس) کے پنڈتوں نے اُنھیں ویدوں وغیرہ کے مطالعہ کے لئے مدعو کیا تھا۔ تب سے اُن کے من میں اس کام کو پُورا کرنے کی اُمنگ لگی ہوئی تھی جو ویاس آشرم میں آ کر پُوری ہو سکی۔

مِسز ویلمن کی آمد

رام بادشاہ کی امریکن شاگرد مسز ویلمن (سُوریانند) اپنے وطن (امریکہ) چلنے سے پیشتر سوامی رام تیرتھ کے

آخری بار درشن کرنے ویاس آشرم پہنچی تھیں۔ سوامی رام تیرتھ اُنھیں ملنے کے لئے جنگل سے خود چل کر ویاس چٹی میں تشریف لائے تھے کیونکہ مسز ولیمن کا اُس گھنے جنگل میں جانا ناممکن تھا۔

"مذہب کی ماہیت"

اُنھیں ایام میں مہاتما متھرا داس پوری نے لاہور سے مذہب کے بارے میں چند ایک سوالات لکھ کر رام بادشاہ کی خدمت میں اِرسال کیئے تھے ویسے اُنھوں نے اُن سوالات کو اور لوگوں کے پاس بھی بھیجا تھا لیکن کسی نے بھی اُن کا جواب نہیں دیا تھا۔ رام بادشاہ نے جب اُن سوالوں کو پڑھا تو اسکے جواب میں "مذہب کی ماہیت" کے عنوان سے ایک مضمون لکھ ڈالا۔ اُنھوں نے اس مضمون کو بجائے لاہور بھیجنے کے کانپور میں ماہنامہ "زمانہ" کے ایڈیٹر کو ارسال کر دیا اور اسکی ایک کاپی (نقل) مہاتما متھرا داس پوری کو لاہور بھی بھیجدی تھی۔ چنانچہ رام بادشاہ کا مضمون جسمیں مہاتما متھرا داس پوری کے سوالات بھی درج تھے اور اُن کے جواب بھی موجود تھے "زمانہ" میں شائع ہو گیا جسے تمام لوگوں نے پڑھا۔

دیو پریاگ میں قیام

چونکہ ویاس گھاٹ بہت کم اونچائی پر واقع ہے لہذا آئندہ موسم گرما میں کسی بلندی پر واقعہ مقام پر قیام کرنے کے خیال سے رام بادشاہ وسط فروری ۱۹۰۶ء میں ویاس گھاٹ سے دیو پریاگ آ گئے تھے۔ دیو پریاگ میں اُنھوں نے چند روز تک الکنندا اور بھاگیرتی کے سنگم پر واقعہ ایک گپھا میں قیام کیا تھا اور یہیں پر اُنھیں واسشٹھ آشرم کی بابت جانکاری حاصل ہوئی تھی جو ٹہری سے پچاس میل کے فاصلہ پر سطح سمندر سے لگ بھگ 12000 فٹ کی اونچائی پر واقع ہے واسشٹھ آشرم میں ہی مہرشی وسشٹھ رہا کرتے تھے جہاں اُنھوں نے یوگ واسشٹھ گرنتھ لکھا تھا۔

ٹہری میں آمد

دیو پریاگ سے سوامی رام تیرتھ بمع شری نارائن سوامی برلب گنگا جی پیدل چل کر ٹہری آ گئے تھے جہاں مہاراجہ کیرتی شاہ نے اُن کا پُرتپاک اِستقبال کیا تھا۔ رام بادشاہ ٹہری میں ریاست کے گیسٹ ہاؤس (گول کوٹھی) سملاسُو میں ٹھہرے تھے۔ ممالک غیر کا سفر کرنے کے بعد سوامی رام تیرتھ پہلی مرتبہ ٹہری تشریف لائے تھے۔

مُلاقاتیں ریاست ٹیہری کے دھرمادھیکاری (مذہبی صلاح کار) پنڈت تہی دھر ڈنگول اور ریاست کے دُوسرے معزز لوگ پنڈت جیوتی شرن رتوڑی اور اُنکے برادر پنڈت ستیہ شرن رتوڑی۔ مہاراجہ ٹیہری کے برادر کنور وچتر شاہ اور لالہ چرنجی لال رسوال وغیرہ اُن سے ملنے کے لئے ہمدم آسو آیا کرتے تھے۔

واسشٹھ آشرم کیلئے روانگی انھیں ایام میں سوامی رام تیرتھ نے شری نارائن سوامی کو دھارمک جلسوں وغیرہ میں حصّہ لینے کے لئے نیچے میدانوں میں روانہ کردیا تھا کیونکہ کئی ایک مقاموں سے اُنھیں مختلف سبھاؤں اور سوسائٹوں کی جانب سے دعوت نامے وصُول ہوئے تھے۔ مارچ ۱۹۰۶ء کے شروع میں رام بادشاہ ہمراہ سیوک بھولا دت سکلانی کے واسشٹھ آشرم کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ ٹیہری میں آنے سے قبل سوامی رام تیرتھ کی منڈلی کے بھوجن کا تمام انتظام بابا رام ناتھ (مینیجر کالی کملی والا ان کھیتیر۔ کلکتہ ورشی کیش) کے ذمّہ تھا ٹیہری پہنچنے کے بعد اُسے بند کرنا پڑا کیونکہ مہاراجہ کیرتی شاہ نے اُسے اپنے ذمّہ لے لیا تھا۔ واسشٹھ آشرم جانے سے پیشتر بھی یہ سوال سامنے آیا تھا لیکن مہاراجہ صاحب نے اس سیوا کو اپنے ذمّہ ہی رہنے کی رام بادشاہ سے عرض کی تھی۔ چنانچہ اب بھوجن وغیرہ کا پربندھ مہاراجہ ٹیہری کی جانب سے تھا جو کہ مہاراجہ کی لاعلمی کی وجہ سے بہت ہی خراب ثابت ہوا۔ بھوجن کی اس بد انتظامی کی وجہ سے ہی رام بادشاہ واسشٹھ آشرم میں پہونچکر بوجہ خرابی پیٹ بیمار ہوگئے۔ اور پھر مجبوری کی حالت میں شری نارائن سوامی کو فوراً واپس بُلانا پڑا۔

"اُپاسنا" واسشٹھ آشرم میں قیام فرماتے ہوئے سوامی رام تیرتھ کو لالہ بیج ناتھ ریٹائرڈ جج (آگرہ) نے خود کی لکھی ہوئی ایک کتاب "شاستر وکت اُپاسنا" کی تمہید لکھنے کے لئے بذریعہ خط التجا کی تھی۔ رام بادشاہ نے مستی کی ترنگ میں آکر مذکورہ بالا گرنتھ کے لئے تمہید کی شکل میں ایک لمبا چوڑا مضمون قلمبند کردیا۔ جو بعد ازاں ایک الگ کتابچہ کی شکل میں اُپاسنا کے عنوان سے بزبان ہندی

اُردو شائع کیا گیا تھا اُنھوں نے اپنے اسی مضمون میں مہابھارت کے چند شلوکوں اور رِگ وید کے ایک سُوکت کا بزبان اُردو (نظم میں) ترجمہ کیا تھا جو حسب ذیل ہے:-

اپنے مزے کی خاطر گل چھوڑ ہی دیئے جب
رُوئے زمیں کے گُلشن میرے ہی بن گئے سب
جتنے زباں کے رس تھے کُل ترک کر دیئے جب
بس ذائقے جہاں کے میرے ہی بن گئے سب
خود کے لئے جو مجھ سے دِیدوں کی دید چھُوٹی
خُود حُسن کے تماشے میرے ہی بن گئے سب
اپنے لئے جو چھوڑی خواہش ہوا خوری کی
بادِ صبا کے جھونکے میرے ہی بن گئے سب
رنج کی غرض سے چھوڑا سُننے کی آرزُو کو
اب راگ اور باجے میرے ہی بن گئے سب
جب بہتری کے اپنی فکر و خیال چھُوٹے
فکر و خیال رنگیں میرے ہی بن گئے سب
دعویٰ نہیں ذرا بھی اس جسم و اسم پر ہی
یہ دست و پا ہیں سب کے۔ آنکھیں یہ ہیں تو سب کی
دُنیا کے جسم لیکن میرے ہی بن گئے سب

(مہابھارت)

نوٹ:- مذکورہ بالا نظم سوامی رام تیرتھ نے سب سے پہلے بابو سُرجن لال پانڈے مہاتما شانتی پرکاش سکریٹری سادھارن دھرم سبھا فیصل آباد کو بذریعہ خط لکھ کر بھیجی تھی:

پیتا ہُوں نُور ہر دم جام سرُور پیہم
ہے آسماں پیالہ وُہ شراب نُور والا
ہے جی میں اپنے آتا دُوں جو ہے جسکو بھاتا

(رِگ وید)

ہاتھی غُلام گھوڑے ۔ زیور ۔ زمین ۔ جوڑے
لے جو ہے جس کو بھاتا ۔ مانگے بغیر داتا ——— پیتا ہُوں نُور ہر دَم

ہر قوم کی دُعائیں ۔ ہر مت کی اِلتجائیں
آتی ہیں پاس میرے ۔ کیا دیر کیا سویرے
جیسے اڑاتی گائیں جنگل سے گھر کو آئیں ——— پیتا ہُوں نُور ہر دم

سب خواہشیں نمازیں ۔ گُن کرم اور مُرادیں
ہاتھوں میں ہُوں پھراتا ۔ مُعمار جیسے اینٹیں
ہاتھوں میں ہے گھماتا ۔ دُنیا ہوں یوں بناتا ——— پیتا ہُوں نُور ہر دم

دُنیا کے سب بکھیڑے ۔ جھگڑے ۔ فساد جھیڑے
دِل میں نہیں رڑکتے ۔ نہ نگہ کو بدل سکتے
گویا گُلال میں یہ ۔ سُرمہ مثال ہیں یہ ——— پیتا ہُوں نُور ہر دم

نیچر کے راز سارے ۔ احکام ہیں ہمارے
کیا قہر کیا ستارے ۔ ہیں مانتے اِشارے
ہیں دست و پا ہر اک کے مرضی پہ میری چلتے ——— پیتا ہُوں نُور ہر دم

کشش ثقل کی قُدرت ۔ میری ہے مِہر و اُلفت
ہے نگاہ تیز میری اک نُور کی اندھیری
بجلی شفق انگارے ۔ سینے کے ہیں شرارے ——— پیتا ہُوں نُور ہر دم

میں کھیلتا ہُوں ہوکی ۔ دُنیا ہے گیند گولی
خواہ اِس طرف پھینکوں ۔ خواہ اُس طرف چلا دوں
پیتا ہُوں جام ہر دم ۔ ناچوں مُدام دھم دھم
دن رات ہے ترنّم ۔ ہُوں شاہ رام بے غم ——— پیتا ہُوں نُور ہر دم

٭ "اُپاسنا" کے آخیر میں رام بادشاہ نے لکھا تھا۔

"کہاں جاؤں؟ کیسے چھوڑوں؟ کِسے لے لوں؟ کروں کیا مَیں
مَیں اِک طوفاں قیامت کا ہُوں۔ پُر حیرت تماشہ مَیں
نہیں کچھ جو نہیں مَیں ہُوں۔ اِدھر میں ہوں۔ اُدھر مَیں ہُوں
مَیں چاہُوں کیا؟ کِسے ڈھونڈھوں؟ سبھوں میں تانا بانا ہُوں
مَیں باطن میں عیاں زیر و زبر۔ چپ راست پیش و پس
جہاں میں۔ ہر مکاں میں۔ ہر زماں ہُوں گا۔ سدا تھا مَیں"

پیارے بھگوان!

سوامی رام تیرتھ نے واسِشٹھ آشرم سے ایک خط بنام لالہ رام رگھبیر لال رئیس و آنریری مجسٹریٹ فیض آباد کو لکھا تھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

۱۲ر جولائی ۱۹۰۵ء

واسِشٹھ آشرم
ٹیہری۔ گڑھوال ڈاکخانہ

پیارے بھگوان!

اوم! اوم!! اوم!!!
آنند! ہے!

آپ کا ۱۸ر جون کا پوسٹ کارڈ ان پہاڑوں میں آج مِلا۔ اس کا جواب تو پہلے ہی جا چکا ہے۔ یہ مقام ٹیہری سے دو دن کا راستہ ہے۔ اُترکاشی۔ ٹیہری۔ کیدارناتھ کے پاس والا تِرجُگی نارائن اور شری نگر یہاں سے تقریباً برابر برابر فاصلے پر پڑتے ہیں۔ یہ مقام مرکز میں ہے۔

ایک "والمیکی رامائن" پوری سب جلدیں سنسکرت میں خرید کر بھیج دیویں۔ خواہ خود ساتھ لے آئیں۔ پریم آنند کی لہروں پہ لہریں موجزن ہیں۔ خوشی کے فوارے چھُٹ رہے ہیں۔ سب کو اوم آنند۔ آنند۔ پریم آنند

زندہ رہو اے جیا۔ زندہ رہو اے
گھر تیرے سدا سُہاگ رہے ⁂ سورج ذات اُگھرے بھاگ رہے
جاگ رہے لالن! جاگ رہے ⁂ زندہ رہو اے جیا! زندہ رہو اے

Rama رام

جنگل کے بادشاہ اور رام بادشاہ کا اکٹھے رہنا

واسشٹھ آشرم ایسے مقام پر واقعہ ہے جہاں سے کیدار ناتھ گنگوتری۔ اور جمنوتری پیدل چلکر صرف دو یا تین دن میں پہنچا جا سکتا ہے یہاں پر وسشٹھ گنگا بہتی ہے۔ یہاں سے تھوڑی دوری کے فاصلہ پر لسبوتن کی چوٹی ہے۔ واسشٹھ آشرم میں رہتے ہوئے سوامی رام تیرتھ کچھ دنوں کے لئے یہاں سے چند میل کے فاصلے پر واقعہ مقام سہسر تال میں بھی تشریف لے گئے تھے جو ۱۷۰۰۰ فٹ کی اونچائی پر واقع ہے۔ سوامی رام تیرتھ واسشٹھ آشرم میں ایک چھوٹی سی گپھا کے اندر رہتے تھے۔ گپھا کے سامنے ایک چوڑی گھاٹی کے پار ایسی ہی ایک دوسری گپھا (غار) تھی جس میں جنگل کا بادشاہ یعنی ایک نر شیر رہتا تھا اور گاہے بگاہے بلکہ روزانہ ہر دو بادشاہوں کی نظریں آپس میں دو چار ہوتی تھیں یعنی ملاقات ہوتی تھی۔ سوامی رام تیرتھ کی گپھا کے بالکل نزدیک بلکہ تھوڑا اوپر ایک بہت بڑا اژدھا (اجگر) رہتا تھا۔ سوامی رام تیرتھ کی گپھا کا منھ بہت فراخ تھا۔ جو کسی بھی جانور سے کسی بھی طرح محفوظ نہیں تھی اور نہ ہی بارش سے اسمیں بچاؤ ہو سکتا تھا۔ جنگلی جانور تو رام کے درشن کرنے روزانہ ہی ادھر سے گذرتے تھے۔ بوجہ بدانتظامی خوراک سوامی رام تیرتھ نے اناج کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ ناریل کے پیالے میں صرف دودھ ہی پیا کرتے تھے۔ اُن کا جسم بھی بہت کمزور ہو چکا تھا۔ نارائن سوامی اس مقام سے لگ بھگ ۲ میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔

جنگل کا جوگی

واسشٹھ آشرم میں قیام کے دوران سوامی رام تیرتھ نے اپنی روزمرّہ کی حالت کو مندرجہ ذیل نظم کی شکل میں خود ہی قلم بند کیا تھا ؎

ہر ہر اوم ــــ ہر ہر اوم

جنگل میں جوگی بستا ہے ـــ گاہ روتا ہے گاہ ہنستا ہے

دل اسکا کہیں نہیں پھنستا ہے ـــ تن من میں چین برستا ہے ـــ ہر ہر اوم

خوش ہے پھرتا ننگ مُنڈ نگا ہے — نینوں میں بہتی گنگا ہے
جو آجائے سو چنگا ہے — سُکھ رنگ بھرا من رنگا ہے — ہر ہر اوم
گاتا مولا متوالا ہے — جب دیکھو بھولا بھالا ہے
من منکا اُس کی مالا ہے — تن اُس کا ایک شوالہ ہے — ہر ہر اوم
نہیں پرواہ مرنے جینے کی — ہے یاد نہ کھانے پینے کی
کچھ دِن کی سُدھ نہ مہینے کی — ہے بولنا رومال پسینے کی — ہر ہر اوم
پاس اُسکے پنچھی آتے ہیں — اور دریا گیت سُناتے ہیں
بادل اِشنان کراتے ہیں — پرچھ اُسکے رِشتے ناطے ہیں — ہر ہر اوم
گلنار شفق وہ رنگ بھری — جوگی کے آگے رہے جو کھڑی
جوگی کی نگاہ حیران گہری — کو تکتی رہ رہ کر ہے پڑی — ہر ہر اوم
وہ چاند چٹکتا گُل جو کھلا — اس لہر کی جوت سے پھول جھڑا
فوّارا فرحت کا اُچھلا — پُہار کا جگ پر نور پڑا — ہر ہر اوم

مسٹر پُورن اور مسٹر ہری شرما کی واسِشٹھ آشرم میں آمد

لاہور سے مسٹر پُورن سوامی رام تیرتھ کے درشن کرنے دہرہ دون سے براستہ ٹہری پیدل سفر کرتے ہُوئے بڑی مُشکلوں سے واسِشٹھ آشرم پہنچے تھے۔ مہاراجہ کیرتی شاہ نے آشرم تک پہنچانے کے لئے اُن کے ہمراہ اپنے مُلازم کو بھی بھیجا تھا۔ مسٹر پُورن اور ہری شرما کے عِلاوہ امرتسر نواسی پنڈت جگت رام بھی اِن کے ہمراہ گئے تھے۔ اِنھیں ایّام میں بلکہ کچھ دِن بعد قصبہ گھنور (پٹیالہ) کے لالہ برہمانند اگروال بھی سوامی رام تیرتھ کے درشن کرنے کی خاطر اِدھر آئے تھے مگر وہ ٹہری اور واسِشٹھ آشرم کے درمیان سے ہی مارے خوف کے کہ "وہاں سوامی جی کی گپھا کے پاس شیر رہتا ہے" واپس لوٹ آئے تھے واسِشٹھ آشرم پہونچنے پر مذکورہ بالا تینوں لوگ وہاں کا اناج کھانے سے

بیمار ہو گئے۔ اور پھر نارائن سوامی کو سندیسہ بھیجکر بُلایا گیا جو وہاں سے لگ بھگ چھ میل دُور جنگل میں بحکم رام بادشاہ ایک کُٹیا میں رہتے تھے۔ پنڈت ہری شرما کو سوامی رام تیرتھ نے دو دِن کے بعد ہی واپس گھر جانے کا حکم دے دیا تھا کیونکہ وہ گھریلو تفکرات کی وجہ سے بار بار رونے لگ جاتے تھے۔ مسٹر پُورن اور پنڈت جگت رام لگ بھگ ایک ماہ تک وہاں ٹھہرے تھے۔

ایتریے براہمن و قُرآن کا مُطالعہ

واسِشٹھ آشرم میں سوامی رام تیرتھ نے ایتریے براہمن (مع آرنیک) بمبئی سے منگواکر مکمل پڑھا تھا۔ قرآن کا مُطالعہ بھی اُنہوں نے اِنھیں دِنوں کیا تھا جسے اُنھوں نے فیض آباد سے منگوایا تھا۔ قُرآن اُنھوں نے عربی میں بھی پڑھا تھا یعنی اُسکے ترجمہ کا مُطالعہ نہیں کیا تھا۔ علاوہ اِس کے اُنھوں نے بالمیکی رامائن اور بھگوت گیتا۔ (دونوں سنسکرت میں) بھی پڑھ ڈالی تھیں۔ وہ اپنی زندگی کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ سنسکرت۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ اُردو۔ ہندی و پنجابی زبانوں کے عالِم تھے۔

مسٹر پُورن کو آخری سندیش

مسٹر پُورن واسِشٹھ آشرم سے جب ہمراہ نارائن سوامی واپس ٹیہری آنے لگے تو سوامی رام تیرتھ اُنھیں بہت دُور تک وِداع کرنے آئے تھے۔ اپنے پیارے پُورن کو جُدا کرتے وقت اُنہوں نے فرمایا تھا:-

"پیارے! رام کی حالت تو تُم دیکھ ہی رہے ہو اِس کی تو اب قلم بند اور زبان گُنگ شاید جلد ہو جائے گی۔ کیا معلوم رام کا شاید دوبارہ بِلنا اور میدانوں میں بھی آنا نہ ہو سکے۔ اب آپ لوگ خُود ہی رام بنیں اور رام میں غرق ہو کر لکھیں۔ پڑھیں اور سب کام کریں۔"

سوامی رام تیرتھ کے مُنھ سے یہ کلام سُننے کی دیری تھی کہ مسٹر پُورن کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے اور وہ اسی حالت میں ٹیہری پہنچے جہاں اُنہوں نے ایک لیکچر بھی

دیا تھا۔ جس میں سوامی رام تیرتھ کے انتم سندیش کا ذکر کیا تھا۔ نارائین سوامی ٹہری سے قلیوں کا انتظام کر کے واپس واسشٹھ آشرم پہنچ گئے تھے۔

واسشٹھ آشرم سے واپسی

ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے شروع میں سوامی رام تیرتھ واسشٹھ آشرم سے واپس ٹہری تشریف لے آئے اور نارائین سوامی اُن کے پیچھے پیچھے اُن کی لائبریری کے صندوق قلیوں سے اُٹھوا کر لگ بھگ پانچ دن بعد ٹہری پہونچے تھے۔ جب مہاراجہ کیرتی شاہ کو بوجہ بد انتظامی (بھکشا خوراک) سوامی رام تیرتھ کی بیماری و خرابی صحت کا پتہ چلا تو وہ بہت دُکھی ہوئے ٹہری میں سوامی رام تیرتھ مہاراجہ کے گیسٹ ہاؤس (سملاسو باغ) والی گول کوٹھی میں ٹھہرے تھے۔ لیکن اُن کا من کسی ایکانت جگہ پر کٹیا بنا کر رہنے کو تڑپ رہا تھا۔

رام مٹھ کی تعمیر

مہاراجہ کیرتی شاہ نے سوامی رام تیرتھ کی خواہش کے مطابق ٹہری سے لگ بھگ 1/5 میل دُور (بطرف گنگوتری) اُتر واہنی کے مقام پر (جہاں گنگا جی گھوم کر اُتر یعنی شمال کی طرف بہتی ہیں) رام مٹھ کے نام سے ایک کُٹیا بنوانے کا کام ریاست کے محکمہ پی۔ ڈبلو۔ ڈی۔ کے ذمہ لگا دیا۔ اور مٹھ تعمیر ہونا شروع ہو گیا تھا۔

نارائین سوامی کو انتم سندیش

اسی درمیان سوامی رام تیرتھ نے نارائین سوامی کو بھروگی گپھا ٹہری سے چھ میل دُور جہاں سوامی رام تیرتھ ۱۹۰۲ء میں ٹھہرے تھے۔) میں ایکانت واس (گوشہ تنہائی میں رہنے کی خاطر) کے لئے بھیجدیا اور اُنھیں بھی اُنھوں نے ٹھیک وہی پیغام دیا تھا جو چند روز پیشتر اُنہوں نے واسشٹھ آشرم سے رُخصت ہوتے وقت مسٹر پورن کو دیا تھا۔

آخری مضمون

سوامی رام تیرتھ سملاسو کی گول کوٹھی میں بیٹھ کر کانپور سے شائع ہونے والے اردو ماہنامہ "زمانہ" کے لئے ایک مضمون (آرٹیکل) جس کا عنوان "خود مستی، ہمشک عُروج" تھا لکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے دیوالی۔ یعنی ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو قبل از دوپہر مکمل کیا تھا۔

گنگا جی میں آخری اشنان یعنی برہم لین ہونا

دیوالی کے روز سوامی رام تیرتھ حسب معمول سویرے اُٹھے اور پھر لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ لگ بھگ ۱۱ یا 12 بجے اُن کے مُلازم شری بھولا دت نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ گنگا اشنان کو چلیں گے یا اُن کے غسل کے لئے پانی یہیں لایا جائے تو اُنہوں نے ہنسکر فرمایا۔ پیارے! آج رام گنگا میں ہی اشنان کرنے چلے گا۔" یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ چند روز سے بوجہ کمزوری اور گھٹنے پر چوٹ لگنے سے گول کوٹھی سے تھوڑی دُوری پر بہہ رہی بھلنگنا (بھلنگ گنگا) میں اشنان کرنے نہیں جا رہے تھے۔ اِسی لئے اُن کے خدمتگار نے اُن سے وہیں پانی لے آنے کی بابت عرض کی تھی۔ سوامی رام تیرتھ، شری بھولا دت سکلانی ہردوا کیٹھے اشنان کرنے گئے تھے۔ اشنان سے پیشتر وہ حسب معمول پتھروں سے خوب ورزش کرتے رہے۔ پھر بھلنگنا (گنگا جی میں) اشنان کرنے داخل ہوئے اور تیز بہاؤ میں جا کر جہاں اُن کی گردن کے قریب پانی تھا۔ ایک پتھر پر جم کر کھڑے ہو کر نہانے لگے۔ سیوک بھولا دت کی عرض پر کہ۔ "مہاراج آگے تیز پانی میں مت جائیے۔" آپ نے فرمایا۔ "پیارے! کچھ ڈر نہیں۔ ہم تیرنا جانتے ہیں۔" اور اِس میں کوئی شک بھی نہیں تھا۔ کہ وہ بہت بڑے تیراک تھے۔ اِتنے میں اُنھوں نے ایک ڈُبکی لگائی اور پھر جونہی وہ دُوسری ڈُبکی لگانے لگے تو اُن کے پاؤں کے نیچے کا پتھر پانی کے تیز بہاؤ کی وجہ کھسک جانے سے یا اُن کا پاؤں پتھر کے اُوپر سے پھسل جانے سے اُن کے جسم کا توازن بگڑ گیا اور وہ پانی میں بہہ گئے۔ اور اُن کا جسم ایک بھنور میں پھنس گیا۔ سوامی جی کئی دِن سے کمزور چل رہے تھے لیکن پھر بھی اُنھوں نے اپنے سیوک بھولا دت کے چلّانے پر وہیں سے آواز دی۔ "پیارے! گھبراؤ نہیں۔ ہم ابھی تیر کر آتے ہیں۔" سیوک بھولا دت اُن کو بھنور سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے کچھ منٹ تک دیکھتا رہا۔ جب اُس نے رام بادشاہ کو اپنی کوشش میں کامیاب ہوتے ہوئے نظر نہ آئے۔ (بلکہ بار بار جب بھنور سے باہر نکلنے کے لئے کشمکش کرتے تو بہاؤ کا رُخ اُن کو بار بار بھنور میں لے جاتا) تو وہ گھبرا گیا اور کنارے کے اِدھر اُدھر اُوپر نیچے بھاگنے لگا اور مدد کے لئے لوگوں کو زور زور سے پُکارنے لگا کیونکہ وہ خود

تیرنا بالکل نہیں جانتا تھا۔ بدقسمتی سے باغ میں اُس وقت کوئی آدمی نہ تھا کیونکہ تمام کے تمام مُلازمین مہاراجہ کیرتی شاہ کے گنگوتری کی یاترا سے واپس اپنی راجدھانی آنے پر اُن کے ہونیوالے استقبال کے لئے ٹیہری گئے ہوئے تھے۔ اِسی درمیان سوامی رام تیرتھ نے بڑے زور سے اُس بھنور میں غوطہ لگایا تو وہ اُس سے باہر نکل گئے۔ مگر عین بیچ منجدھار میں آپڑے۔ اِتنی دیر تک بحالت کمزوری جدّوجہد کرنے کے بعد شاید وہ جسمانی طور پر بہت زیادہ تھک گئے تھے لہٰذا اُن کا دم ٹوٹنے لگا۔ اور مُنہ میں تھوڑا پانی بھرنے لگا۔ جب رام بادشاہ نے دیکھا کہ اُن کا جسم اب پانی کے قابو ہوگیا تو پھر وہ اپنی عادت کے مُطابق لاپرواہ ہو کر زور سے یُوں بولے ــ" چل۔ پھر ماں کو یاد کر۔ اگر تیری قسمت اِسی طرح چلنے کی ہے تو چلا چل"۔ اِتنا کہتے ہی اُنھوں نے بہت زور سے " اوم " کہا۔ اور پھر اُن کے مُنہ میں زور سے پانی بھر گیا۔ سیوک بھولا دت مجبُوری کی حالت میں کنارے پر کھڑا ہو کر یہ سب تماشا دیکھتا رہا۔ آہستہ آہستہ رام کی آواز سُنائی دینی مدھم ہونی شروع ہوگئی اور پھر بالکل بند ہوگئی۔ اِتنے میں سوامی رام تیرتھ کا جسم گنگا کی تیز دھارا میں بہنے لگا۔ سوامی رام تیرتھ کا سیوک بھولا دت خاموش کھڑا تھا۔ پانی کی تیز دھارا میں بہتے ہُوئے رام بادشاہ نے اپنے ہاتھ پاؤں سمیٹ کر پدم آسن لگا لیا تھا جیسے کہ وہ عموماً سمادھی لگا کر دھیان میں محو ہُوا کرتے تھے۔ لگ بھگ نو سو فٹ کی دُوری تک اُن کا جسم اِسی حالت میں پانی میں بہتا چلا گیا۔ اور پھر اچانک پہاڑ کی ایک چٹان کے ساتھ ٹکرایا اور پھر وہیں پر ایک گپھا کے نزدیک بہت بڑے بھنور میں چکر کاٹ کر پانی میں ڈوب گیا۔ سیوک بھولا دت سکلانی زور زور سے رونے لگ پڑا۔ لیکن وہاں اُسے چُپ کرانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ جیسے شاید رام بادشاہ نے خود ہی ایسا موقعہ تجویز کیا ہو۔

آخری سلامی

رام بادشاہ کا جسم جس وقت گپھا کے نزدیک ایک بھنور میں پھنس کر پانی کی سطح کے نیچے بیٹھنا شروع ہُوا۔ ٹھیک اُسی وقت ٹیہری شہر میں توپیں دغنی سُنائی دیں جو مہاراجہ کیرتی شاہ کے گنگوتری سے واپس اپنی راجدھانی (ٹیہری) میں تشریف لانے پر داغی گئی تھیں لیکن عین اُسی وقت توپوں کا دغنا ایک خاص اہمیت رکھتا تھا کیونکہ رام بادشاہ اپنی راجدھانی یعنی پرم دھام (پرماتما کے گھر) تشریف لے جارہے تھے۔ اور توپیں اُنھیں آخری سلامی دے رہی تھیں۔

تمام دُنیا ہے کھیل ہے میرا

رام بادشاہ نے ایک مرتبہ بھگوان شری کرشن کے وچنوں کو دہراتے ہوئے فرمایا تھا ۔

تمام دُنیا ہے کھیل میرا۔ مَیں کھیل سب کو کھلا رہا ہُوں
کسی کو بیخود بنا رہا ہُوں۔ کسی کو غم میں رُلا رہا ہُوں
عبث ہے صدمہ بھلے بُرے کا۔ کون تم اور کہاں سے آئے
خُوشی ہے میری۔ مَیں کھیل اپنا بنا بنا کے مِٹا رہا ہُوں
پھر و ہو رُوئے زمیں پہ یارو! تلاش میری میں مارے مارے
عمل کرو تم دِلوں میں دیکھو مَیں نحن اقرب سُنا رہا ہُوں
کبھی مَیں دِن میں نکالُوں سُورج کبھی مَیں شب کو دِکھاؤں تارے
یہ زور میرا ہے دونوں پاؤں کو شل پھرکی پھرا رہا ہُوں
کسی کی گردن میں طوق لعنت۔ کسی کے سر پر ہے تاج رحمت
کسی کو اُوپر بُلا رہا ہُوں۔ کسی کو نیچے گرا رہا ہُوں

رام بادشاہ کے جِسم کے غائب ہونے پر چاروں طرف سنسنی

شری بھولا دت سکلانی نے سب سے پہلے ٹہری میں جا کر مہاراجہ کیرتی شاہ کو اطلاع دی تھی کہ سوامی رام تیرتھ کا جسم گنگا میں بہہ گیا ہے۔ مہاراجہ اپنے محلوں میں دیوالی کا تہوار منانے کی تیاریاں کر رہے تھے اُنھیں جب یہ خبر پہنچی تو وہ ایک دم رو پڑے اور راج محل میں ماتم چھا گیا۔ مہاراجہ کیرتی شاہ نے ہی اپنے آدمی بھیجکر شری نارائن سوامی کو بھرو گی گپھا سے بُلا بھیجا تھا۔ شری نارائن سوامی کو جب رام بادشاہ کے جسم کے غائب ہونے کی اطلاع ملی تو وہ پاگلوں کی طرح توڑتے ہوئے اُس مقام پر پہنچے جہاں دوپہر کے وقت اُن کے گورو دیو نے اپنا جسم گنگا جی کے حوالے کر دیا تھا۔ مہاراجہ کیرتی شاہ کے حکم سے اُس دن تمام ٹہری میں رات کے وقت کئی گھنٹوں تک دیپ مالا بند رہی۔ اور پھر رام بادشاہ کے

پرم دھام پدھارنے کی خوشی میں دیپ مالا سجائی گئی تھی۔

رام بادشاہ کی جائے پیدائش مُرالی والا میں شوک

سوامی رام تیرتھ کے جیوتی جوت سما جانے یعنی برہم لین ہو جانے کی خبر گوجرانوالہ لاہور اور لکھنؤ و فیض آباد پہنچا دی گئی تھی۔ گوجرانوالہ سے رام بادشاہ کے گورو بھگت دھنّا رام اِس دردناک خبر کو لیکر خود مُرالی والا گئے تھے۔ آج اُنھیں گوجرانوالہ سے مُرالی والا تک پہنچنا دُشوار ہو گیا تھا۔ تمام راستہ میں وہ سوامی رام تیرتھ کی یادوں میں کھو کر پیدل چلتے رہے۔ اور اُن کی آنکھوں میں متواتر آنسو بہتے رہے۔ مُرالی والا میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ تمام گاؤں کا گاؤں ماتم میں ڈوب گیا۔ کیا بچّہ اور کیا بوڑھا۔ اور کیا جوان سب کے سب رو رہے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے والد شریف گوسائیں ہیرانند تو اِس خبر کو سُنکر بالکل خاموش ہو گئے تھے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے اپنے لاڈلے بیٹے تیرتھ رام کا بچپن۔ لڑکپن۔ جوانی۔ اور پھر غیر وقت میں موت۔ یہ تمام کے تمام گھوم رہے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کی والدہ مارے غم کے رو رہی تھیں۔ رام بادشاہ کی بیوی تو اِس صدمہ کی تاب نہ لا سکی۔ اور گھنٹوں بیہوش پڑی رہی۔ اور اِس واقعہ کے ٹھیک نو ماہ بعد وُہ بھی اِس فانی دُنیا سے رُخصت فرما گئیں۔ گوسائیں ہیرانند بھی مایوسی کی حالت میں ۱۹۰۹ء میں اور سوامی رام تیرتھ کے بڑے بھائی گوسائیں گورو داس سنہ ۱۹۲۱ء میں فوت ہو گئے تھے۔ ہندوستان میں اور بلکہ امریکہ و جاپان میں بھی ماتمی جلسے منعقد کیے گئے تھے۔

مسٹر پورن کا گنگا جی میں چھلانگ لگانے کو تیار ہو جانا

رام بادشاہ کی لعش بوجہ سردی پانی میں پھول کر جلد باہر نہ آ سکی۔ لعش کو ڈھونڈنے کے لیے جگہ جگہ جال بچھا دیے گئے تھے۔ مہاراجہ کیرتی شاہ خود لعش کو جلد ڈھونڈنے کیلئے فکرمند تھے۔ اِسی دوران میں مسٹر پورن جو ابھی مشکل سے ہی چند روز پیشتر ٹیہری سے دہرہ دون پہنچے تھے کہ اِس خبر کے سُنتے ہی واپس ٹیہری کی طرف چل دیے۔ وہ اس واقعہ کے

چوتھے یا پانچویں روز ٹیہری آ گئے تھے۔ ٹیہری آنے پر مسٹر پورن و شری نارائن سوامی و دیگر کئی لوگ حسب معمول بھاگیرتھی اور بھلنگنا کے سنگھم پر کھڑے ہو کر رام بادشاہ کے مرتک شریر (لعش) کو پانی میں دکھائی دینے کی جستجو میں کھڑے تھے کہ یکایک مسٹر پورن کو اسقدر جوش آیا کہ وہ چلا کر بولے۔ "سوامی جی! آپ آپ گنگ سے جلدی باہر آ جائیے ورنہ آپ کا پورن بھی آپ کے پاس وہیں پہنچ رہا ہے"۔ اتنا کہتے ہی مسٹر پورن مع کپڑوں کے گنگا جی میں چھلانگ لگانے کے لئے دوڑ پڑے۔ جنھیں بڑی مشکل سے شری نارائن سوامی و دوسرے لوگوں نے مضبوطی سے پکڑ کر روک لیا ورنہ وہ گنگا میں کود پڑنے کو تیار ہو رہے تھے۔ مسٹر پورن کی نگاہیں اب بھی گنگا جی کی دھارا کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ بیشک اُن کا جسم باقی لوگوں نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اسی درمیان چند ہی منٹوں میں رام بادشاہ کی کی لعش گنگا جی کی دھارا میں اچانک دکھائی دی۔ اور تمام لوگ حیران ہو گئے۔ شری نارائن سوامی۔ رام بادشاہ کے مرتک شریر کو جو سمادھی کی حالت میں تھا گنگا جی میں کود کر کنارے پر لے آئے۔

رام کے انتم درشن

رام بادشاہ کی لعش کو پھولوں سے سجا کر مہاراجہ کیرتی شاہ کے راج محل کے باہر اونچے چبوترے پر رکھا گیا تھا۔ اُن کا منھ کھلا ہوا تھا جیسا کہ وہ اکثر رام کا جپ کرتے ہوئے کھولا کرتے تھے تمام جسم پدم آسن (سمادھی) کی حالت میں تھا۔ اُن کے ایک پاؤں کے انگوٹھے کا ناخن اور اُس جگہ کا تھوڑا سا گوشت مچھلیوں کے کھا جانے سے ضرور غائب تھا مگر باقی تمام جسم صحیح سلامت تھا۔ ٹیہری نواسی پنڈت پتمبر بھٹ (اب مرحوم) نے اپنی ہوش میں رام بادشاہ کے انتم درشن کئے تھے۔ اور اُنھوں نے مارچ سنہ 1973ء میں راقم الحروف کو مذکورہ بالا حالات یعنی کہ سوامی رام تیرتھ کے مرتک شریر کا سمادھی او ستھا میں گنگا جی میں ملنا اور پھر مہاراجہ کے محل کے باہر اُسے رکھنا وغیرہ وغیرہ کی چشم دید تصدیق کی تھی۔ مہاراجہ کیرتی شاہ اور اُن کے برادر کنور وچتر شاہ و راج پریوار کے دوسرے ممبران اور ریاست کا تمام عملہ و ٹیہری کے باشندوں نے رام بادشاہ کے چرنوں میں بڑی عقیدت سے پھول لائے

چڑھائی تھیں۔ چاروں طرف رام بادشاہ کی جے جے کار کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ آخر میں اُن کی لعش کو ایک صندُوق میں بند کر کے ایک جلوس کی شکل میں گنگا جی کے کنارے لایا گیا جہاں اُسے گنگا جی میں بہا دیا گیا۔ گنگا جی کے کنارے کھڑے ہُوئے لوگ اوم۔ آوم کا اُچارن کر رہے تھے۔ رام بادشاہ کی لعش والا صندوق گنگا جی کی دھارا میں عین درمیان میں جا کر یکدم کھُل گیا۔ اور رام بادشاہ ایکبار پھر گنگا جی کی لہروں پر تیرنے لگے جیسا کہ وہ خود بھی کہا کرتے تھے:۔

"اگر رام کے چرنوں میں گنگا نہ بہی تو رام کا جسم گنگا میں ضرور بہے گا۔"

"تریاں لہراں رام اسوار گنگا رانی"

"من کروں ست دھارا (گنگا) مائیں نہیں تو نام نہ رام دھراؤں"

"اِس جسم سے جاں کُود کر دریائے وحدت میں پڑی
کرلیں چھوچھا[۱] جانور لو وہ پڑا مُردار ہے"

شری نارائن سوامی نے بہت ہمّت سے کام لیتے ہُوئے اُسی وقت گنگا جی میں چھلانگ لگا کر رام بادشاہ کی لعش کو پھر سے صندُوق میں بند کر دیا اور وہ صندوق گہرے پانی میں نیچے ڈُوب گیا۔

موت کے نام رام بادشاہ کا آخری فرمان

سوامی رام تیرتھ کے جسم فانی کو گنگا جی کے سپُرد کرنے کے کچھ دِن بعد مایوسی کی حالت میں ایک دِن مسٹر پُورن و شری نارائن سوامی گول کوٹھی (شملا شو باغ) میں آئے اور اُنھوں نے جُوں ہی کوٹھی کے اُس کمرے کا دروازہ کھولا جہاں رام بادشاہ اپنا جسم تیاگ دینے سے پیشتر کچھ لکھ رہے تھے۔

[۱] موت کے بعد دی جانیوالی دعوت

تو اُنھیں کمرہ میں داخل ہوتے ہی فرش پر ایک کاغذ ملا جس پر رام بادشاہ نے موت کے نام مندرجہ ذیل آخری فرمان لکھ کر اپنی عادت کے مطابق وہیں پھینک دیا تھا۔ یہ کاغذ "خود مستی۔ تمثیلِ عروج" عنوان کے اُس آرٹیکل کا آخری پیراگراف تھا جسے سوامی رام تیرتھ کئی دِنوں سے لکھ رہے تھے:-

"اندر۔ رُدر۔ مرت۔ برہما۔ وِشنو۔ شِو۔ گنگا۔ ہند۔ بھارت!

او موت! بیشک اُڑا دے اِس ایک جسم کو۔ میرے اور اجسام ہی مجھے کم نہیں۔ صرف چاند کی کرنیں چاندی کی تاریں پہن کر چین سے کاٹ سکتا ہُوں۔ پہاڑی ندی نالوں کے بھیس میں گیت گاتا پھروں گا بحرِ مواج کے لباس میں لہراتا پھروں گا۔ مَیں ہی بادِ خوش خرام نسیمِ مستانہ گام ہُوں۔ میری یہ صورتِ سیلانی ہر وقت رَوانی میں رہتی ہے اِس رُوپ میں پہاڑوں سے اُترا۔ مرجھاتے پودوں کو تازہ کیا۔ گُلوں کو ہنسایا۔ بُلبُل کو رُلایا۔ دروازوں کو کھٹکھٹایا۔ سوتوں کو جگایا کِسی کا آنسو پونچھا۔ کِسی کا گھونگھٹ اُڑایا۔ اِس کو چھیڑ اُس کو چھیڑ۔ تجھ کو چھیڑ۔ وُہ گیا۔ وُہ گیا۔ نہ کچھ ساتھ رکھا۔ نہ کِسی کے ہاتھ آیا۔"

اوم تت ست

جُدائی

(شری محمد حُسین آزاد سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر تھے۔ دونوں کی باہمی ملاقات بذریعہ خط وکتابت ہی ہوئی تھی۔ شری نارائن سوامی (سوامی رام تیرتھ کے سنیاسی شِشیہ (شاگرد) اُن سے لیہّ (پنجاب۔ پاکستان) میں کئی مرتبہ مل چکے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کی وفات سے اُنھیں گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ اُنہوں نے غالباً ۱۹۰۶ء کے آخیر میں اِس بارے میں مندرجہ ذیل ایک خط شری نارائن سوامی کی خدمت میں اِرسال کیا تھا۔ جو ناظرین رام بادشاہ کی خِدمت میں پیش ہے۔)

—کیدار ناتھ پربھاکر

پھر گئی! آسماں! ہم سے نِگاہِ رام حیف!
رام گنگا میں ہے آب آرام گاہِ رام حیف!

ہائے! آفتابِ عرفاں غروب ہو گیا۔ بدرِ مُنیر گہنا گیا۔ سِتارے ماند ہو گئے۔ شمعِ طُور بُجھ گئی۔ جُگنو سے چمک دمک کوسوں بھاگ گئی۔ آہ! گلشنِ ہند تباہ ہو گیا۔ اب وہ گُل بکاؤلی کہاں؟ ؎

چمن کے تخت پر جِس دم شہِ گُل کا تجمّل تھا
ہزاروں بُلبُلوں کی فوج تھی اک شور غُل تھا
جب آئے دِن خزاں کے کچھ نہ تھا جُز خارِ گُلشن میں
زباں پر باغباں کی تھا۔ یہاں غنچہ یہاں گُل تھا

او بادِ بہاری تو کہاں چلی گئی۔ جو باغباں وچمنستانِ بُلبُل وگلستاں سرو وقمری کی رُوح

رواں تھی۔ اے سبز پوشانِ چمن! تم کس کی یاد میں بیتاب ہو رہے ہو۔ آہ! یہ چمکتی ہوئی شبنم نہیں۔ یہ تو ساکنانِ گلزار کی آنسوؤں کی مالائیں ہیں اور یہ اشجار نہیں بلکہ خضر صورت عاشقانِ کامل کی صفیں ہیں جو موتیوں کی تسبیحیں لئے انا الحق۔ انا الحق کا فاتحہ رام بادشاہ کو دے رہے ہیں۔

"چلو قبر فرہاد پر فاتحہ کو
اگر آپ شیریں سے لازم وضو ہے"

اب جس کو رام بادشاہ سے پریم ہو۔ وہ اُس کی مرغوب چیز (انا الحق) وردِ زبان بنائے۔ ؎

بہ صدقِ دل انا الحق گو چنیں رام فرماید
کہ در یک دم زدن گردد وصالش قطع منزلہا

(مطلب سوامی رام تیرتھ فرماتے ہیں کہ سچے دل سے انا الحق (برہم اسمی) کہہ۔ تاکہ ایک دم میں وصال یا شاکھشیات کار ہو جاوے یعنی راستہ طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ جائے)۔ ہائے اس قحط الرجال کے زمانہ میں رام جیسا فدائے مُلک ہندو مسلمانوں کو شیر و شکر کرنے والا۔ اکبرِ اعظم سا دل رکھنے والا۔ جہاں سے غائب ہو گیا۔ اب اس کی وہ زندہ دلی۔ وہ رنگین مزاجی۔ وہ شگفتہ رنگی وہ بات بات میں چاشنی وہ جاوید مستی اُس کے عاشقوں کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے۔ ع

پھرتی ہے آہ دیدہ و دل میں ادائے رام

مجھے گُل کے ہنسنے پہ آتا ہے رونا   کہ اِس طرح ہنسنے کی خوشی کسی کی

(علم کے ساتھ عمل ہو تو نور علیٰ نور ورنہ بے عمل عالم جاہل سے بھی بدتر ہے۔ ؎

حافظ ہر آنکہ عشق نہ ورزید و وصل خواست
احرام طواف کعبہ دل بے وضو بہ بست
حافظ ز دیدہ دانۂ اشک بابیچے فشاند
شاید کہ مرغ دل کند قصد دام ما

(مطلب۔ اے حافظ جس نے عشق کیا نہیں اور وصل چاہی یعنی پریم (بھگتی) کے شاکشیاتکار کرنا چاہا تو وہ اسی طرح ہے کہ بغیر وضو کیئے کعبہ کے طواف کرنے کی نیت کی۔ اور اے حافظ آنکھ سے آنسو کے دانہ اس طرح جھڑتے ہیں کہ سایہ مرغ دل اُن سے (دیکھ کر ہمارے پھسلنے کا ارادے کرے)

وہ بندوق توپ کچھ گھائل نہیں کر سکتی۔ جس میں بارود گولی تو ہو مگر آگ کی جگہ برف سے کام لیا جائے۔ جب تک گیان (معرفت) کی اگنی جلوہ گر نہ ہو تب تک اگیان روپی۔ (اپنے آپ کو نہ جاننے کی جہالت) دشمن شکار نہیں ہو سکتا۔ اور دل ہر گز منور و تاباں نہیں ہوتا۔ جب تک شمع عشق نہ جلائی جائے۔ آتشبازی کا لطف تب ہی ہوتا ہے کہ جب اُسے آگ دکھا کر برباد کیا جائے۔ جب تک شمع خود جلکر جانگداز نہ کرے۔ غریب پتنگے کب جاں فروشی پر کمریں باندھتے ہیں۔ ؎

تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدائے شود

(مطلب۔ جب تک شمع نہ جلے پروانہ کب اُس پر عاشق ہونے لگا۔)

رام بادشاہ میں عرفان لڑکپن سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ اور اُس نے خودی کو جلا کر اُس کی خاکستر گنگا میں بہا دی تھی۔ کالج لائف میں بھی فقیری عیاں تھی۔ ؎

کب لباس دُنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر

جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

فقیری کی تو پوچھئے نہیں بحر سرور تھے۔ جس کی موجیں امریکہ و جاپان تک لہریں مار رہی تھیں۔ تشنگان آب حیات و بیماران شراب ہستی جام بھر بھر کر پیتے تھے اور دُکھ درد بھول جاتے تھے۔ اب بھی وہ بحر بیکراں رسالہ "الف" میں اٹکھیلیاں کر رہا ہے۔ جس کی مرضی چاہے اس مئے حقیقی سے دل کی پیاس بُجھالے۔ ؎

مریضانِ گنہ کو دو خبر فیض مسیحا کی

بلا قیمت دوا ملتی ہے لے آئے جسکا جی چاہے

سچ ہے خدا محبّت ہے اور جو محبّت میں رہتا ہے وہ خدا میں رہتا ہے اس عالمگیر محبّت کے

باعث امریکن رام کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اُسے مسیح کہنا شروع کر دیا۔ یہ عجیب ماجرا ہے کہ بعض لوگ باوجود دعویٰ مسیحائی کے ابھی تک مسیح نہیں ہیں۔ مگر ایک شخص پلا اس دعوے کے مسیحا بن گیا۔ واہ رے بحرِ اُلفت! "پہلے تو لائق بنو پھر خواہش کرو" کے معنی اب خوب سمجھ میں آئے۔ یہی محبت تھی جو پریذیڈنٹ روز ویلٹ جیسے بادشاہ امریکہ کو کشاں کشاں مسیحا دم رام کے پاس جبین سائی کو لائی۔ ؎

عجب ہے خدایا تیرا بحرِ اُلفت
جو ہو غرق اِس میں وہی پار ہے۔

گر تُو نے اے آب رود گنگا! اس کوہ نورِ الماس کو اپنے پیٹ میں چھپا لیا۔ سمندر تو پہلے ہی سے بدنام تھا۔ ؎

موتیوں کو سیپ میں رکھا چھپا کر کس لئے
دیکھ لی ہم نے سمندر بس تیری دریا دلی

پہلے تو ہما کی طرح ہڈیوں پر قناعت تھی۔ استخواں خورد و طائرے بیازارد۔ کا سا معاملہ تھا مگر اب اے اژدہائے گنگا! آہ تیری خوفناک لہریں تو رام جیسے بیش بہا مَن کو نگل گئیں۔ اے کاش رام بادشاہ ہوتے اور انھیں اس عالم محویت میں اپنے دِل میں تخت نشین اور حکمراں دیکھتا اور کچھ راز و نیاز کی باتیں کرتا باتیں بھی وہ جو اُن کے مَن بھاتیں۔ مگر وہ تو برابر کہہ رہا ہے ؎

آب کوثر کے کنارے چل رہا ہے جام رام
خُلد میں ہے آہ اب منزل گہ آرام رام
رشتۂ ملت کے تُو نے جھگڑے شراب عرفاں پلا پلا کر
جمایا وحدت کا رنگ تُو نے دوئی کا پردہ اُٹھا اُٹھا کر
تو کیا ہندو مسلم۔ گبر و سب ایک ہی جام سے پئیں گے

رام بادشاہ :- گبر و مسلم کیسے ؟ ؎

کفر اسلام در رہش پویاں ؛ وحدہٗ لا شریک لہٗ گویاں

(مطلب :۔ کفر اور اسلام اس کے راستہ میں دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ۔ واحد لاشریک "یا" ہے یعنی صرف اس کی ایک ہستی ہے)

یک حقیقت جلوہ گر در کفر و اسلام ہست و بس

اختلافات مذاہب جملہ اوہام است و بس

از تعصب کاسۂ شیخ و برہمن شد جُدا

ورنہ در میخانہ یک ساقی و یک جام است و بس

(مطلب :۔ ایک ہی حقیقت یا ہستی کفر و اسلام میں ظاہر ہے اور مذہبوں میں جو اختلاف پڑتا ہے وہ محض وہم یا دھوکا ہے تعصب یعنی پکش پات (طرفداری) کی وجہ سے شیخ اور برہمن یعنی مسلمان اور ہندو الگ الگ ہو گئے ۔ مگر جہاں تعصب نہیں وہاں میخانۂ معرفت میں ایک ہی ساقی (گورو یا مُرشد) اور ایک ہی جام (تعلیم یعنی درس) ہے۔)

آہ! ایسا مرد با صفا کچھ دِنوں ہم میں اور رہتا۔ مگر اُن کا تو قول تھا کہ ؎

اگر در خانہ کس است ۔ یک حرف بس است

(اگر خانۂ دِل میں کچھ ہے تو ایک حرف کافی ہے)

اگر در خانہ کسے نیست ۔ دفتر معرفت ہیچ است

(اگر خانۂ دِل میں کچھ نہیں۔ تو دفتر معرفت غائب)

مُلک کے لئے جو کچھ لکھ گئے وہی بہت ہے۔ مگر گوش شنوا اور چشم بینا چاہیئے۔ یہ خیال کرنا کہ جسم و اسم کو رام بادشاہ نے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ سوال تو بعینہ وہی ہے کہ قیدی کسی نے زنداں کیوں چھوڑ دیا؟ وہ تو صاف کہہ چکے تھے۔ ؎

در سرم ہر دم سرِ آزادگی ہست

قید تن باشد کنوں زندانِ من

(مطلب :۔ میرے سر میں ہر وقت آزادی کا خیال ہے ۔ اور اب جسم کی قید میں رہنا گویا قید خانہ میں رہنا ہے۔)

فنا فی اللہ رام کے لئے ع

رقعتہ شد مختصر ورنہ دردِ سر بسیار بود
(مطلب :۔ جھگڑا چھوٹا نہیں تو دردِ سر بہت تھا)
اور نیز اِس خواب و خیال کی مستعار زندگی میں منصور یا سردار وہی بنتا ہے کہ وہ سردار پر لٹکائے۔ سے

کلکِ زباں بریدہ حافظ در انجمن
باکس نگفت راز کہ تا ترک سر نکرد

(مطلب :۔ حافظ نے زبان قلم کو کاٹ ڈالا ہے اور محفل میں رازِ حقیقت کسی سے نہیں کیا جب تک اُس نے اپنے سر کو تن سے جُدا نہیں کیا ہے۔ یعنی جب تک انسان جیتے جی نہیں مرا ہے تب تک اُس سے رازِ حقیقت نہیں بتلایا گیا۔)
رام کی تو اب وہی حالت ہے کہ :۔

در سخن پنہاں شدم چوں بوئے گُل در برگ گُل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

(مطلب :۔ مَیں اپنے کلام میں اِس طرح چھپا ہُوا ہوں جس طرح بُو گُل میں چھپی رہتی ہے اور جو میرے دیکھنے یا درشن کی خواہش کرتا ہے وہ میرے کلام میں مجھے دیکھے)۔
اور کلام رام میں بیشک جلوہ آشکار ہے۔ ایک ایک لفظ میں شیشوں کی طرح شراب وحدت بھری ہوئی ہے۔ جس سے طالبانِ حق اور عاشقانِ معرفت ہمیشہ سرشار ہوتے رہیں گے۔ ہاں نارائن سوامی کُل کو جمع کر کے خمخانۂ رام قایم کر دیں۔ کتابیں اور رسالے تو خیر محفوظ ہیں۔ مگر اخباروں کے مضامین۔ نج کے خطوط کہیں منتشر نہ ہو جائیں اِسلئے اِن کی فکر کرنا چاہیئے۔

"گُل نہیں تو گُل کی نکہت ہی سہی"

(جناب مولوی محمد حسین خاں آزاد کے مذکورہ بالا خط سے متاثر ہو کر شری نارائن سوامی نے رام بادشاہ کے تمام اُردو کلام کو "خمخانۂ رام" کے عنوان سے تین جلدوں میں شائع کر دیا تھا جو صحیح معنوں میں حقیقی شردھا نجلی کہی جا سکتی ہے) ● کے پربھاکر

باہجر

سوامی رام تیرتھ کے برہم لین یعنی خدا کی ذات میں غرق ہو جانے کے دس ماہ بعد شری ہرگوبند پرشاد نگم دہلوی نے ایک مضمون بعنوان زندہ جاوید رام قلمبند کیا تھا جو لاہور سے شائع ہونیوالے رسالہ "آزاد" میں اگست ۱۹۰۷ء کو چھپا تھا۔ اردو کے بہترین شاعر اور سوامی رام تیرتھ کے دلدادہ منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی (مرحوم) اس مضمون کو پڑھکر اسقدر بیتاب ہوئے تھے کہ اُن کے دل و دماغ پر رام بادشاہ کی مستی کی ایسی مہر لگ گئی کہ وہ ہر وقت اُسی خیال میں ڈوبے رہنے لگے۔ اسی مضمون کا ہی جادو تھا کہ اُنھوں نے سوامی رام تیرتھ کی سوانح عمری "(مختصر و منظوم) اور "پریم کا تحفہ" (قصیدہ جات رام) و رام اُپدیش قلمبند کئے ذیل میں شری نگم صاحب کے اسی مضمون کو ناظرین "رام بادشاہ" کی پیش نظر کیا گیا ہے۔

— کیدار ناتھ پربھاکر

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

ہمارا محسن مشفق ہمارا محبّ شفیق پیارا رام جس کی ایک الفت بھری نگاہ دلوں کو موہ لیتی ہے اور جسکا ایک نعرہ اوم ہزارہا مُردہ دلوں میں راستی اور نیکی کا بیج بو دیتا تھا۔ جس کے درشن سے انسان نیک بنتے تھے اور جس کی صحبت آدمی کے چال چلن کو ٹکسالی اور مسالی بنا دیتی تھی۔ ہم سے قریب قریب ایک سال کے ہوا ہے رُو پوش ہو گیا ہے۔ دس مہینے سے زیادہ ہو گئے کہ اس

بُلبُل ہزار داستاں کی میٹھی میٹھی آواز مشتاق کانوں میں نہیں پڑی اور نرگس دار منتظر آنکھوں نے کبھی اُس بدرِ کامل کے نُورآنی چہرہ کا جلوہ نہیں دیکھا جس کی شجاعتیں گذشتہ ماتمی دس ماہ کے قبل ہزاروں آنکھوں کو نُورآنی بناتی تھیں۔ اُس گُل رعنا کی خوشبو خوشگوار نے اس عالم اسفل کو مُدّت ہوئی معطر کرنا چھوڑ دیا۔

اس بُلبُل خوشگُو نے ابھی اس چمن سے پرواز کیا ہی تھا کہ تمام نیچر نے ماتمی لباس خزاں زیب تن کیا اور کوہ دھاموں اشجار و انہار سے یہ وحشت انگیز صدائیں آنے لگیں کہ ہمارا عاشقِ زار ہمارا دلدادہ و شیفتہ۔ ہم پر مرنے والا آج ہم سے جُدا ہو گیا۔ مُدّت سے جس کے وصل کے واسطے تڑپتے تھے۔ آیا۔ اور دو روزہ خوشی بخشکر پھر چلتا پھرتا نظر آیا۔ ہائے وصل کے مزے کو بھی اچھی طرح سے محسُوس نہ کیا تھا کہ ہجر کا صدمۂ جانکاہ ہماری جان کے واسطے موجود ہو گیا۔ خیر معشوقوں کا ماتم بَین و بُکا تو عارضی ہوتا ہی ہے۔ سنگین دل نیچر نے تو چار ماہ ہی کے بعد اپنی ماتمی پوشاک کو پھاڑ کر پھر اپنا لباس بہار زیب تن کیا۔ وُہی سُرخ سُرخ پھُول ہرے ہرے پتّے اور لہلہاتی ہُوئی سبزی کے پردوں میں چھپ چھپ کر اپنی چھَب دِکھلانے لگی۔ اور عاشقوں کے دِلوں میں جوشِ جنوں پیدا کرنے لگی۔ مگر رام پیارے رام تُو ہی تو بتا کہ اِن دِلوں کی خزاں کو کونسی بہار دُور کر سکتی ہے۔ جو جانتے ہیں کہ تیرا وجُود تیرے مُلک کی مُلکی و دینی خزاں کے واسطے بہار تھا۔ کاش کہ موجودہ وحشت انگیز مُلکی واقعات پر تیری دُور بیں اور وسیع نظر پڑتی۔ تو ہمارے محزُوں اور مُردہ دِلوں کو اپنی ذاتی خوش نفسی سے مسیحا وار تازہ رُوح بخشتا۔ اور ہم کو اپنی خندہ پیشانی سے اوم گا کر بتلاتا کہ :-

ع

چناں نماند و چنین نیز ہم نہ خواہد ماند

کچھ اُمیدیں پیدا ہوئیں۔ کچھ طبعتیں بڑھتیں۔ ادھر تیری زندہ مثال خود ایثارِ نفس کشی اور محبّت عالم کا سبق ہر روز تازہ پڑھا کر مایوسی سے بچاتی اور کہتی :- ع

گُلگیر صفت جو سر ترا شینگے عدُو

نام اپنا بھی مثل شمع روشن ہوگا

رام کی جُدائی کا صدمہ۔ اُس کی صحبت پاک اور تلقین حال سے جو دُنیا کو فیض پہنچ رہا تھا۔ اُس کا رنج۔ اپنے ملک کی مُلکی حالت اور موجودہ تکالیف اور بدبختی جس نے بڑے بڑے لائق مدبروں کے دلوں کو سیاہ اور بڑے بڑے انصاف پسندوں۔ عاقلوں کو بیوقوف اور غیر انصاف پسند بنا دیا اور غرض ایسے ہی بہت سے آلام کے خیالات پریشان کُن میں مبہوت تھا کہ عالمِ خواب میں گذر ہو گیا تو کچھ نئے عقدے کھُلنے شروع ہُوئے۔ اور دیکھا کہ ایک چمن وسیع میں سیر کر رہا ہُوں۔ اِس پھُول کو دیکھتا ہُوں اُس پھُول کو دیکھتا ہوں مگر طبیعت سیر نہیں ہوتی کہ یکایک سامنے نظر اُٹھا کر دیکھتا ہُوں تو معلوم ہوتا ہے وُہی مُسکراتا ہُوا چہرہ وُہی اوم گاتے ہُوئے لب۔ وہی محبّت بھری ہوئی نگاہیں وُہی ملے ہُوئے ہاتھ جو ہر کس و ناکس کو اتحاد اور یک جہتی اور وَحدہٗ لاشریک کا سبق پڑھاتے ہیں کثرت میں وحدت دِکھاتے ہیں۔ وُہی سُنہری چشمہ صاف رنگ جس میں رام سب کے وجُود اصلی کو دیکھتا تھا۔ تختِ نُوپر جلوہ کُناں سامنے موجود ہے۔ سر تسلیم خم ہو گیا پاک قدموں کو بوسہ دیکر اپنی زندگی کو پاک کیا۔ اور چشم زدن میں اپنے آپ کو پیارے رام کے آغوش میں پایا۔

ایک حسّ ایک مُسکراہٹ ایک لب کے اشارے سے تمام کلفتیں دُور ہو گئیں اور تمام آلام خیرباد کہہ گئے۔ اُمّید کا خُوشرُو چہرہ سامنے نظر آنے لگا کیونکہ رام نے اپنے دہن مُبارک سے فرمایا دیکیوں جی موت کی چاہت کو اتنی جلدی بھُول گئے۔ رام کو کون مار سکتا ہے۔ مَیں تُمہارے ساتھ ہوں۔ نہیں تُم میں موجود ہُوں۔ پُورن و نارائن و ہری وغیرہ سب میرے ہی تو وجُود ہیں۔ مایُوسی کو ہر گز جگہ نہ دو۔ تکالیف کو مردانہ وار برداشت کرنا اِنسان کو بزُرگ بناتا ہے۔ اور جس قوم میں وُہ پیدا ہوتا ہے اُس کے لئے وُہ باعثِ فخر ہوتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد سوامی رام فارسی کے مفصلہ ذیل غزل کے اشعار مَست ہو ہو کر پڑھنے لگے۔:

تا شانہ صفت سَر نہ نہی در تہ ارّہ ہرگز بہ سرِ زُلفِ نگارے نرسی
تا ہمچو دُرِ سُفتہ نہ گردی با تار ہرگز بہ بنا گوشِ نگارے نرسی

تا خاک ترا کوزہ نہ سازند کلالاں ہرگز بہ لبِ لعل نگارے نرسی
تا ہمچو حنا سودہ نگردی تہِ سنگ ہرگز بہ کفِ پائے نگارے نرسی
تا ہمچو قلم سر نہ نہی در تہِ کارد ہرگز بہ سرِ انگشتِ نگارے نرسی

۵۔ خاک در چشمے کہ او نشناخت حسنِ خویش را
مردہ آں دِل کو بلا گرداں نشد درویش را

ہمارا خیال ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ درست خیال ہے کہ آفتاب کے قریب ہو جانے سے ہم چوندھیا جاتے ہیں اور اس میں جسقدر روشنی ہو اُس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

رام بیشک دُنیا کے اُن چند مہا پرشوں میں سے ہے جس کے ذمّہ دُنیا کی بہبودی اور بہتری کا اہم کام لگایا جاتا ہے۔ عظمت کا اندازہ اُس کے گاؤں والے بہت کم اور اُس کے مُلک والے بہت کچھ زیادہ کر سکتے ہیں۔ مگر رام کی پوری پوری عظمت کئی صدیوں کے بعد معلوم ہو گی جبکہ وقت آئندگان کو معلوم ہو گا کہ اس کی مثال صدیوں سے پیدا نہیں ہوئی اور اُس کی تعلیم و تلقین جو موجودہ زمانہ سے کئی صدی آگے ہے۔ سب سے افضل اور برتر ہے۔ اور حصولِ انسانات دُنیا کی وہ حالت ہے جس سے بہتر وہم و خیال میں نہ آسکے۔

آئیڈیل سوسائیٹی کا سچا اور اکیلا ذریعہ۔

ہرگوبند نگم

فراق

(دہلی سے شائع ہونیوالے ماہنامہ "آکاش" کے ایڈیٹر شری رامچندر رام بادشاہ کے ہم زمانہ تھے اُنھوں نے جون ۱۹۱۵ء میں دہلی سے سوامی رام تیرتھ کی زندگی کے حالات "پرم ہنس سوامی رام تیرتھ" کے عنوان سے بزبان اُردو ایک کتاب کی شکل میں ہندوستان میں پہلی مرتبہ (شری نارائن سوامی کے تعاون سے) شائع کئے تھے۔ کتاب شائع کرنے سے پیشتر شری رامچندر دہلی سے مُرالی والا یعنی رام بادشاہ کی جائے پیدائش کی زیارت کرنے گئے تھے۔ گوجرانوالہ سے مُرالی والہ تک کے لگ بھگ سات میل کے پیدل سفر کے دوران اور پھر مُرالی والہ میں پہنچکر اُنہوں نے جو کچھ محسوس کیا اُسے "فراق" کے عنوان سے مذکورہ بالا کتاب کے شروع میں شائع کیا تھا۔ ذیل میں اُسی مضمون کو ۱۹۱۵ء کے بعد پہلی مرتبہ رام بادشاہ کے شیدائیوں کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

—— کیدار ناتھ پربھاکر

جا نا میرے مزار سے جاناں پرے پرے
ٹھوکر سے جاگ اُٹھتے ہیں عاشق مرے مرے

عاشق و معشوق رام کی دلفریب و دلکش ادائیں اب آنکھیں نہیں دیکھتیں شاہد و مشہود رام کا جاں بخش کلام اب کانوں میں سُنائی نہیں دیتا۔ اِس جُدائی کے صدمے سے جو چوٹ دل نے کھائی ہے وہ ناقابلِ بیان ہے اس استانہ گام رام کو بہت ڈھونڈا۔ مگر وہ تو رام میں رم گیا۔ جُدائی اور فراق کا نام نہ رہا۔ دُوئی کا لفظ

عملاً مٹایا گیا۔ کہاں میں اس رام کو۔ جی میں آن سمائی۔ کہ چلو اس عاشق صادق کی جنم بھومی کی زیارت سے اپنے آپ کو فیضیاب کریں۔ دلّی سے لاہور اور لاہور سے گوجرانوالہ پہنچے۔ اس شہر میں رام نے انٹرینس تک تعلیم حاصل کی تھی یہاں سے جس سے رام کا حال پوچھا۔ وہی ان کے بچپن کی حیا۔ نیچی نگاہوں اور صورت دلکش کی تعریف کرتا جس قصبے میں یہ پریم کا متوالہ اداں اداں کرتا گہوارے میں جھولا تھا۔ وہ (مُراری والہ اصلی نام مُرالی والہ) یہاں (گوجرانوالہ) سے 6 میل مغرب کو واقع ہے۔ صبح صادق اُٹھ کر مع چند ہمراہیوں کے رام کی ولادت گاہ کو چلے۔ دِل نیلگوں آسمان کی طرف صاف تھا۔ قسم قسم کے خیالات دِل میں اُمڈنے لگے۔ چند ہی قدم کے فاصلے پر اس گاؤں سے آتے ہوئے دو چار مسافر ملے۔ اُن کی صورتوں کو غور سے تاکا۔ کچھ کہنے کو جی چاہا۔ مگر انتہائی اُلفت و مودت نے زبان تھامے رکھی سکتے کا عالم رہا۔ کچھ دو ڈھائی میل نکل جانے پر چند بیل اور تین چار نوجوان لڑکے ملے۔ جُھک کر اِن بیلوں کے پاؤں تلے کی خاک کو اُٹھایا۔ بوسہ دیا۔ ماتھے پر مَلا۔ اے بیلو! تم میرے رام کے گاؤں کے ہو؟ تم نے اپنی ان آنکھوں سے میرے پیارے رام کے جھونپڑے کو دیکھا ہوگا۔ پھر جُھک کر اِن لڑکوں سے مخاطب ہوئے اے لڑکو! تمہارے گاؤں میں گوسائیں (گوسوامی) ہیرانند کے گھر تیرتھ رام تھا؟ ہائے وہ کیا ہوا۔ زار زار رونے لگے وہ رام! پیارا رام داغ جُدائی دیکر چل بسا۔ کچھ اور دُور جاکر ادھو! کس سے اُس رام کا پتہ پوچھا جائے؟ اے ننھے ننھے پودو! تم بھی اس راستے میں اُگے ہو۔ اُف کیا تم اسی خاک سے پیدا ہوئے ہو جس خاک کو میرا رام اپنے نازک پاؤں سے روندتا۔ اٹکھیلیاں کرتا۔ کتابوں کا بستہ بغل میں دبائے اِس راستے سے سکول میں پڑھنے جاتا۔ اے خاردار جھاڑیو! تم ہی بتا دو۔ کیا رام اِس راستے سے گذرتا تھا؟ تم بولتی نہیں۔ کیا تم بھی رام کے سوگ میں خاموش ہو۔ بولتی جو نہیں رام کے قصبے کے قریب پہنچ کر گاؤں کے چند نوجوان اور دو ایک معمّر بزرگوں نے اِستقبال کیا۔ ان کی خوش خلقی دیکھ کر دِل میں رام آگیا۔ بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ادھو! اِس چھوٹے سے قصبے میں وہ دُنیا کا شہنشاہ رام پیدا ہوا تھا؟ ہاں! ہاں!! ہیرے سخت پتھریلی چٹانوں میں سے ہی نکلا کرتے ہیں۔

رام کے دولت خانے کے قریب پہنچکر۔ اُف! یہ دُنیا کے شہنشاہ کا گھر ہے یہ تنگ گلی یہ تو گز بھر بھی چوڑی نہیں۔ جُھک کر اس خاک کو چُومو۔ اس میں سے پیارا رام گزرا کرتا تھا۔ دِل مکان میں گھُسنے کو نہ چاہا۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے چشم پُرنم اندر قدم رکھنے کو تھے۔ ہاں! اے رام کے گھر کی دہلیز! تم تو ضرور بتا دو۔ وہ تم پر سے ہر روز گذرنے والا اتیرتھ رام کہاں گیا؟ ڈیوڑھی میں قدم رکھا صحن کی مٹی کو بوسہ دِیا۔ اے مٹی! تجھے مٹی کہیں یا خاکِ پاک بولیں۔ یا سنگ پارس۔ تجھ میں کشش نقل ہے۔ جو تو ہم کو یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ اے مٹی! تو تو سچ بتا۔ وہ رام! ننھا رام! کھلنڈرہ رام! ھتھلاتی زبان سے بولنے والا رام! بچپن میں اپنی ماں سے آنکھ چُرا کر کرشن کے ماکھن کی طرح تجھے چاٹا کرتا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ وہ کِدھر گیا؟ اُف کوئی اُس دِلفریب صُورت کا پتہ بتا دیوے۔ رام کے لڑکے اور عزیز لڑکی کے دیدار سے رام کی بھولی بھالی صُورت کی یاد نے دِل کو وہ ہچکولے دیئے کہ بیان سے باہر ہے۔ رام کی مکرّمہ و معظّمہ نُورانی چہرے والی مادرِ مہربان (سوتیلی ماں) کے درشن سے دلِ بیقرار کو شانتی ہوئی۔ مگر جب پھر اُس رام کی چُلبُلی طبیعت کا خیال آیا اور ساتھ ہی اِس گھر میں سنّاٹا دیکھا۔ دِل میں ولولے اُٹھتے آنسو تھمتا۔ ہونٹ چباتا۔ اُف! وہ رام جو ایک پل بھر میں دم نہیں لیتا تھا۔ آج کہاں سکُون کی حالت میں بے حس و حرکت پڑا ہے وہ رام جو ناچتا۔ کُودتا۔ قہقہے لگاتا یہ گیا وہ گیا۔ ساتھی پیچھے رہ گئے اور وہ پہاڑی کی سب سے اُونچی سر بفلک چوٹی پر جا "اوم" کے نعرے لگانے لگا۔ آج کِس جگہ خاک کے ذرّوں کے ساتھ تھکا ماندہ لیٹا ہے۔ اوہو! وُہ بے چین رام جو ایک گھڑی چین نہیں لیتا تھا کس تختۂ سنگ کے نیچے چین سے خوابِ استراحت کے خرّاٹے بھر رہا ہے۔ وہ رام جو سانپوں۔ ریچھوں اور بندروں سے مخاطب ہوتا۔ گولی (گنگا) کی لہروں سے کھیلتا۔ اور خاردار جھاڑیوں پر ننگے پاؤں ادپنشدیں بغل میں دبائے دوڑتا اور شیر کی مانند گرجتا تھا۔ آج گنگا کے کِس آبِ رواں میں پنہاں ہے؟ وہ رام جو سارا دِن کالج میں پڑھتا، پڑھاتا، ساری رات ریاضی کے عُقدے یا برہم وِدیا کے مسئلے حل کرتا۔ راوی کا کنارا پانی کا زور اور اِدھر رام کے آنسوؤں

کے دریا بہتے۔ ہائے کوئی یارو بتاؤ تو سہی وہ دلفریب مستانہ گام ناظر و منظور رام کہاں چھپ گیا؟۔

رام! تم ایسے گئے۔ کہ واپس لوٹنے کا نام نہ لیا۔ رام! تیری گنگی! تیری مریاضی! ترا ہمالہ! تیرا گوآچند بھگوان کرشن تو موجود ہے۔ مگر اے پیارے رام! تم کہاں ہو؟ تیرے فراق نے جگر شق کر دیا۔

پیارے رام! کون سی ہوا تمہیں اُڑا لے گئی۔ کس کمبخت گھڑی نے تجھ کو ہم سے جُدا کر دیا۔ کون سے بہشت بریں کی ہوا کھا رہے ہو؟ کہاں ہو؟ تم کہاں چھپ گئے؟ کدھر ہو۔ کیا ہوئے؟ ایسی بیوفائی اچھی نہیں۔ پیارے رام تم کہا کرتے تھے ؎

مجھ کو کاٹے کہاں ہے وہ تلوار
داغ دے مجھ کو ہے کہاں وہ نار

رام! تم تو وجد میں آ آ کر گایا کرتے تھے۔ ؎

موت کو موت نہ آئے گی
قصد میرا جو کر کے آئے گی

رام! آؤ! زیادہ نہ ترساؤ۔ وہ شگفتہ لب! وہی مستانہ ادائیں! آہا! پیارے جی چاہتا ہے کہ تیری اسی صورت سے "ادم" کے نغ نیں۔

رام! آؤ! آؤ!! زیادہ نہ تڑپاؤ! تیرے یں اپنی آنکھیں بچھاؤں گا آؤ پیارے گلے مل جاؤ۔ تاکہ دوئی کا نام و نشاں مٹ جائے۔

تو سُنو رام! سُنو ہمارے جگر سے نکلی ہوئی آواز! ؎

سمایا ہے نظروں میں تُو جب سے میری
جدھر دیکھتا ہوں۔ اُدھر تُو ہی تُو ہے

عاشق صادق! پیاری محبوبہ یا معشوقہ! ہاں میری گستاخی معاف! تُو تو عشق ہے عشق کچھ تو موم ہو۔

تو سُنو! رام بولے۔ اُف! کس رقت انگیز آواز سے بولتے ہیں۔ ؎

جانا میرے مزار سے جاناں پرے پرے
ٹھوکر سے جاگ اٹھتے ہیں عاشق مرے مرے

آہاہا! رام کو کون مار سکتا ہے؟ ؎
باد کو تاب کب سکھانے کی
گنگا کو تاب کب ڈبانے کی

زندہ جاوید رام! اب بھی گنگا کی لہروں میں غرّاتا ہُوا بھارت واسیوں کو اپنا پیغام سُنا رہا ہے اور دُوئی کے راکھشس کو چکنا چور کر کے برہم کے جلوے عملاً دکھا رہا ہے آہاہا! جسم و جسمانیت کی بُو ترک ہو گئی۔ ہڈی کا پُتلا مٹ گیا۔ اور رام بدستور بول رہا ہے۔ ہاں اے رام کے درشن و دیدار مسرّت سے فیضیاب ہونے کی خواہش رکھنے والو! محویت کے عالم میں مستی مجسّم بن جاؤ۔ اپنے اندر دیکھو۔ تمہارے اندر رام دکھائی دے گا۔ ؎

آب در کوزہ تشنہ درجہاں گردیدیم

او! غور سے سُنو۔ کرشن کی بانسری کی صدا برندابن کے بنوں سے آئی۔ گنگا کی غرّاتی آواز کے ساتھ رام بھی بولے آنکھیں بند کر لو۔ جوش میں سر دُھنو۔ ذرا غور سے۔ آتی ہے نا۔ اندر سے آواز بس ؎

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
مَیں اپنی ہی تاب اور شان دیکھتا ہوں

ہاں جب مَیں رام کی فوٹو دیکھتا ہوں۔ رام ہنستا ہے۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ دِل میں بُغض و تعصّب، کینہ اور غصّہ دُور کرو۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ ہنکار کو بُھلا دو۔ پھر تجربہ کر کے دیکھ لو۔ بدبُوئی میں رہ کر گُلاب کی بھینی بھینی خوشبو پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے کی کمر مت باندھو اپنے مقدّس سینے میں وشواس بھرو۔ ہاں مَیں رام کو دیکھتا ہوں۔ رام ہنستا ہے۔ حقیقت میں مَیں ہنستا ہوں وہ عکس رام پر پڑتا ہے۔ رام ہنستا ہے۔ رام کا پرتو مجھ پر پڑتا ہے۔ مَیں ہنستا ہوں رام ہنستا ہے۔ رام ہنستا ہے۔ مَیں ہنستا ہوں۔ اوہو! اوہو!! آہاہا! آہاہا!! رام میں! مَیں رام مَیں رام۔ رام میں! مَیں × مَیں کی جسمانیت اُڑ گئی۔ رہا رام ہی رام۔

"گلشنِ اُمید کا شگفتہ پھول راجندر"

وفاتِ سوامی رام تیرتھ

از قلم ڈاکٹر سر محمد اقبال (علامہ اقبال) بیرسٹر۔ لاہور

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بے تاب تو!
پہلے گوہر تھا بنا اب گوہرِ نایاب تو
آہ! کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو
میں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بو
مٹ کے غوغا زندگی کا شورشِ محشر بنا
یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آذر بنا
نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
لا کے دریا میں نہاں موتی ہے اِلا اللہ کا
چشمِ نابینا سے مخفی معنیٔ انجام ہے
تھم گئی جس دم تڑپ سیماب سیمِ خام ہے
توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیمِ عشق
کیا کہوں زندوں سے میں اس شاہدِ مستور کی
دار کو سمجھے ہوتے ہیں جو سزا منصور کی

(ماخوذ بانگ درا)

رام

مندرجہ ذیل نظم جناب شرون لال رشی نے سوامی رام تیرتھ کے برہم لین یعنی اس فانی دنیا سے رحلت فرما جانے کے لگ بھگ ایک ماہ بعد لکھی اور مورخہ 18 نومبر سنہ ۱۹۰۶ء کو میرٹھ میں منعقدہ ایک یادگاری جلسہ میں پڑھی تھی۔

— کیدار ناتھ پربھاکر

اے رام تم کو یاد نہیں رام کا کلام
چیلا نہیں یہ رام بناتا ہے سب کو رام

ہے رام کا مشن کہ بنیں رام آپ بھی
چیلا کسی کو اس نے نہ اب تک کہا کبھی

کہتا تھا رام۔ ”رام بناتا ہے رام ہی
چیلا کہاں کا کیا گرو سب ہی ہے آپ ہی“

پر گھٹ ہزاروں رام ہوں اس ایک رام سے
پہچانیں اپنی ہستی کو اس کے کلام سے

جب رام کو وچار دگے خود رام ہو گئے
گنگا میں اپنے آپ کو تم بھی ڈبو گئے

کوشش کرے گا جو کوئی وہ ڈھونڈ لائے گا
قائل وجود رام کو کیا خاک پائے گا

مرثیہ

از شری شری جین لال پانڈے
سکریٹری سادھارن دھرم سبھا
فیض آباد۔

بموقع وصال ذوالجلال آفتاب ہند جناب شریمان سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

ش۔ شوق ہے اس موت کا یا شوق ہے اے مہرباں

ر۔ رام چڑھ کے جس پہ پہنچا عرش پر با عزّ و شان

ی۔ یہ ہے فرماں رام کا اک رام ہی ست ہے

م۔ ماننا کافی نہیں اس کا ہے سارے دل سے جان

ا۔ امریکہ پاتال میں جا کر تو نے بیدھڑک

ن۔ نام ذاتِ رام یا ویدانت کا گاڑا نشان

س۔ سورگ میں بھی اب گیا ہی دیوتاؤں کے تو بیچ

و۔ واں بھی تو پرچار کرتا ہے اے باعزّ و شان

ا۔ آج کیا لیلا ہے او بُت کس طرح برنن کروں

م۔ موتو قبل الموتو کا کلمہ ہے کیسا برزباں

ی۔ یہ او رُوہ سب نام و رُوپ ہیں سوپن دت سارا جگت

ر۔ رام۔ رام اک ست ہے باقی سب ہی مِتھیا ہی جان

ا۔ اے پیارے موت کو طاقت نہیں کھاوے تجھے

م۔ موت کو موت آوے گی گر وہ کرے ایسا گمان

ت۔ تُو نہ جسم و اسم ہے اور ہے نہ من، بُدھی پران

ی۔ یعنی نرمل آتما ہے جان کی بھی جو ہے جان

ر۔ رم گیا پرکاش میں اب رام گنگا جی کے ساتھ

تھ۔ تھام اب اپنا جگر قُربان کر دی اُس نے جان

ج۔ جان نکل جانے کا سمت نکلے گر دو جوڑ دو

ی۔ یہ تُو سب مصرعوں سے سوامی رام تیرتھ جی کو جان

دیوالی سمت ۲ + ۱۹۶۱ = ۱۹۶۳ مُطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء

یادِ رام

مر کر بھی وُہی مشن ہے اے رام ترا
آغاز کی مانند ہے انجام ترا
تُو کاہے کو تہِ نشین دریا ہوتا
سوتوں کو جگانا ہے مگر کام ترا

(پنڈت نارائن پرشاد بیتاب دہلوی)

قیدِ ہستی سے چھٹی کسی کی سرگرانی ہائے ہائے
کر دیا شوقِ بقا نے کس کو فانی ہائے ہائے
کس پہ ٹوٹا دستِ جورِ آسمانی ہائے ہائے
نذرِ طوفاں ہو گئی کس کی جوانی ہائے ہائے

ساحلِ گنگا پہ روتی ہے فضا کس کے لئے
خاک اُڑاتی پھرتی ہے سر پہ صبا کس کے لئے

(منشی دُرگا سہائے سرور جہاں آبادی)

بادہ تھا ہم بغل ساغر ہاتھ سے جاتا رہا
آہ اک نایاب گوہر ہاتھ سے جاتا رہا
تشنہ چشمانِ جہاں کا آب تھا جاتا رہا
نو بہار اک جلوۂ بیتاب تھا جاتا رہا

شورشِ بیتابیٔ دل نا تھک کر پنہاں ساز
ورنہ ہو جائے نہ جنبش میں کہیں طوفاں ساز

(شری سوامی بھولا ناتھ ناتھ)

تمنّا ہے کہ پھر بھارت میں تجھ کو جلوہ گر دیکھیں
ترا مکھڑا چمکتا چاند سا ہر دم گھر گھر دیکھیں
ترا جیون پر ترا اے رام تیرتھ عمر بھر دیکھیں
تری تینتیس 33 سالہ زندگی کو اک نظر دیکھیں

ذرا سی زندگی میں کر گیا سب کام دُنیا میں
رہے گا رام ابد تک ترا روشن نام دُنیا میں

(منشی دوارکا پرشاد گوہر لکھنوی)

شہنشاہ رام کے چرنوں میں عقیدت کے پھول

از قلم :- پنڈت ترلوک چند خوشدل (ڈیرہ دون)

(پنڈت خوشدل نے مندرجہ ذیل نظم 1937ء میں رام بادشاہ کی جائے پیدائش مُرالی والہ (گوجرانوالہ) میں (خاص طور پر اُس کمرہ میں جہاں اُنہوں نے جنم لیا تھا) بیٹھ کر لکھی تھی اور اُسی روز شام کو مُرالی والہ میں سوامی رام تیرتھ کی یاد میں منعقد ایک مشاعرہ میں پڑھی تھی۔)

اے حقیقت کے پیمبر اے بقا کے راز داں ؛ اے مجسم نور۔ اے اُلفت کے بحرِ بیکراں۔

ظاہری آنکھوں سے تجھ کو دیکھنا ممکن کہاں ؛ گوشِ دل ہی سے سُنا کرتا ہُوں تیری داستاں

تیرے نعروں سے سراسر گونجتی ہیں وادیاں ؛ تیرے نغموں کی صدائیں چار جانب ہیں رواں

تو بظاہر قطرۂ باطن میں مگر دریا تھا تو ؛ ذرۂ محدود میں سمٹا ہُوا صحرا تھا تو

تو نے جب چھیڑا فضاؤں میں ربابِ معرفت ؛ بن گیا ایک ایک ذرہ آفتابِ معرفت

تیرے ہر جملے میں مخفی ایک راز تھا ؛ راز بھی وہ راز جس پر ناز کو بھی ناز تھا

تیری اک اک سانس سوز و ساز کا الہام تھی ؛ تیری ہر جُنبش حریفِ گردشِ ایام تھی

تیرے دم سے کسمسا اُٹھی بہارِ زندگی ؛ پھر نئے سر سے ہُوا پیدا وقارِ زندگی

آ۔ کہ اب دُنیا میں پھر محشر بپا ہونے لگے ؛ حق پرستی چھوڑ کر بندے خُدا ہونے لگے

آ۔ کہ پھر ملتا نہیں راہِ حقیقت کا پتہ ؛ آ۔ کہ پھر ملتا نہیں دُنیا کو راحت کا پتہ

آ۔ بنانے خاک کے ذرّوں کو آ کر آفتاب ؛ آ۔ اُلٹ دے رام، رُوئے حسنِ پنہاں سے نقاب

ہاتھ سے اپنے پلا ہم کو بھی شاہنشاہ رام ؛ جامِ مستی کر عطا ہم کو بھی شاہنشاہ رام

پھر وہ ہمت دے کہ رازِ زندگی کو جان لیں ؛ تیری رحمت سے ہم اپنے آپ کو پہچان لیں

موت کا دھڑکا ذرا دل میں نہ لائیں ہم کبھی ؛ زندگی میں زندگی کا غم نہ کھائیں ہم کبھی

جنم بھُومی میں تری پایا جو خوشدل نے سکوں ؛ جس کی حسرت میں فلک پر ہیں فرشتے بے سکوں

آ کر اس بستی میں آ جاتا ہے انساں ہوش میں ؛ کھیلتی ہے زندگانی موت کی آغوش میں

سوامی رام تیرتھ کے حضور میں

از قلم:- شری نوبت رائے شوخ

اے کہ نغموں سے ترے گونجا جہانِ معرفت ؛ کشفِ باطن سے تو روحِ روانِ معرفت

والہ و شیدا ہیں تیرے اہلِ دل اہلِ نظر ؛ تو ہے بزمِ ہست میں وہ ترجمانِ معرفت

انکشافِ رازِ ہستی ہے تری تکوین میں ؛ گُل بداماں ہے نگاہِ نکتہ دانِ معرفت

زندگی رکھتا ہے اپنی ہستیِ کُل پر نثار ؛ مست و بیخود محرمِ رازِ نہانِ معرفت

وہ مئے عرفاں چھلکتی ہے ترے پیمانے میں ؛ جس کا ہر قطرہ ہے بحرِ بیکرانِ معرفت

جزو میں کُل کا تماشا کر گیا پیشِ نظر ؛ عالمِ مستی میں کیا تیرا بیانِ معرفت

سُن رہے ہیں گوشِ دل سے ہم صدائے اوم اوم ؛ ہے تصور میں فضائے آسمانِ معرفت

مَن تھا کیا چنگا کٹھوتی میں ملی گنگا تجھے ؛ رام تیرتھ تو ہے فخرِ رازدانِ معرفت

تجھ سے ہم آغوش ہو کر حلقۂ گردابِ گنگ ؛ نت نئی چھیڑے ہوئے ہے داستانِ معرفت

نغمۂ اقبال نے جو گیت گایا ہے ترا ؛ بن گیا سوزِ ترنم سے وہ جانِ معرفت

ہے نفی اک شغلِ اثباتی دلِ آگاہ کا
"لا" کے دریا میں نہاں موتی ہے "الا اللہ" کا

"اقبال"

مستی مجسم سوامی رام

از قلم پنڈت رام لال سالک (آف کاہنوکی ضلع گوجرانوالہ - پنجاب) چنڈی گڑھ

سکھایا جس نے راہِ حق میں انساں کو فنا ہونا ۔۔۔ سکھایا جس نے عاشق کو کسی کی خاکِ پا ہونا
سکھایا جس نے گم کردہ رہ کو رہنما ہونا ۔۔۔ سکھایا جس نے انساں کو عمل سے خود خدا ہونا
یہ وہ ہستی ہے جس کی یاد ہر اک دل میں بستی ہے
اسی کے فیض و برکت سے مئے وحدت میں مستی ہے

سکھایا موت سے جس نے حیاتِ جاوداں ہونا ۔۔۔ سکھایا ذرّے کو خورشید بن کر ضو فشاں ہونا
سکھایا جس نے صحرا کو جہانِ گلستاں ہونا ۔۔۔ زمیں نے جس سے سیکھا ہے زمیں سے آسماں ہونا
یہ وہ ہستی ہے جس کی یاد ہر اک دل میں بستی ہے
اسی کے فیض و برکت سے مئے وحدت میں مستی ہے

اسی نے کوہساروں میں عجب رفتار پیدا کی ۔۔۔ اسی نے آبشاروں میں عجب گفتار پیدا کی
اسی نے آگ میں ٹھنڈک ہوا میں نار پیدا کی ۔۔۔ اسی نے پتّے پتّے میں شبیہ یار پیدا کی
یہ وہ ہستی ہے جس کی یاد ہر اک دل میں بستی ہے
اسی کے فیض و برکت سے مئے وحدت میں مستی ہے

اسی نے اپنا ہی جلوہ نمایاں جا بجا دیکھا ۔۔۔ ہر اک جلوے کو اپنے آپ کے اندر چھپا دیکھا
نہ اپنی ذات سے ہرگز جدا کوئی خدا دیکھا ۔۔۔ نہ مسجد میں گھرا اس کو۔ نہ مندر میں چھپا دیکھا
یہ وہ ہستی ہے جس کی یاد ہر اک دل میں بستی ہے
اسی کے فیض و برکت سے مئے وحدت میں مستی ہے

جپایا "اوم" جا کر جس نے شیروں سے بیاباں میں ۔۔۔ دکھائی خوب لیلا جس نے امریکہ و جاپاں میں
کھلا ہے پھول بن کر جو ہر اک دل کے گلستاں میں ۔۔۔ ابھی تک کھیلتا پھرتا ہے جو گنگا کے میداں میں
یہ وہ ہستی ہے جس کی یاد ہر اک دل میں بستی ہے
اسی کے فیض و برکت سے مئے وحدت میں مستی ہے

تھے ناداں جب ہمارے ہاتھ تحفانہ رام آیا ۔۔۔ ہوا محسوس جیسے تشنہ لب کے ہاتھ جام آیا
شرابِ شوق پی پی عشق کا ہم کو سلام آیا ۔۔۔ ہوا نغمہ سرا دل رام خود بنکر کلام آیا
یہ اُس کا فیض ہے جو نغمہ سالک میں بستی ہے۔
یہ اُس کی دین ہے جو دل میں شوق حق پرستی ہے

---

۱ ویدانت کے فلسفہ کے مطابق آکاش سے وایو۔ وایو سے اگنی۔ اگنی سے جل اور جل سے پرتھوی پیدا ہوتے ہیں۔

زِندہ ہے جاوید رام

از قلم :- شری درشن سنگھ دُوگل

کِس طرح ممکن ہو سوامی رام تیرتھ کی ثنا ؛ پیکرِ مہر و وفا تھا صاحبِ صبر و رضا
ایسا عارِف رازِ دل تھا ہند میں پیدا ہُوا ؛ سارا عالم جِس کے حُسن و خُلق پر شیدا ہُوا
کرشن کا عاشِق تھا اور اہلِ اِرادت رام کا ؛ نغمہ پیرا بھی تھا وہ توحید کے پیغام کا
رازِ ہستی اُس نے سب پر آشکارا کر دیا ؛ اُس نے ہر دِل کو شرابِ معرفت سے بھر دیا
فلسفہ کا آئینہ تھی یوگ کی تنویر بھی ؛ زِندگی اُس کی مجسّم تیاگ کی تصویر بھی
ذہن تھا اُس کا کچھ ایسا محرمِ اہلِ نیاز ؛ اُس کی محفِل میں نہ تھا چھوٹے بڑے کا امتیاز
اُس پہ روشن تھا زمانے کا تماشائے فسوں ؛ جانتا تھا وہ مآلِ ہستیِ دُنیائے دُوں
قطرۂ دریا ہو کے دریا کی روانی بن گیا ؛ اُس نے یوں خود کو مِٹایا جاوِدانی بن گیا
گوہرِ پنجاب جُزوِ موجِ دریا ہو گیا ؛ ایسا پوشیدہ ہُوا۔ عارِف کے پیدا ہو گیا
کِس کو مِلتے ہیں بھلا ایسے خوش اقبال کے دِن ؛ زِندگی۔ سنیاس اور دیہانت۔ دیوالی کے دِن[1]
معرفت کا راستہ دِکھلا گیا سنسار کو ؛ بہر نے دِل میں چھپایا ابرِ گوہر بار کو
واصِلِ حق تیرا ہو جانا اے عارِف زیرِ آب ؛ یہ سِکھاتا ہے ہمیں "سنسار ہے یہ ایک خواب"
زِندگانی جذبۂ بہرِ معرفت ہونے کا نام ؛ کائنات آب و گِل میں ہے تغیّر کا قیام
محرمِ نقشِ عظائم ہے خِرد کا ہر ورق ؛ تُو نے دُنیا کو دِیا "خود اعتمادی کا سبق"
دِل کو ہونا چاہیئے عِشقِ چمن کا آئینہ ؛ سیرت و کِردار کو حُسنِ وطن کا آئینہ

جذبۂ حُسن و عِشق ہو کر ہو گیا تُو جاوِداں
بھُول جائے تُجھ کو یہ سنسار ممکن ہے کہاں

---

[1] سوامی رام تیرتھ کا جنم دیپاولی (دیوالی) سے دُوسرے (اگلے) روز ہُوا تھا۔ وہ دیوالی کو پیدا نہیں ہُوئے تھے؛ پر تیاگ کر

سوامی رام کی آواز

(از قلم کوی لوکناتھ دل)

(۱)

تجھے رنگ و بو کے نظاروں میں پایا : تجھے مسکراتی بہاروں میں پایا
تجھے خوشنما کوہساروں میں پایا : مچلتی ہوئی آبشاروں میں پایا
شفق کی ہے ارغوانی میں دیکھا : گھٹاؤں سے رستی پھواروں میں پایا
شب و روز کوئل کی کوکو میں سمجھا : پپیہے کی پیہم پکاروں میں پایا
جوئے آب کی شیریں موجوں میں دیکھا : سبک رو صبا کے اشاروں میں پایا
حقیقت میں تجھ کو کہاں میں نے پایا : تھا اپنا ہی جلوہ جہاں میں نے پایا

(۲)

تجھے مست تاروں کی چھاؤں میں پایا : سحر کی سحر خیز اداؤں میں پایا
سہانی سہانی فضاؤں میں پایا : معطر معنبر ہواؤں میں پایا
افق کی حسیں جگمگاہٹ میں دیکھا : سدا طائروں کی صداؤں میں پایا
کیا تیرا قوس قزح میں نظارا : مہ و کہکشاں کی ضیاؤں میں پایا
گلستاں گلستاں ضیا باں ضیا باں : خراماں خراماں گھٹاؤں میں پایا
حقیقت میں تجھ کو کہاں میں نے پایا : تھا اپنا ہی جلوہ جہاں میں نے پایا

(۳)

تجھے تازہ گل کے تبسم میں پایا : تجھے ہر کلی کے تکلم میں پایا
تجھے تتلیوں کی اداؤں میں پرکھا : تجھے بلبلوں کے ترنم میں پایا
تجھے دیکھا پھولوں کی رعنائیوں میں : تجھے میں نے قطرۂ شبنم میں پایا
تجھے میں نے دن رات ملنے میں جانچا : سفید و سیاہ کے تصادم میں پایا
تجھے مہر کی شوخ کرنوں میں دیکھا : تجھے محفل ماہ و انجم میں پایا
حقیقت میں تجھ کو کہاں میں نے پایا : تھا اپنا ہی جلوہ جہاں میں نے پایا

سوامی رام تیرتھ جی

از قلم شری بلجیت سنگھ سجاد

کِس قدر تیری لگن تھی کِس قدر تیرا یقین
درس گاہِ رُوح میں تیرا مقامِ اوّلین

تیرا چہرہ تھا منوّر تیرے چہرے پہ خوشی
تیرے چہرے سے چھلکتی تھی تیری پاکیزگی

کِس نئے انداز سے تُو نے مٹائے رنگ و بُو
خُود ہی گُل تھے خُود ہی بُلبُل خود ہی رنگت خود ہی بُو

زندگی کے گوشے گوشے میں ہُوئے مجذُوب تھے
سارے گرویدہ تھے تُجھ پر، عالمی محبُوب تھے

کِس قدر محدُودیت کو تُو نے بخشی وسعتیں
ذرّہ کو احساسِ صحرا، تُو نے بخشی لاحدیں

اِبتدا کو انتہا سے کیا مِلایا آپ نے
بھُولے بھٹکے آدمی کو راہ دِکھایا آپ نے

حق شناسی، جاں نثاری، دُور بینی، رہبری
کتنے ہی اوصاف کی دِلکش تیری تصویر تھی

کل تلک گنگا تھی تیرتھ آج تیرتھ تُو بھی رام
خود ہی گنگا خُود ہی تیرتھ خود ہی سوامی رام رام

سوامی رام تیرتھ

ازقلم منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی

دِل باوقار اُس کا اِک دیپ مار کا ہے ؛ کہنے کو نام اِس کا ہے یُوں تو رام تیرتھ

ہر شکل و نام سے وہ ہر لحظہ رُونما ہے ؛ اِس کے لیئے عبث ہے یہ قید اسم و صورت

مستِ دوام ہو کر گم گشتہ فنا ہے ؛ پیشِ نظر ہے جو کچھ سب پر ہے مُہر اُسکی

ابتک مقام اُس کا بامِ ہمالیہ ہے ؛ گنگا کی گود میں ہے ابتک سمادھ اُسکی

یا لو وہ انا الحق کا کانوں میں گونجتا ہے ؛ بیخود بنا رہی ہے لہروں کی گنگناہٹ

ہم اِس سے کب الگ ہیں وہ ہم سے کب جُدا ہے ؛ جتنی بھی صُورتیں ہیں سب اُسکی مورتیں ہیں

ظاہر میں جو خودی ہے باطن میں وہ خُدا ہے ؛ خود ہستیوں سے اُسکی نکتہ یہ ہاتھ آیا

جو ساز دِلربا کا آہنگ دِلرُبا ہے ؛ انحد کا شبد اک ہے اک اوم کی ہے بانی

کوئل کی جو نوا ہے بُلبل کی جو صدا ہے ؛ آواز ہے خودی کی اعجاز ہے خُدا کا

جو بات ہے وہ جائز جو شے ہے وہ روا ہے ؛ آزاد مشربوں کو باوصف قید مشرب

آؤ کریں ہم مِل کر تعظیم رام تیرتھ

ہے درس بیخودی کا تعلیم رام تیرتھ

گیتا اور رام کا بھگت سوامی رام تیرتھ

از قلم شری اندرجیت گاندھی

"سوامی رام تیرتھ" (۱)

ذکرِ اوجِ حیات کرتا ہوں
خدمتِ کائنات کرتا ہوں
آدمیت کے نام پر گاندھی
رام تیرتھ کی بات کرتا ہوں

"پیشوا" (۲)

دِل ذاتِ الٰہی سے لگانے والے
ہر راز کو اِک آن میں پا لیتے ہیں
بوجھ غیروں کا سر اپنے پہ ہنستے ہنستے
غم خانۂ ہستی میں اُٹھا لیتے ہیں

"ارشاداتِ عالیہ" (۳)

آتما جب بھگوان ہے میرا
جھوٹی باتیں کہہ نہیں سکتا
مَیں اُس کا ہوں وہ ہے میرا
دُکھ میں ہرگز رہ نہیں سکتا

راجہ رام اور سوامی رام (۴)

اک وہ رام تھے کہ جس کے لئے
جشن ہر سُو ہوئے چراغاں کے
ایک یہ رام تھے نہاں یوگی
جس نے در کھولے رازِ عرفاں کے

کارہائے نُمایاں (۵)

آ گیا کون یہ تصوّر میں
خفتگاں کو جگا گیا آکر
رام تیرتھ کا فیض ہے گاندھی
تفرقے جو مِٹا گیا آکر

رام تیرتھ کی مُکمّل تصویر (۶)

زندگی اُن کی روشنی کا ستون
اُن کی تصویر دافعِ آلام
اُن کے لیکچر رموزِ حق کا نچوڑ
نام اُن کا حیاتِ نو کا پیام

رام تیرتھ اور گیتا (۷)

زندگی اس کی زندگی سمجھو ؛ جس نے گیتا سے روشنی پائی
زندگی دوام کا ہے جو نور ؛ رام تیرتھ تھے اُسکے شیدائی

سوامی رام تیرتھ

(از ھما ہرنالوی - جالندھر)

ملتا نہیں جو سب کو دیارِ ممات میں ؛ پایا وُہی مُقام اِنہوں نے حیات میں
ہر سُو وہ شانِ حسنِ ازل دیکھتے رہے ؛ آیا نظر نہ کچھ بھی اُنھیں کائنات میں
فانی ہے جسم رُوح مگر لازوال ہے ؛ تلقین کی اُنہوں نے یہی بات بات میں
حق ہے اُنھیں وہ چشمِ حقایت نگر ملی ؛ دیکھا نہ جس نے فرق صفات اور ذات میں
کہتے تھے وہ کہ آپ جو اپنی نجات ہے ؛ آوارہ وہ بشر ہے تلاشِ نجات میں
یکسر غلط ہے رام کا گنگا میں ڈوبنا
ڈوبے تو وہ ضرور مگر بحرِ ذات میں

سوامی رام تیرتھ

کملؔ جالندھری

جس کے دل میں موجزن تھا بحرِ بے پایانِ عشق ؛ کھیل تھا جس کیلئے ہر موجہ طوفانِ عشق
حسنِ عالمگیر رقصاں تھا نظر کے سامنے ؛ جلوۂ وحدت نمایاں تھا نظر کے سامنے
مالکِ حسنِ عمل تھا صاحبِ کردار تھا ؛ کیا نگاہِ شوق تھی۔ کیا جذبۂ بے دار تھا
اپنی دُھن میں جا رہا تھا اپنی منزل کی طرف ؛ موج تھی اک جو کبھی پلٹی نہ ساحل کی طرف
دُور تھا سنسار سے سنسار میں رہتا ہُوا ؛ جا ملا دریا میں آبِ گنگ میں بہتا ہُوا
نُور میں مل کر سراپا نُور ہو کر رہ گیا!
طُور میں ایسا سمایا طُور ہو کر رہ گیا!

سوامی رام؟ (پنجابی)

از قلم شری بشن داس وشنو - ایڈوکیٹ - (دہلی)

سوامی رام مَیں کی سی کی دسّاں یوگی فلسفی - کوی - دھرماتما سی
اوُچ پنچ تائیں ساواں جاندا سی بڑی شردھا اُچّی اوہدی آتما سی

اوہدا فلسفہ سی اوتھوں شروع ہُندا جتھّے جگت دے علم دا خاتمہ سی
کیدے نال مَیں تُلنا کراں اوہدی ساکشات اوہ آپ پرماتما سی

اوہی رام رمیا ہویا کُل اندر سب نُوں سمجھیا اپنا آپ اوہنے
نرمل نیر دے وانگ سی چت اوہدا دِتّے دھو سنسار دے پاپ اوہنے

لاجہ رام پیدا ہویا اودھ اندر سوامی رام نے چُنیا مُرالی والا
اوہنے پاپیاں دا سروناش کیتا کیتا ایس نے کپٹ دا مُنہ کالا

چلے اوس دے تیر سنسار اندر من دے منکیاں دی اہدی پھری مالا
اوہدی راج نیتی کامیاب ہوئی اہدے فلسفے دا ہویا بول بالا

اوہنے روگیاں دی کیتی مرہم پٹّی اپنے آن انجکشن لگا دِتّے
اوہدی دیپ مالا گھراں وچ ہوئی اپنے دِلاں دے دیوے جگا دِتّے

تیتی 33 سال دی عمر خفیف اندر سارے جگ تے سکّہ جما دِتّا
گھوک سُوتیاں بھارت نواسیاں نُوں جھُونا مار کے کیویں جگا دِتّا

جُونا تیز جاپان دے پان داسی جا کے شانتی دا کتھّا لگا دِتّا
سان فران سسکو پیا سسکدا سی امرت ایس نے پان کروا دِتّا

کیتی رام جیہری بیشن گوئی ویکھو حرف بحرف او سّت ہو گئی
سُورج سّت دا چمکیا ہند اندر جدوں ظلم دے پاپ دی انّت ہو گئی

شیراں نال جیہڑا بگل گیر ہو وے دسّو ہور ویدانتی تُسّی کوئی
بنے برہم - برہم وچ لین ہو کے اِس طرح ہوئے جسدی مَیں موئی

دسّو کوئی مینوں جیکر لبّدا اے جو کُجھ وچ ہوئے ہوئے باہر سوئی
لوکی آکھدے سوامی رام تیرتھ گنگا دھار دے وچ سما گیا اے
نہیں، نہیں اوتاں شبد رُوپ بن کے وشنو وشو سارے اُتّے چھا گیا اے

سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ و ہمسفر لوگوں کی نظر میں سوامی رام تیرتھ

(1) سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر آریہ سماج کے نامور نیتا (مہاتما) ہنسراج سابق پرنسپل ڈی۔اے۔وی کالج لاہور :-

I was fortunate enough to see Swami Ramtirtha while he was working as a professor in the Mission College Lahore. Swami Shivgan Acharya had opend an Ashram near Gujrat and he invited both of us to attend the anniversary of that Ashram. Goswami Tirath Rama delivered and eloquent lecture on Vedanta although I am not believer in that doctrine, I felt that his eloquent exposition of that doctrine was highly impressive. Some time after this, I was invited by Swami Rama Tirtha to his lecture on the Ravi Road. Here he described himself as one with God and expressed his determination to take up Sanyasa. After that I had no occasion to see him personally. When I paid a visit to Tehri, I saw with a sorrowful heart the place, where in he entered in to the Bhilganga stream and never came out. All of us feel that, he went to foreign countries and made the forigners feel that the civilisation of India has still much to teach them.

② سوامی رام تیرتھ کے بھگت ڈاکٹر (سر) گوکل چند نارنگ سابق وزیر متحدہ پنجاب:

I had the good fortune of meeting Swami Ramtirtha when I was a Student. I met him only once and I am sorry; I could not get more opportunities to benefit by coming in contact with his magnetic personality. He struck me as a model of humility and childlike simplicity. His face, however, was radiant with a glow of Spirituality. I am particularly proud of him, as he belonged to my district i.e. Gujranwala.

③ سوامی رام تیرتھ کے ہم جماعت شری (سر) شہابُ الدّین:

I have the proud privillege of being a Classfellow of the late Swami Ramtirtha of blessed memory. We studied Mathematics in the M.A. Class more than a year in the Government College Lahore. I had very intimate relations with him and have known his parents well. while at College we used to go out for long walks and I enjoyed his company in more than one ways. we walked together, we talked together and we lived together. He was a nobel man with lofty ideals and inspiring thoughts. All that I can say of him is that he was an exceptionally good man.

(4) سوامی رام تیرتھ کے شاگرد رائے بہادر رام سرن داس چڈھا
رئیس اعظم لاہور:-

I have had the honour of being couched by Swami Ramtirtha of blessed memory in my College days. He used to live in one of the rooms of our office. His gay and magnetic personality was simply charming and elevating. He is one of the most brilliant sons of India and the most illustrious Vedantian of the Punjab. For me personally, he was a guide, friend and philosopher whose company was more than a heart to me.

(5) سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ شری سنت رام گرو ور
سابق پرنسپل دیال سنگھ کالج - کرنال۔

While on the staff of F.C. College, Lahore, he used to come to a friend who was his devote and my next-door neighbour. The meeting lasted for hours, and there were peals of laughter and hilarity and this caused a lot of wonder to me and my playmates. When I took over as Headmaster of a high School in Gujranwala in 1915, I went on a pilgrimage to Murariwala (now in pakistan) the birth place of Swamiji. The [illegible] ground

treaded by him had been hallowed by his Very touch. All the people remembered him both with love, affection and reverance.

(6) سوامی رام تیرتھ سے بحالت سنیاسی ملاقات کا شرف حاصل کرنے والے مہاتما پنڈت مدن موہن مالویہ:-

The name of Swami Ramtirtha is such as thrills my heart with ecstacy. I have never Come accrors a greater Self realised Mahatma. So far. His message on Self-purification and Self realisation would be a great boon for the coming generation of the Country.

(7) سوامی رام تیرتھ کا بحالت سنیاسی لیکچر سننے کا شرف حاصل کرنے والے سر پنڈت تیج بہادر سپرو:-

Of Swami Ramtirtha, I heard once, when I was a young man. I have no doubt that he was most powerful factor in the Spiritual development of the Country and that his influence still Subsists.

(8) سوامی رام تیرتھ کے کلام کو (بزبان انگریزی و اردو) ہندوستان بھر میں سب سے پہلے (دہلی سے) شائع کرنیوالے انقلاب پسند دیش بھگت امر شہید ماسٹر امیر چند:-

It appears to me that Swami Rama – the philospher, poet, teacher and divine –

was one of those great person-alites that appear from time to time in this world of ours at the most Critical junctures of its History. He was Certainly one of the most distinguished and eminent Sons of Bharat Varsha, who Came to us just when he was most wanted.

⑨ سوامی رام تیرتھ کے "عملی ویدانت" سے متاثر ہو کر بھارتیہ
فلسفہ ویدانت کے عظیم گرنتھ یوگ واسشٹ پر ہندوستان
میں سب سے پہلے ریسرچ کرنے والے "درشن آچاریہ"
ڈاکٹر بی۔ ایل۔ آترے ڈی۔ لٹ :-

I Studied Yoga vasistha and wrote my magnum opus on this great work having read its great praise in one of the lectures of Swami Ram Tirtha. God's grace, good luck, or mere accident brought me in Contact with the writings (in Urdu) of Swami Ram Tirtha So early as 1908 when I was a mere Child learning in Class IV in town School of Saharanpur. They touched my heart and inspired me. That is why I dedicated my first publication "Yoga Vasistha" and its philosophy to his Holiness.

ہندوستان کی جنگِ آزادی کے سرکردہ رہنماؤں کی نظر میں

سوامی رام تیرتھ

① شری موہن داس کرمچند گاندھی (مہاتما گاندھی):-

Swami Rama's teachings have got to be propogated. He was one of the greatest Souls not only of India, but of the whole world. I adore his ideals.

② لالہ ہر دیال ایم۔اے:-

Swami Ramtirtha was the greatest Hindu who ever came to America, a great Saint and Sage, whose life mirrored the highest principles of Hindu Spirituality as his Soul reflected the love of "Universal Spirit" whom he tried to realised.

③ آچاریہ جے۔بی۔کرپلانی:-

The life and Saying of Swami Ramtirtha will remain a Source of perennial inspirations to his Countrymen. A God-intoxicated Soul he had realised the presence of God every where and in all man Kind. His radiant Smile and Countenance Shed fragrance wherever he went.

(4) شری ایس. کے پاٹل :-

In my young days Swami Ramtirtha was one of those, from whom I derived my inspiration for the service of my mother land.

(5) شیخ محمد عبداللہ :-

The message of Sri Ramtirtha was never more needed as today, when spite and hatred rule minds. Humanity must march along in eternal bonds of fellowship and brotherly love. To whatever creed one may belong, the end of life for all the men is in the same. Sages like Sri Ramtirtha have shown us the way to avoid clashes and strife and to go in march of God in the way, he did.

(6) ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی :-

It is a great work to keep alive, promote and spread the noble teachings of Swami Ramtirtha. He was "Sat Chit Ananda" personified.

(7) لالہ بھیم سین سچر :-

Swami Ramtirtha is truly a Tirtha for reaching Rama. We have but to dip in this Tirtha to realise Rama. But before we can take a dip in it we have to reach the Tirtha.

(8) (ڈاکٹر) کے۔ایم۔منشی:۔

Swami Ram Tirtha's Character and teachings are a becon-light for the younger generation which has inherited the ethical and Spiritual legacy from our past and which has to adjust itself to modern Conditions without losing their inspiration.

(9) شری گلزاری لال نندہ:۔

Swami Ramtirtha's Mission in life was to take the teachings of Vedanta to every home, So that every one of us Could attain the blessed Communion with God through normal actions of day today life.

(10) شری ایم۔اننت شینم آئینگر:۔

Sri Swami Rama Tirtha was one of the greatest Saints of modern India. Sri Swami-Vivekananda might be Called his predecessor, though there is a great difference between the lives of the two, but their missions were one. Both were brought up in modern tradition but took to oriental philosophy and Culture as fish takes to water and they thought that our religion Should be propagated.

سمرپن

پلٹے گا گھڑی پل میں نیا ڈھنگ زمانہ

ازقلم :- یگ سنت سوامی رام تیرتھ

بدلے ہے کوئی آن میں رنگ زمانہ
آتا ہے امن - جاتا ہے اب جنگ زمانہ
اے جہاں چلو - درد اُڑو - دُور ہو حسد
کمزوری مرو ڈُوب - بس اے ننگ زمانہ
غم دُور - مٹا رشک - نہ غصہ ، نہ تمنا
پلٹے گا گھڑی پل میں نیا ڈھنگ زمانہ
آزاد ہے آزاد ہے آزاد ہے ہر ایک
دلشاد ہے کیا خوب اُڑا ننگ زمانہ
لو کاٹھ کی ہنڈیا سے نبھے بھی تو کہاں تک
اگنی تو جلا گیان کی دے سنگ زمانہ
آتی ہے جہاں میں شہ مشرق کی سواری
مٹتا ہے سیاہی کا ابھی زنگ زمانہ
وُہ ہی جو اِدھر خار اُدھر ہے گل خنداں
ہو دنگ جو یوُں جان لے نیرنگ زمانہ
دیتا ہے تمہیں رام بھرا جام یہ پی لو
سُنوائے گا آہنگ نئے چنگ زمانہ

طباعت :- { نامی پرنٹنگ پریس - سہارن پور
وِکاس پرنٹنگ ورکس - سہارن پور - (بلاک و سرورق)

کتابت :- شیخ رضوان احمد - ایم - اے ؛ ساہتیہ رتن - محلہ مالی گیٹ - نزد عربی مدرسہ سہارنپور

اشاعت :- بھارتیہ جیوتر وگیان انوسندھان سنستھان سہارنپور - یو - پی

اوم تت ست

معاونِ کُتب

- "یادگارِ رامؔ" — مُرتبہ شری دیا نرائن نگم (ماہنامہ زمانہ) کانپور
- "پرم ہنس سوامی رام تیرتھ" — مؤلف شری رامچندر (ماہنامہ آکاش) دہلی۔
- "خطوطِ رامؔ" — مُرتبہ شری آر۔ ایس۔ نارائن سوامی (پبلشر ماسٹر امیر چند) دہلی
- "کلیاتِ (خمخانہ) رامؔ (جلد اوّل۔ دوئم۔ سوئم) مرتبہ شری آر۔ ایس۔ نارائن سوامی (رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ)
- "رام برشا" — مُرتبہ شری آر۔ ایس۔ نارائن سوامی (رام تیرتھ مشن) دہلی۔
- "سوانح حیات شری سوامی رام تیرتھ" — مُصنف گوسوامی برج لال (مُرالی والے) دہلی۔
- "راما ز لیٹرز فرام گنگوتری" — روشن پرنٹنگ ورکس۔ انارکلی۔ لاہور (انگریزی)
- "نارائن چرتر" — مولف مہاتما نارائن پرکاش (رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ) لکھنؤ
- "گوبند پرکاش" — پرکاشک مہاتما دولت رام (بھگوان بھون) (پنتی کیشن) (ہندی)
- "دی سٹوری آف رام" — مُصنف شری پورن سنگھ (رام تیرتھ پرتشٹھان) لکھنؤ (انگریزی)
- "پورن سنگھ" — مُصنف شری ریندر سنگھ دیوِن۔ ڈاو پبلیکیشن ڈوئی والہ (انگریزی)
- "شرادے" — مُصنف پنڈت خوشدل (ماہنامہ دیش سیوک) دہرہ دُون
- "جیون چرتر پنڈت جوالا پرشاد مصر" — لکشمی وینکٹیشور سٹیم پریس) بمبئی (ہندی)
- ماہنامہ اوم (جلد مارچ ۱۹۵۶ء۔ نومبر ۱۹۵۷ء۔ مارچ ۱۹۵۸ء۔ نومبر ۱۹۶۸ء۔ دسمبر ۱۹۷۳ء اگست ۱۹۷۸ء) — ایڈیٹر شری گورکھناتھ نندہ۔ دہلی ۶
- ماہنامہ رام سندیش (جلد نومبر ۱۹۶۶ء) سوامی رام تیرتھ مشن۔ ڈیرہ دُون
- ماہنامہ اردو بلٹز۔ جلد جولائی ۱۹۷۶ء۔ اردو ربش سُدھارک سبھا۔ نئی دہلی۔
- "کارواں" — جلد اکتوبر ۱۹۵۵ء۔ اسلامیہ کالج۔ گوجرانوالہ (پاکستان)
- "رام شتابدی سمرتی" — سستا ساہتیہ پرکاشن ٹرسٹ۔ بمبئی ۴
- سوامی رام تیرتھ جنم شتابدی سماریکا — سوامی رام تیرتھ میموریل سوسائٹی۔ نئی دہلی۔
- جیون چرتر مہرشی دیانند سرسوتی — مرتبہ شری منشی رام جگیاسو۔ جالندھر۔